بسم اللہ الرحمن الرحیم

مثل نورہ کمشکوۃ فیھا مصباح

سلسلہ مطبوعات "معارف اسلامیہ ٹرسٹ" نمبر ۲

مشکٰوۃُ النّبُوت

۵

تصنیف منیف

حضرت سید شاہ غلام علی قادری خلف اکبر قدوۃ المحققین حضرت سید شاہ موسیٰ قادری قدس سرہٗ

مترجم

ابوالفضل سید محمود قادری (موظف سشن جج)

سن اشاعت ۱۹۸۴ء

باسمہٖ سبحانہٗ

مثل نورہٖ کمشکوٰۃٍ فیہا مصباح

جلد پنجم

مشکوٰۃ النبوۃ

(مشکوٰۃ سیزدہم تا مشکوٰۃ بیست و دوم)

تصنیف

قدوۃ المحققین حضرت سید شاہ غلام علی قادری الموسوی رح

مترجم

ابو الفضل سید محمود قادری محمود

سابق سشن جج

تفصیلاتِ اشاعت

سنِ اشاعت	۱۹۸۴ء
تعدادِ اشاعت	۵۰۰
قیمت	۲۰ روپیہ
کاتب	حبیب ہادی رفاعی

اعجاز پرنٹنگ پریس چھتہ بازار حیدرآباد

فون نمبر ۴۵۸۷۳

ملنے کے پتے

۱۔ ڈیوڑھی حضرت مولوی محمودؒ 20-7-178 فتح دروازہ
۲۔ اسٹوڈنٹس بک ڈپو چارمینار   ۳۔ حسامی بک ڈپو مچھلی کمان
۴۔ مکتبہ انوارِ مصطفےٰ مغل پورہ   ۵۔ ادبی مرکز اعجاز پریس چھتہ بازار
۶۔ بروز جمعۃ باب الداخلہ مسجد بالا کنڈہ

فہرست

نشان سلسلہ	اسمائے گرامی	صفحہ نمبر	نشان سلسلہ	اسمائے گرامی	صفحہ نمبر
	مشکوٰۃ ہیجدہم			**مشکوٰۃ نوزدہم**	
۱	حضرت سیدنا سید سیف الدین ابو ذکریا یحییٰ رح	۱-۳	۱	حضرت سیدنا سید شمس الدین محمد رح	۴۰-۴۲
۲	״ ״ شیخ نصیر الدین چراغ دہلوی رح	۳-۹	۲	״ ״ سید محمد حسینی گیسو دراز رح	۴۲-۵۴
۳	״ ״ امیر حسن علاء سنجری رح	۱۰-۱۱	۳	״ ״ میر سید محمد بن جعفر مکی رح	۵۴-۵۶
۴	״ ״ شیخ برہان الدین غریب رح	۱۱-۱۲	۴	״ ״ مخدوم جہانیان سید جلال بخاری رح	۵۷-۵۸
۵	״ ״ شیخ وجیہ الدین یوسف ثانی رح	۱۲-۱۳	۵	״ ״ امام عبداللہ یافعی رح	۵۸-۵۹
۶	״ ״ شیخ شہاب الدین امام رح	۱۳-۱۴	۶	״ ״ باباشاہ کوچک ولی رح	۵۹-۶۰
۷	״ ״ شیخ شمس الدین بن یحییٰ رح	۱۴-۱۶	۷	״ ״ خواجہ بابا سماسی رح	۶۰-۶۱
۸	״ ״ شیخ قطب الدین منور رح	۱۶-۱۸	۸	״ ״ سید امیر کلال رح	۶۱-۶۲
۹	״ ״ شیخ حسام الدین ملتانی رح	۱۸-۱۹	۹	״ ״ خواجہ بہاء الدین نقشبند رح	۶۲-۶۵
۱۰	״ ״ شیخ فخر الدین آزادی رح	۲۰	۱۰	״ ״ خواجہ مسعود بیگ رح	۶۶-۶۷
۱۱	״ ״ شیخ علاء الدین نیلی رح	۲۱	۱۱	״ ״ مولانا خواجگی رح	۶۷-۶۸
۱۲	״ ״ شیخ سراج الدین عثمان رح	۲۲-۲۴	۱۲	״ ״ مولانا احمد تھانیسری رح	۶۸-۶۹
۱۳ا۲۳	״ سلطان المشائخ کے دیگر مریدین	۲۴-۲۹	۱۳	״ ״ شیخ صدر الدین حکیم رح	۶۹-۷۰
۲۴	״ سیدنا شمس الدین ترک رح	۲۹-۳۲	۱۴	״ ״ قاضی عبدالمقتدر بن شیخ رکن الدین رح	۷۰-۷۱
۲۵	״ ״ شیخ رکن الدین علاء الدولہ سمنانی رح	۳۲-۳۵	۱۵	״ ״ شیخ محمد متوکل کنتوری رح	۷۱-۷۲
۲۶	״ ״ شیخ صفی الدین ابو الفتح اسحاق رح	۳۵-۳۶	۱۶	״ ״ شیخ معین الدین رح	۷۳
۲۷	״ ״ خواجہ شمس الدین محمد حافظ شیرازی رح	۳۷-۳۸	۱۷	״ ״ شیخ دانیال عرف مولانا محمد رح	۷۳-۷۵
۲۸	״ ״ شیخ زین الدین خوافی رح	۳۸-۳۹	۱۸	״ ״ شیخ علاء الدین برگانی رح	۷۵-۷۶

۱۹ حضرت سیدنا شیخ تاج الدین شیر سوار رح ۷۶-۷۷
۲۰ ،، ،، مظفر بن شیخ شمس الدین بلخی رح ۷۷-۷۹
۲۱ ،، ،، میر سید علی ہمدانی رح ۷۹-۸۱
۲۲ ،، ،، شیخ جلال الحق والدین رح ۸۱-۸۲

مشکوٰۃ بستم

۱ حضرت سیدنا سید علاء الدین ابو الحسن علی رح ۸۲-۸۵
۲ ،، ،، سید محمد اکبر رح ۸۶-۸۸
۳ ،، ،، سید محمد اصغر رح ۸۸-۹۰
۴ ،، ،، شیخ عبد الحق ردولوی رح ۹۱-۹۸
۵ ،، ،، شیخ نور قطب عالم بنگالی رح ۹۸-۱۰۱
۶ ،، ،، میر سید اشرف جہانگیر سمنانی رح ۱۰۱-۱۰۹
۷ ،، ،، خواجہ علاء الدین عطار رح ۱۰۹-۱۱۱
۸ ،، ،، خواجہ حسن عطار رح ۱۱۱-۱۱۲
۹ ،، ،، خواجہ یوسف بن خواجہ حسن عطار رح ۱۱۲
۱۰ ،، ،، خواجہ محمد بن محمود پارسا رح ۱۱۳-۱۱۴
۱۱ ،، ،، خواجہ ابو النصر پارسا رح ۱۱۴-۱۱۵
۱۲ ،، ،، خواجہ علاء الدین غجدوانی رح ۱۱۵
۱۳ ،، ،، خواجہ یعقوب چرخی رح ۱۱۶-۱۱۷
۱۴ ،، ،، مولانا نظام الدین خاموش رح ۱۱۷-۱۱۸
۱۵ ،، ،، خواجہ مولانا سعد الدین کاشغری رح ۱۱۸-۱۱۹
۱۶ ،، ،، شیخ زین الدین ابوبکر خوافی رح ۱۱۹-۱۲۰
۱۷ ،، ،، شیخ سراج الدین عالم ملتانی رح ۱۲۱
۱۸ حضرت سیدنا میر سید قاسم انوار رح ۱۲۱-۱۲۲
۱۹ ،، ،، شیخ کمال خجندی رح ۱۲۲-۱۲۳
۲۰ ،، ،، مولانا اعز الدین مغربی رح ۱۲۳-۱۲۴
۲۱ ،، ،، میر سید نعمت اللہ ولی رح ۱۲۴-۱۲۸
۲۲ ،، ،، سید صدر الدین راجو قتال رح ۱۲۸-۱۲۹
۲۳ ،، ،، شیخ کبیر الدین اسمٰعیل رح ۱۳۰
۲۴ ،، ،، شیخ سراج الدین سوختہ رح ۱۳۰-۱۳۱
۲۵ ،، ،، شیخ اخی راجگیری رح ۱۳۲-۱۳۴
۲۶ ،، ،، شیخ قوام الدین رح ۱۳۵-۱۳۶
۲۷ ،، ،، مخدوم سارنگ رح ۱۳۷-۱۳۸
۲۸ ،، ،، مخدوم شیخ فتح اللہ رح ۱۳۹-۱۴۰
۲۹ ،، ،، شیخ ابو الفتح جونپوری رح ۱۴۰-۱۴۲
۳۰ ،، ،، شیخ حسام الدین مانکپوری رح ۱۴۲-۱۴۳
۳۱ ،، ،، بابا اسحاق مغربی رح ۱۴۳-۱۴۶
۳۲ ،، ،، شیخ احمد کھٹو رح ۱۴۷-۱۵۱

مشکوٰۃ بست و یکم

۱ حضرت سیدنا سید بدر الدین حسن رح ۱۵۵-۱۵۶
۲ ،، ،، مخدوم شیخ قاضن رح ۱۵۶-۱۵۷
۳ ،، ،، شیخ رفعت الدین رح ۱۵۸
۴ ،، ،، شیخ سجاقی رح ۱۵۸-۱۵۹
۵ ،، ،، حاجی میر سید عبد الرزاق رح ۱۵۹-۱۶۱
۶ ،، ،، شیخ صفی الدین حنفی رح ۱۶۱-۱۶۲

۷	حضرت سیدنا شیخ عبدالقدوس ؒ	۱۶۲-۱۶۵	۵	حضرت سیدنا قاضی محمد ؒ	۱۹۶-۱۹۷
۸	〃 〃 شیخ جلال ؒ	۱۶۵-۱۶۶	۶	〃 〃 شیخ محمد ہاشم ؒ	۱۹۷-۱۹۸
۹	〃 〃 شیخ محمد بن عیسیٰ تاج	۱۶۷-۱۶۸	۷	〃 〃 شیخ بدیع الدین مدار ؒ	۱۹۸-۲۰۰
۱۰	〃 〃 میر سید برہان الدین قطب عالم ؒ	۱۶۸-۱۶۹	۸	〃 〃 قاضی شہاب الدین دولت آبادی ؒ	۲۰۰-۲۰۱
۱۱	〃 〃 شاہ عالم محبوب عالم ؒ	۱۶۹-۱۷۲	۹	〃 〃 شیخ صلاح الدین درویش ؒ	۲۰۱
۱۲	〃 〃 شیخ سراج ؒ	۱۷۲-۱۷۴	۱۰	〃 〃 شیخ بہاء الدین بن ابراہیم بن عطاء اللہ ؒ	۲۰۱-۲۰۳
۱۳	〃 〃 داور الملک بن محمود ؒ	۱۷۴-۱۷۵	۱۱	〃 〃 مخدوم شیخ محمد ؒ	۲۰۳
۱۴	〃 〃 شیخ نجم الدین گجراتی ؒ	۱۷۵-۱۷۶	۱۲	〃 〃 مخدوم شیخ عبدالقادر ؒ	۲۰۳-۲۰۵
۱۵	〃 〃 مخدوم شیخ کبیر ؒ	۱۷۶-۱۷۸	۱۳	〃 〃 مخدوم شیخ عبدالرزاق ؒ	۲۰۵
۱۶	〃 〃 شاہ جلال گجراتی ؒ	۱۷۸	۱۴	〃 〃 میر سید اسمٰعیل	۲۰۵-۲۰۶
۱۷	〃 〃 شاہ میانجیو ؒ	۱۷۸-۱۷۹	۱۵	〃 〃 شاہ فیض ؒ	۲۰۶
۱۸	〃 〃 سید شاہ علی سانگمرے سلطان ؒ	۱۸۰	۱۶	〃 〃 میر سید ابراہیم ؒ	۲۰۶-۲۰۸
۱۹	〃 〃 مخدوم سید شاہ ضیاء الدین بیابانی ؒ	۱۸۰	۱۷	〃 〃 شیخ سلیمان ابن عثمان ؒ	۲۰۸
۲۰	〃 〃 شیخ داؤد ؒ	۱۸۱	۱۸	〃 〃 شیخ زین الدین ؒ	۲۰۸-۲۰۹
۲۱	〃 〃 شیخ جمال اولیاء ؒ	۱۸۲	۱۹	〃 〃 شیخ جمالی ؒ	۲۰۹
۲۲	〃 〃 شیخ حسین معز البخاری ؒ	۱۸۲-۱۸۴	۲۰	〃 〃 مخدوم شاہ اشرف بیابانی ؒ	۲۱۰
۲۳	〃 〃 مخدوم شیخ حسام الدین ؒ	۱۸۵-۱۸۸	۲۱	〃 〃 سید عبدالوہاب ؒ	۲۱۲-۲۱۳
			۲۲	〃 〃 شاہ عبدالرزاق ؒ	۲۱۲-۲۱۳
	مشکوٰۃ بیست و دوم		۲۳	〃 〃 شیخ جنید حصاری ؒ	۲۱۳
			۲۴	〃 〃 شیخ بہاء الدین باجن ؒ	۲۱۴-۲۱۶
۱	حضرت سیدنا سید شہاب الدین احمد ؒ	۱۸۹-۱۹۰	۲۵	〃 〃 شاہ اسحٰق ؒ	۲۱۶
۲	〃 〃 شیخ فتح اللہ شہرت ہدیۃ اللہ ؒ	۱۹۰-۱۹۱			
۳	〃 〃 شیخ حمید ظہور حاجی حضور ؒ	۱۹۱-۱۹۲			
۴	〃 〃 شیخ محمد غوث گوالیری ؒ	۱۹۲-۱۹۶			

حقیقت حال

بحمد اللہ مشکوٰۃ النبوت کی جلد اول تا چہارم منظر عام پر آنے کے بعد اب جلد پنجم زیور طبع سے آراستہ ہو کر اصحاب ذوق کے ملاحظہ میں پیش ہو رہی ہے۔ ابتداً یہ کام دشوار نظر آرہا تھا لیکن نامساعد حالات کے باوجود تائید ایزدی شامل حال رہی خود حق سبحانہ تعالیٰ کا ارشاد ہے والذین جاھدوا فینا لنھدینّھم سبلنا جیسے جیسے کام بڑھتا گیا ارباب ذوق واصحاب نسبت کا تعاون بھی بڑھتا گیا اور بمصداق ؎

بہر کارے کہ ہمت بستہ گردد ٭ اگر خارے بود گلدستہ گردد

اولیاء کرام اور صوفیائے عظام کے مناقب انکے حالات زندگی ان کی رشد و ہدایت و طریق سلوک کا ایک لہلہاتا گلستان تیار ہو گیا۔

جلد اول میں حضور پرنور آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت طیبہ اور آپ کے غزوات پھر خلفائے راشدین، عشرہ مبشرہ اور دیگر اصحاب اس طرح جملہ (۱۲) اکابرین کا مجملی تذکرہ کیا گیا۔ جلد دوم (۴۴)، جلد سوم (۱۱۵) اور جلد چہارم (۱۰۶) تذکروں پر مشتمل تھی اب اس جلد میں (۱۳۱) بزرگان دین کا تذکرہ مرقوم ہے اس طرح مجموعی طور پر (۷۱۴) اکابرین اور صلحائے امت کی حیات طیبہ اور ان کے مسالک سپرد قلم کئے گئے مزید دو جلدوں کی طباعت کے بعد یہ کام پایۂ تکمیل کو پہونچ جائیگا اس کام کی وسعت کا اندازہ اس امر سے کیا جاسکتا ہے کہ اس کتاب میں جس قدر زعمائے ملت کے حالات بیان کئے گئے ہیں وہ تذکرہ کی کسی دوسری مشہور کتاب میں دستیاب نہیں ہیں اس لحاظ سے مشکوٰۃ النبوۃ فن تذکرہ میں اپنی نوعیت کی واحد کتاب ہے اور اس کتاب کے مرتب ہونے کے بعد اس فن میں جتنی مشہور کتابیں ترتیب پائی ہیں ان کا اصل ماخذ یہی کتاب رہا۔ انشاء اللہ جلد ششم بھی عنقریب طباعت کے مراحل طے کرے گی۔ وما ذلك على الله بعزيز

ابو الفضل سید محمود قادری (سابق سشن جج)
دیوڑھی حضرت مولوی سید محمود 175-7-20 فتح دروازہ حیدرآباد

۲۵ر جنوری سنہ ۱۹۸۴ء

مشکوٰۃ ہیجدہم

ذکر شریف

تفسیر سورۂ والتین و والضحیٰ معنیٔ قرآن مبین یٰسین و طٰہٰ سید سیف الدین ابوذکری الحیی رضی اللہ عنہ

حضرت کا نام یحییٰ بن احمد بن محمد نصر بن عبدالرزاق ہے۔ چنانچہ صاحب تحفۃ الابرار لکھتے ہیں کہ الشیخ سیف الدین ابوذکری یحییٰ بن احمد بن محمد بن نصر بن عبدالرزاق بن شیخ عبدالقادر الجیلی الاصل البغدادی المولد وھو اول من نزل بحماہ من ھذہ الذریۃ الطاھرۃ المبارکۃ واستوطنھا وحصل الحمویین بہ الانس والبرکۃ والابتھاج واخذوا عنہ والتقوا بصحبۃ کثیرًا واثنی علیہ المورخ زین الدین الوردی فی الجزء الاخر من تاریخہ وذکرًا جمیلاً من شجاعتہ وشھامتہ وسخاوتہ وورعہ ومروّتہ وتشفقہ ومکارم اخلاقہ رضی اللہ عنہ

یعنی صاحب تحفۃ الابرار لکھتے ہیں کہ سیدنا الشیخ سیف الدین ابوذکری یحییٰ ابن احمد بن محمد بن نصر بن عبدالرزاق بن الشیخ عبدالقادر جیلی الاصل اور بغدادی المولد تھے اور وہ پہلے شخص تھے جو حضرت غوث الثقلین کی اولاد سے موضع حماہ میں منتقل ہوئے اور اسکو اپنا وطن بنالیا آپ کی تشریف آوری کے بعد حماہ کے رہنے والوں کو آپ کے قدوم مبارک کی برکت سے انس و برکت اور سرور حاصل ہوا اور وہاں کے لوگ آپکی فیض صحبت سے متقی اور پرہیزگار ہوگئے شیخ زین الدین وردی جو اپنے وقت کے مورخ تھے اپنی تاریخ کے آخر میں آپ کی مدح و ثنا کرتے ہیں اور آپ کی شجاعت، شہامت، سخاوت، زہد و ورع، شفقت اور مکارم اخلاق کا ذکر کرتے ہیں۔ پھر لکھتے ہیں کہ خدائے تعالےٰ آپ سے راضی رہے۔

ایک اور مقام پر صاحب تحفۃ الابرار فرماتے ہیں کہ قال الامام شہاب الدین احمد بن حجر العسقلانی فی تاریخہ الدرۃ الکاملۃ وکان یحییٰ البوذکری قد حفظ القرآن الکریم بدمشق و سمع تفقہ بدمشق من الفخر علی بن البخیار وغیرہ وحدث بدمشق وبغداد والجبال وکان مشہور بالعلم والصلاح والعبادۃ والسیاح ثم مسک بکفہ ذہبًا ولا فضۃ فی طول عمرہ مع الجود المفرط والحشمۃ والاحسان الناس والتودد وکان ہو واہلبیتہ معروفین بنصائحہ الاسلام والمسلمین۔

یعنی امام شہاب الدین احمد بن حجر العسقلانی اپنی تاریخ میں درۃ الکاملۃ میں لکھتے ہیں کہ سید سیف الدین یحییٰ کی کنیت ابوذکریٰ تھی آپ نے دمشق میں قرآن حفظ کیا اور وہیں فخر علی بن نجار سے علم فقہ حاصل کیا اور علم حدیث بغداد اور بعض پہاڑوں میں بعض اہل حدیث سے جو وہاں پوشیدہ تھے حاصل کیا اور آپ علم صلاح، عبادت اور سیاحی میں مشہور تھے اپنے ہاتھ میں سیم و زر نہ روک رکھا بلکہ جود وسخا سے کام لے کر فقراء میں تقسیم کر دیا اور آپ کے اہلبیت بھی مناصحت اسلام والمسلمین میں مشہور و معروف تھے یعنی جس سے بھی ملتے بجز نصیحت آمیز کلام کے کوئی اور گفتگو نہ کرتے۔

صاحب تحفۃ الابرار یہ بھی لکھتے ہیں کہ شیخ تقی الدین ابوالصدق جو اپنے وقت کے امام اور علامہ تھے اپنی مشہور تاریخ میں لکھتے ہیں کہ سید سیف الدین ذکری یحییٰ ابن احمد بن محمد بن نصر الی آخرہ مرد صالح اور عابد ذی وجاہت تھے۔ حماۃ کو اپنا وطن بنا لیا تھا اور وہیں ۷۳۴ھ میں آپکی وفات ہوئی۔

اور شیخ شہریار بن ناصر الدین دمشقی لکھتے ہیں سید سیف الدین ذکری نے اپنے پدر بزرگوار سید ظہیر الدین ابوسعود احمد سے حدیث کی سند لی اور قاضی بارزی سے سنز کی تجدید کی جو اسوقت حماۃ کے مسند شریعت پر متمکن تھے۔ شہریار یہ بھی لکھتے ہیں کہ سید سیف الدین ذکری یحییٰ نے اپنے آخری وقت میں وصیت کی تھی کہ مجھے قاضی بارزی کی قبر کے پہلو میں دفن کیا جائے چنانچہ ایسا ہی ہوا جو اب تک حماۃ میں باب الناعورہ کے نام سے مشہور ہے۔

تحفۃ الابرار میں مرقوم ہے کہ و دفن بتربتہ ظاہر باب الناعورۃ بجاہ الزاویۃ القادریۃ بحماۃ رحمۃ اللہ تعالیٰ واعقب الشیخ سیف الدین البوذکری باہذا ولدًا و ذکرًا اسماہ الشیخ شمس الدین محمد۔

یعنی سید سیف الدین ابوذکری یحییٰ کو تربت باب الناعورہ میں دفن کیا گیا جو حماۃ میں زاویہ قادریہ کے

کے نام سے مشہور ہے انکو ایک صاحبزادے تھے جنکا نام سید شمس الدین محمد تھا۔

ابو عبد اللہ ملفوظات شاہ عصمت اللہ قادری میں لکھتے ہیں کہ حضرت غوث الثقلین کی اولاد سے آپ پہلے شخص تھے جو حماۃ تشریف لائے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

کسی نے یہ بیت نظم کی ہے کہ ؎

قال محبتا الليل اطلع فجره　　وما ذالك الا نوره حين اسفره
وما دخلنا من ذالك الحسن هيبة　　وغنا عنا علم ندور ما جرى

ذکر شریف

مقرب حضرت معبود شاہد باشہود قطب ارشاد شیخ نصیر الدین محمود رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ کے پدر بزرگوار کا نام شیخ یحییٰ اودھی تھا جو کبار ہندوستان سے تھے آپ کے صاحبزادے شیخ نصیر الدین محمود اولیاء میں بلند مرتبت علم وافر اور احوال مستور کے مالک تھے۔ ابتدائے حال سے انتہائے سلوک تک ریاضت و مجاہدات میں مشغول رہے۔ مرتبہ تسلیم و رضا میں آپ بے نظیر تھے۔ آپ کا سب میں بڑا کمال یہ ہے کہ آپ سے خوارق عادات کم ظاہر ہوئے اور ہمیشہ آپ متبع شریعت رہتے تھے۔ آپ شیخ المشائخ کے خلیفہ اور مرید کامل تھے اور سلطان المشائخ کے انتقال کے بعد دہلی میں آپ کی مسند ارشاد پر فائز ہوئے۔ اور ایک عالم کو اپنے فیوض سے درجۂ کمال کو پہونچا دیا۔ آپ کے خلفاء کا ذکر آگے لکھا جائے گا۔

صاحب لطائف اشرفی لکھتے ہیں کہ اگرچہ کہ سلطان المشائخ کے تمام خلفاء کامل تھے لیکن حق تعالیٰ نے شیخ نصیر الدین محمود کو وہ مرتبہ کرامت عنایت فرمایا تھا جس تک کوئی نہیں پہونچا اور آپ سے اتنے آثار ولایت ظاہر ہوئے کہ کسی اور کیلئے ظاہر نہ ہوئے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے۔

غلام ہمت بلندش ایاز مقصود است　　کسیکہ ہمت او چوں نصیر محمود است
شد او وصول خدا بمعو نقش ہمچوں　　مکینہ منزل ادنیٰ مقام محمود است

صاحب مراۃ الاسرار رقمطراز ہیں کہ آپ کا لقب چراغ دہلوی ہے۔

صاحب سیر العارفین آپکی وجہ تلقب یہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ مخدوم جہانیاں کعبہ مکرمہ کی زیارت کے لئے تشریف لے گئے وہاں امام عبداللہ یافعی سے ملاقات ہوئی انہوں نے کہا کہ قبل ازیں دہلی میں بہت بزرگ تھے لیکن اب دہلی کا چراغ نصیر الدین محمود سے روشن ہے اس وقت سے آپ چراغ دہلوی مشہور ہو گئے۔

یہ بھی کہتے ہیں کہ نصیر الدین محمود کے دادا جنکو شیخ عبداللطیف کہتے ہیں خراساں سے لاہور آکر سکونت پذیر ہوئے وہاں انہیں ایک فرزند پیدا ہوئے جنکا نام شیخ یحیٰی تھا اسکے بعد شیخ نے لاہور سے مراجعت کی اسکے بعد شیخ یحیٰی سے شیخ نصیر الدین محمود پیدا ہوئے جب شیخ نصیر الدین محمود کی عمر نو سال ہوئی تو سایہ پدری جاتا رہا۔ آپ کی والدہ ماجدہ نے جو نہایت صالحہ تھیں آپکے علوم ظاہری کے حصول کے لئے بہت کوشش کی یہانتک کہ آپ نے ہر علم میں کافی دستگاہ حاصل کرلی اور آپ پچیس سال کی عمر میں ترک تجرید کرکے مجاہدہ نفس میں مشغول ہو گئے سات سال تک ایک درویش کے ساتھ صحرا نوردی میں مصروف رہے۔ اکثر جنگلی پھلوں سے افطار کیا کرتے تھے تینتالیس سال کی عمر میں اودھ سے دہلی پہونچے اور سلطان المشائخ کی ارادت سے بہرہ مند ہوئے ایک عرصہ تک انکی خدمت میں رہے لیکن کبھی کبھی اپنی والدہ اور بہن کی خاطر اودھ جایا کرتے۔ چند دن وہاں رہ کر پھر سلطان المشائخ کی خدمت میں لوٹ جاتے اور ریاضت شاقہ میں مشغول ہو جاتے۔ چنانچہ خود فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ نفس آرام طلبی کا عادی ہو گیا اس کو رفع کرنے کے لئے رُب لیموں کا اسقدر استعمال کیا کہ قریب تھا کہ ہلاک ہو جاؤں میں نے کہا کہ اس شخص کا ہلاک ہو جانا ہی بہتر ہے تاکہ دفع نفس ہو۔ یہ بھی فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ غایت مجاہدہ میں دس روز تک میں نے کچھ غذا استعمال نہ کی جب اسکی اطلاع سلطان المشائخ کو ہوئی تو مجھے اپنے پاس بلایا اور خواجہ اقبال سے فرمایا کہ ایک نان اور حلوا لاؤ۔ اور مجھے عنایت فرما کر کہا کہ کھالو۔ غلبہ ضعف ریاضت کے باعث چند روز نان اور حلوا کھاتا رہا۔ الغرض سلطان المشائخ کے دس خلفاء میں جو عشرہ مبشرہ کے مانند تھے آپ مخصوص حیثیت رکھتے تھے۔ آپکے کمالات اظہر من الشمس ہیں چنانچہ بتیس ۳۲ سال تک سلطان المشائخ کی سجادگی کا حق ادا کرتے رہے اور اس میں سر مو دریغ نہ کیا اس سے بڑھکر آپ کی کیا کرامت ہو گی۔

دوسری کتابوں میں مسطور ہے کہ سلطان محمد تغلق نے جو ظالم سرشت تھا شیخ نصیر الدین محمود کو بہت تکلیف پہونچائی اور جب ملک ٹھٹھہ کی جانب لشکر کشی کی تو حکم دیا کہ تمام مشائخ اور علماء دہلی ساتھ چلیں اور شیخ نصیر الدین محمود

کو بھی زحمت ہمراہی دیں۔ آپ بڑے حلم و بردباری سے سلطان کی اطاعت قبول کی لیکن یہ فرمایا کہ میرا ساتھ جانا مناسب نہیں ہے عجب نہیں سلطان کو لوٹنا پڑے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور سلطان محمد بن غیاث الدین تغلق نے اثنائے راہ میں بتاریخ یکم محرم ۷۵۲ھ میں وفات پائی کیونکہ اس کو کوئی نرینہ اولاد نہ تھی اسلئے تیسرے روز باتفاق جمیع علماء و ارکان دولت حضرت شیخ نصیر الدین محمود نے اسکے چچازاد بھائی سلطان فیروز شاہ بن رجب کو تخت نشین کیا۔ سلطان فیروز شاہ حضرت علاؤ الدین گنج شکر کا مرید تھا اس سلسلہ کے سبب شیخ نصیر الدین محمود سے بھی اسکو کمال عقیدت تھی بعض لوگ کہتے ہیں کہ سلطان محمد بن غیاث الدین تغلق نے شیخ نصیر الدین محمود کو اپنا جانشین کیا جو محض غلط بیانی پر مبنی ہے اور جسکا ذکر کسی تاریخی کتاب میں نہیں ہے۔

میر سید محمد مکی بحر المعانی میں تحریر فرماتے ہیں کہ جب اس سن میں شیخ نصیر الدین محمود سلطان فیروز شاہ کے ہمراہ دار الخلافت دہلی روانہ ہوئے تو سلطان کا لشکر ہانسی کے قریب اترا۔ اطلاع ملی کہ شیخ قطب الدین منور شیخ نصیر الدین محمود کے ملاقات کے لئے آرہے ہیں حضرت شیخ نے اپنے ایک خادم کے ذریعہ کہلا بھیجا کہ آپ وہیں رہیں میں خود آپ سے ملنے کے لئے آرہا ہوں تاکہ سلطان فیروز شاہ بھی آپکی شرف ملاقات حاصل کرے۔ حضرت شیخ ہانسی کی طرف روانہ ہوئے جب یہ خبر سلطان تک پہونچی تو وہ بھی شیخ قطب الدین منور کے گھر کا رخ کیا جب قریب پہونچے تو ہجوم خلق کی وجہ سے حضرت شیخ نے اٹھ کر مولانا منور سے فرمایا کہ مجھے واپسی کی اجازت دیں لیکن شیخ منور نے خاموشی اختیار کی اور اجازت مرحمت نہ فرمائی۔ جب حضرت شیخ راستہ میں سلطان سے دوچار ہوئے تو سلطان نے استدعا کی کہ میں نے منت مانگی ہے کہ میں آپ دونوں کو ایک مجلس میں پاؤں۔ لہذا دوسری بار حضرت شیخ سلطان کے ساتھ شیخ منور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ہمنشینی اختیار کی بوقت روانگی شیخ منور نے فرمایا کہ میرے بھائی شیخ نصیر الدین اب وداع کی اجازت ہے۔ سلطان نے لفظ "اب" سے متعجب ہو کر حضرت شیخ سے سوال کیا۔ انہوں نے جواب دیا کہ تمہارے آنے سے قبل میں ان سے رخصت ہو چکا تھا لیکن انہوں نے مجھے وداع نہیں کیا وہ جانتے تھے کہ ابھی صحبت باقی ہے۔ چنانچہ تم واپس آئے۔ سلطان نے کہا کہ کیا آپ کو میری آمد کا علم نہ تھا۔ حضرت شیخ نے فرمایا کہ ہاں نہ تھا کیونکہ میں ان کی حدود ولایت میں تھا۔ یہ جواب آپ نے سلطان کے حوصلہ کے موافق اور حضرت شیخ منور کے افتخار کے پیش نظر دیا تھا۔ جب خلوت خاص میں بندۂ درگاہ نے دریافت کیا کہ اے مخدوم آپکو تو دونوں جہان کی بصیرت حاصل ہے

یہ آپ نے کیا جواب دیا تو آپ نے فرمایا کہ اے فرزند تجلّیٔ آفتاب میں اخیار قلبی و عالمی دونوں موجود رہتے ہیں ان پر یہ بات روشن تھی سبحان اللہ وسط سلوک ہی میں مکاشفہ کا یہ حال تھا کہ خوردسالی ہی میں میر سید محمد مکی کو بشارت دی تھی کہ تم تین سو ساٹھ اولیاء کی نعمتوں سے سرفراز ہونگے۔ چنانچہ آخر عمر تک ان کو یہ نعمت حاصل ہوئی۔ انتہائے سلوک میں خود اپنی خبر نہ رہتی تھی۔

چنانچہ سیر العارفین میں مذکور ہے کہ ایک روز شیخ نصیر الدین محمود اپنے حجرہ خاص میں مشغول ریاضت تھے عین عالم استغراق میں ایک قلندر داخل ہوا اسکے پاس چاقو تھا جس سے آپ کے جسم مبارک پر گیارہ زخم لگائے یہانتک کہ حجرہ سے خون باہر بہنے لگا اور آپ اسی طرح عالم استغراق میں تھے الغرض بعض مریدوں نے جب یہ حال دیکھا تو حجرہ میں داخل ہوئے اور چاہا کہ اس قلندر کو سزا دیں۔ کسی قدر افاقہ ہونے کے بعد شیخ نصیر الدین محمود نے اپنے خاص مریدوں قاضی عبد المقتدرؒ شیخ صدر الدین حکیم اور شیخ زین الدین علی کو قسم دی کہ تم میں سے کوئی شخص قلندر کی مزاحمت نہ کرے اور بیس درہم بطور انعام دے کر اسکو رخصت کیا اور فرمایا کہ چاقو سے ضرب لگانے میں تمہارے ہاتھ کو تکلیف پہونچی ہوگی۔ سبحان اللہ حضرت شیخ کے کمالات اور تسلیم و رضا کا اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے اس واقعہ کے بعد آپ تین سال تک بقید حیات رہے۔

میر سید محمد مکی بحر المعانی میں لکھتے ہیں کہ حضرت قطب عالم شیخ نصیر الدین محمود اٹھائیس سال تین ماہ تک قطب مداری میں رہے۔ اور یہ مرتبہ آپ کو صبر و تحمل کی وجہ سے ملا تھا اسکے بعد آپ مقام فردانیت میں داخل ہوئے اور عالم فردانیت ہی سے عالم بقا کو رحلت فرمائی۔

بحر المعانی میں یہ بھی مذکور ہے کہ مرتبہ اقطاب اور قطب مدار کیا ہے۔ سنو کہ اقطاب وہ لوگ ہیں جو بڑے سے بڑے ولی کو بھی ولایت سے معزول کر سکتے ہیں اور مرتبہ قطب مدار جو قطب عالم ہوتا ہے یہ ہے کہ اگر وہ چاہے کہ کسی قطب کو مقام قطبیت سے معزول کرے تو کر سکتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ فرشتے کو حکم دیتا ہے کہ حسب منشاء قطب مدار عمل کرے اور احکام لوح محفوظ بھی قطب مدار کا تصرف ہوتا ہے اور عرش کرسی اور دوسرے متفرق امور اس سے وابستہ ہوتے ہیں اور جب وہ مقام فردانیت پہ ترقی کرتا ہے یہ تصرفات محو ہو جاتے ہیں یعنی فردانیت انبساط اور موانست کا مقام ہے لہٰذا اسکا خود کوئی مقصد بجز حق تعالیٰ کے مقصود نہیں ہوتا۔ کہتے ہیں کہ سلطان المشائخ کے مریدین میں ایک قلندر شیخ حمید نامی تھا جو ایک زمانہ تک شیخ برہان الدین غریب کی صحبت میں رہا اور ان کے ملفوظات جمع کئے اسکے بعد شیخ نصیر الدین محمود کی صحبت

اختیار کی اور آپ کے بھی ملفوظات جمع کئے اور ان کا نام خیر المجالس رکھا جس میں حضرت شیخ نصیر الدین محمود کے تفصیلی حالات درج ہیں۔ وہ یہ بھی لکھتے ہیں کہ شیخ نصیر الدین محمود اکثر اس بیت پر وجد فرماتے تھے وہ بیت یہ ہے ؎

جفا بر عاشقاں گفتی نخواہم کرد ہم کردی ٭ قلم بر بیدلاں گفتی نخواہم راند ہم راندی

صاحب سیر العارفین لکھتے ہیں کہ جب حضرت شیخ نصیر الدین محمود کا وقت اخیر قریب پہونچا اپنے دونوں بھانجوں شیخ زین الدین اور شیخ کمال الدین کو جو آپ کے محرم راز تھے طلب فرمایا اور انکو مخصوص وصیت فرمائی یہ دونوں بزرگ دہلی میں حضرت شیخ کے روضہ کے جوار میں مدفون ہیں حضرت شیخ کمال الدین کی اولاد ہنوز گجرات احمد آباد میں موجود ہے۔ اور حضرت شیخ زین الدین کی اولاد قصبۂ جوارسی میں سکونت پذیر ہے۔ الغرض شیخ زین الدین اور شیخ کمال الدین نے حضرت شیخ کی خدمت میں عرض کیا کہ حضرت کے انتقال کے بعد خرقہ اور سجادگی کسے دینے کا حکم ہوتا ہے۔

حضرت شیخ نے فرمایا جس درویش کے متعلق تم کو حسن ظن ہو ان کے نام لکھ کر لاؤ۔ ان لوگوں نے تین دفعہ حضرت شیخ کے خلفاء کا تذکرہ لکھ کر پیش کیا۔ جس میں اعلیٰ اوسط اور ادنیٰ سب شامل تھے۔ جب آپ نے یہ فہرست دیکھی تو ارشاد فرمایا کہ ان سے کہو بجائے دوسروں کے ناز اٹھانے کے ایمان کی فکر کریں اسکے بعد وصیت فرمائی کہ وہ خرقہ جو میں نے سلطان المشائخ سے حاصل کیا تھا قبر میں میرے سینہ پر اور حضرت سلطان المشائخ کا عصا میرے بازو رکھدینا اور میرے مرشد کی تسبیح کو میری انگشت شہادت پر لپیٹ دینا اور چوبی پیالہ کو میرے سر کے نیچے رکھنا اور کھڑاویں میرے آغوش میں رکھنا چنانچہ حسب وصیت عمل کیا گیا۔

صاحب مرآۃ الاسرار تحریر فرماتے ہیں کہ میر سید محمد حسینی گیسو دراز نے حضرت شیخ کو غسل دیا اسکے بعد جس بان کے پلنگ پر آپ کو غسل دیا گیا تھا اسکی بان کو کھینچ کر اپنی گردن پر ڈال لیا اور فرمایا کہ یہی میرا خرقہ ہے۔ فی الجملہ سید مذکور کو جو مقبولیت حاصل ہوئی اسی ارادت کی برکت سے حاصل ہوئی حضرت شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلوی کی وفات جمعہ کی شب کو ۱۸ رمضان ۷۵۷ھ کو بزمانہ سلطنت سلطان فیروز شاہ واقع ہوئی۔ آپکا مرقد دہلی میں حاجت روائے خلق ہے۔

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

ذکرِ شریف

افصح المتاخرین، مقبول سلطان المشائخین، ملک الشعراء، شاہ قلمرو، حضرت امیر خسرو بن سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ

کمالاتِ صوری و معنوی میں آپ کا نظیر نہ تھا۔ سلطان المشائخ کے آپ مرید خاص تھے جو خلوت اور جلوت میں حاضر رہا کرتے تھے۔ حضرت شیخ نصیر الدین محمود اور حضرت کمال الدین غریب جیسے بزرگ حصول مقاصد کیلئے سلطان المشائخ کی خدمت میں آپکا توسط اختیار کرتے تھے۔

صاحب سیر الاولیاء فرماتے ہیں کہ امیر خسرو دوسروں پر گوئے سبقت لیگئے آپ کا باطن نہایت پاک و صاف تھا اور اہل تصوف کا مشرب آپ کی صورت و سیرت سے آشکار تھا۔ اگرچہ بادشاہوں سے آپ کے تعلقات تھے لیکن آپ ؎ کمر بخدمت سلطان بہ بند صوفی باش۔ کے مصداق تھے۔

صاحب مراۃ الاسرار تحریر فرماتے ہیں کہ جس روز امیر خسرو پیدا ہوئے آپ کے والد بزرگوار حضرت امیر سیف الدین نے جو لاچین کے اشراف سے تھے آپ کو ایک کپڑے میں لپیٹ کر دیوان صاحب کی خدمت میں لے گئے۔ دیوان صاحب نے کہا کہ میرے روبرو ایسے شخص کو لائے ہو جو خاقانی سے دس قدم آگے رہیگا۔ آپ کی ولادت قصبۂ موتیا آباد جو گنگا کے کنارے ہے واقع ہوئی۔

صاحب سیر العارفین لکھتے ہیں کہ جس زمانہ میں امیر خسرو کی عمر آٹھ سال تھی آپ کے والد اپنے فرزندوں کے ساتھ جن میں سے ایک اعز الدین علیشاہ دوسرے حسام الدین احمد اور تیسرے ابو الحسن خسرو تھے اس مقام سے دہلی منتقل ہوئے وہ زمانہ سلطان المشائخ کے ابتدائے ظہور کا تھا۔ امیر سیف الدین اپنے تینوں فرزندوں کے ساتھ حضرت کے مرید ہوگئے وہ نہایت خدا پرست تھے اسّی سال کی عمر میں جام شہادت نوش کیا چنانچہ حضرت امیر خسرو انکی شان میں فرماتے ہیں کہ ؎

سیف از سرم گذشت و دلِ من دو نیم ماند ٭ دریائے خوں روانشد و دُرِ یتیم ماند

والد کے انتقال کے بعد اعز الدین علیشاہ کی بادشاہ وقت کے پاس آمد و رفت رہی وہ بھی سلطان المشائخ کے منظور نظر تھے بڑے فضائل کے حامل تھے ان کے کمالات کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ امیر حسن فوائد الانوار میں لکھتے ہیں کہ سلطان المشائخ کے دو خاص مرید تھے جنمیں ایک شیخ نصیر الدین محمود

چراغ دہلوی اور دوسرے اعز الدین علیشاہ تھے جنکو حضرت نے مکرر خلوت خاص عطا فرمائی تھی اسلئے بعد امیر ابوالحسن خسرو سلطان المشائخ کی جناب میں اتنا رسوخ پیدا کیا کہ سب ان کے محتاج ہوگئے ہر فن میں آپ کا کوئی نظیر نہ تھا علم موسیقی میں ممتاز حیثیت رکھتے تھے۔ سلطان المشائخ بارہا فرماتے تھے کہ میں اپنے وجود سے رنجور ہوں لیکن ترک اللہ سے خوش ہوں اور ترک اللہ سے مراد امیر خسرو تھے۔ چنانچہ خود فرماتے ہیں ؎

بہ زبانت چوں خطاب بندہ ترک اللہ رفت　　دست ترک اللہ بگیر رہم باللہ اش سپار
چوں من مسکیں ترا ازارم اسم بس بود　　نیست حاجت خواہشے امرزش امرزگار

صاحب سیر الاولیاء تحریر فرماتے ہیں کہ سلطان المشائخ تمام معاملات میں آپ سے مشورہ کیا کرتے تھے اور امیر خسرو جو شعر لکھتے سلطان المشائخ کے آگے پیش کرتے ایک روز سلطان المشائخ کی مدحت میں ایک شعر کہا اور اسکو آپکی خدمت میں پیش کیا۔ سلطان المشائخ نے فرمایا کہ جو چاہتے ہو مانگو انہوں نے شیرینیٔ سخن کی استدعا کی آپ نے فرمایا کہ جو شکر جو سرہانے رکھا ہے لاؤ۔ اپنے سر پر سے وارو اور اس میں کچھ کھالو امیر خسرو نے ویسا ہی کیا اس وقت سے شیریں کلام اور رطب البیان ہوگئے لیکن تمام عمر اپنی درخواست سے منفعل رہے کہ میں نے اس وقت اس سے بہتر کوئی چیز کیوں نہ مانگی۔

صاحب سیر الاولیاء یہ بھی لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ سلطان المشائخ نے امیر خسرو سے فرمایا کہ تیری بقا میری بقا پر موقوف ہے۔ چاہیے کہ تمھیں میری قبر کے نزدیک دفن کیا جائے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور کبھی مہربانی سے فرماتے تھے اگر ایک قبر میں دو شخص دفن کئے جاسکتے تو میں اور امیر خسرو ہوتے۔ آپ کے کمالات کا اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ سلطان المشائخ نے ان کے بارے میں ایسی تعریف کی۔ الغرض امیر خسرو سلطان المشائخ کے قریب جوار رحمت میں داخل ہوئے۔ حضرت سلطان المشائخ کی تدفین کے بعد لوٹے تو اپنا چہرہ سیاہ اور پیراہن چاک کر لیا اور سلطان المشائخ کے روضہ مبارک کے سامنے مٹی پر لوٹنے اور رونے لگے۔ چھ مہینے کے بعد بروز چہار شنبہ ۷۲۵ھ میں وفات پائی۔ سلطان المشائخ کے روضہ کے پائین میں دفن ہوئے۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

ذکر شریف

افضل ارباب مہتری، اکمل اصحاب برتری، مقبول حق امیر حسن علاء سنجری رحمۃ اللہ علیہ

آپ سلطان المشائخ کے مصاحبین اور مریدین سے تھے اگرچہ اہل دنیا سے منسوب تھے لیکن سلطان المشائخ کے فیض صحبت سے اوصاف دینی سے متصف تھے چنانچہ سماع کا ذوق اور عشق کی چاشنی کمال درجہ رکھتے تھے۔

آپ کی توبہ کا حال صاحب سیر الاولیا یوں رقم کرتے ہیں کہ ایک روز سلطان المشائخ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کے پاس سے لوٹے اور حوض شمسی کے کنارے پہونچے جہاں بعض بزرگان دین کی مزاریں واقع ہیں تاکہ انکی ارواح طیبہ پر فاتحہ پڑھیں۔ شیخ برہان الدین غریب بھی وہاں پہونچے جو آپ کے ہمراہ رکاب تھے یکایک لوگوں کی نظر خواجہ حسن علاء سنجری پر پڑی جو اپنے احباب کے ساتھ حوض شمسی کے کنارے شراب نوشی میں مشغول تھے ابتدائے حال میں سلطان المشائخ کے ہم نشین رہے تھے لہذا وہ آگے بڑھے اور یہ رباعی پڑھی ؎

سالہا باشد کہ باہم صحبتیم ؛ گر نہ صحبتہا اثر بودی کجاست
زہد شاں فسق از دل ما کم نہ کرد ؛ فسق اہل بہتر از زہد شماست

سلطان المشائخ نے یہ رباعی سنی تو فی الفور فرمایا کہ صحبت با اثر ہوتی ہے آپ کا یہ فرمانا ایسا موثر ہوا کہ سر سے عمامہ اتار کر آپ کے پاؤں پر ڈالدیا اور تمام نامشروعات سے توبہ کرلی اور مرید ہوگئے اس کے بعد سلطان المشائخ نے فرمایا کہ اے حسن تم نے توبہ اس وقت کی جبکہ تم میں گناہ کرنے کی طاقت باقی نہ رہی۔ سلطان المشائخ کی توجہ کے باعث حق تعالیٰ نے آپکو تمام امور میں قبولیت تامہ عطا کی۔ بالخصوص جگر سوز غزلیں لکھنے میں مشاق ہوگئے جن سے آتش محبت کی چنگاریاں عاشقوں کے دلوں سے اٹھتی تھیں اور ستاہان دہلی بھی آپ کے کلام سے محظوظ ہوتے تھے۔

فوائد الفوائد جو سلطان المشائخ کے ملفوظات پر مشتمل ہے آپ کی تصنیف ہے امیر حسن نے تجرد کی زندگی بسر کی۔ حضرت سلطان المشائخ کی رحلت کے بعد جب سلطان محمد تغلق نے اکابرین دہلی کو دیوگیری

کیجانب روانہ کیا تو امیر حسن بھی دیوگیر روانہ ہوئے اور وہیں وفات پائی۔ اور دیوگیر عرف دولت آباد میں حضرت شیخ برہان الدین غریب کے مزار کے قریب مدفون ہوئے۔ آپکی مرقد زیارت گاہِ خلق ہے وہاں کے لوگ آپ کو حسن شیر کہتے ہیں اسلئے کہ رات کے وقت کوئی شخص آپکی مزار کے پاس نہیں رہ سکتا اگر کوئی امتحاناً رات میں وہاں ٹھیر جائے تو اسکو شیر نظر آتا ہے۔ مولف عاصی نے بھی اس قسم کی حکایات دولت آباد کے معتبر لوگوں سے سنی ہیں الحاصل آپکے کمالات بہت ہیں۔ رحمۃ اللہ علیہ

ذکر شریف

مظہرِ عشق حبیب، معنی حُسنِ لطیف، دائی وہو اللطیف، قریب نحن اقرب الیہ القریب

حضرت شیخ برہان الدین غریب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

آپ جمیع کمالات سے آراستہ تھے۔ ذوق سماع میں سلطان المشائخ کے خلفا میں یکتا تھے۔ بزرگوں سے کمال عقیدت تھی۔

چنانچہ سیر العارفین میں مذکور ہے کہ جب سلطان المشائخ حضرت گنج شکر کی خلافت سے سرفراز ہو کر دہلی تشریف لائے تو آپ کے ہمراہ شیخ برہان الدین غریب اور شیخ حسام الدین ملتانی تھے۔ شیخ برہان الدین غریب کو حضرت سلطان المشائخ سے اس درجہ اعتقاد دلی اور محبت تھی کہ لب گور بھی غیاث پور کی جانب پشت نہیں کی۔ آپ کو سماع میں غلو تھا آپ اور آپ کے احباب کے رقص کی طرز جداگانہ تھی آپکے اصحاب آپ کو حلقہ میں لے کر برہان پکارتے۔ جو ایک ساعت بھی آپکی خدمت میں رہتا اور آپ کا کلام سنتا تو تمام عمر آپ کے جمال کا عاشق رہتا۔ بندگان حق کو شیخ کی صحبت اور اعتقاد کی راہ دکھانے میں آپ بے مثل تھے باوجود ان کمالات کے احکام دینی کے مطابق عمل فرماتے۔ حضرت سلطان المشائخ کے انتقال کے بعد حضرت شیخ برہان الدین غریب چند سال بقید حیات رہے اور لوگوں کو حلقہ ارادت میں شامل کرتے رہے اور طالبان حق کی تربیت میں مشغول رہے اکثر لوگ آپ کی تربیت سے درجہ کمال پر پہنچے انکے

ان کے منجملہ شیخ زین الدین تھے جو آپ کی تربیت سے مسند ارشاد پر متمکن ہوئے اور برہان الدین غریب کا سلسلہ ملک دکن میں رائج ہو گیا۔ شیخ حماد بھی جو شمائل الاتقیاء کے مصنف ہیں شیخ برہان الدین غریب کے مرید تھے۔ الغرض شیخ برہان الدین دیوگیر روانہ ہوئے اور وہاں بہت شہرت حاصل کی اور وہیں پر جوار رحمت میں داخل ہوئے۔ تاحال آپ کی مزار مبارک دیوگیر میں مرجع خلائق ہے دولت آباد کی ولایت آپ کے تحت تصرف ہے اور شہر برہانپور آپ ہی کے اسم گرامی سے آباد ہوا۔ آپ کے بڑے بھائی حضرت قاضی منتجب الدین حضرت گنج شکر کے مریدان کامل سے تھے وہاں کے لوگ آپ کو زرزری زربخش کہتے ہیں وہ بھی دیوگیر میں حضرت شیخ برہان الدین غریب کے جوار میں آرام فرما ہیں۔ یہ بھی مقامات عالی کے حامل تھے۔ حضرت برہان الدین غریب کی وفات ١٢ر صفر ۷۳۲ھ میں واقع ہوئی۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

ذکر شریف

واقف رموز سبحانی، محرم راز پنہانی، قطب اقلیم عرفانی شیخ وجیہ الدین یوسف تلنی رحمۃ اللہ علیہ

آپ سلطان المشائخ کے خلفائے کاملین سے تھے۔ صاحب سیر الاولیاء تحریر فرماتے ہیں کہ آپ سلطان المشائخ کے خلفاء میں گوئے سبقت لے گئے آپ یہ بھی لکھتے ہیں کہ شیخ وجیہ الدین کو حضرت سلطان المشائخ سے اس درجہ عشق تھا کہ ایک دفعہ اپنے مکان سے جو دہلی سے چھ یا سات کوس کے فاصلہ پر تھا سلطان المشائخ سے شرف ملاقات حاصل کرنے کے لئے نکلے جب گھر کے باہر قدم رکھا تو دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ حضرت شیخ کی خدمت میں سر کے بل جانا چاہیئے فوراً غلبۂ شوق کی جانب سر کے بل چلنے لگے تیسرے روز حضرت شیخ کی در دولت پر سر نیاز رکھا اور قدم بوسی سے بہرہ مند ہوئے اور ایک دفعہ چند دنوں سے سلطان المشائخ کی ملاقات کا ارادہ کیا اسی وقت دل میں یہ خیال آیا کہ کیا ہی اچھا ہوتا کہ میں اڑ کر آناً فاناً آپ کی خدمت میں پہونچ جاتا اور اسی وقت حضرت کے جمال پاک کا مشاہدہ کرتا۔ حق تعالیٰ نے اسی وقت آپ کو اڑا کر غیاث پور پہونچا دیا۔ حضرت شیخ وجیہ الدین یوسف کی خلافت کا واقعہ صاحب سیر العارفین یوں لکھتے ہیں کہ سلطان علاء الدین خلجی کے دور حکومت میں ایک امیر نے بڑے لشکر کے ساتھ چندیری کو فتح کرنے کے ارادہ

سے فوج کشی کی اور اس امیر کو سلطان المشائخ سے کمال اعتقاد تھا اس امیر نے حضرت سلطان المشائخ کی خدمت میں بعد نیاز عرض کیا کہ بادشاہ مجھے مغلوب کرنا چاہتا ہے اگر حضرت اپنے کسی مصاحب کو نامزد کر کے میرے ہمراہ کریں تو میں ان کی پناہ میں جاؤں گا حضرت نے شیخ وجیہ الدین یوسف کو طلب فرما کر انھیں اپنی خلافت سے سرفراز فرمایا اور اس امیر کے ہمراہ روانہ کر دیا جب وہ اس مقام پر پہنچے تو کچھ ہی دیر میں وہ علاقہ فتح ہو گیا اور مولانا وجیہ الدین نے اسی مقام پر سکونت اختیار کی اسکے بعد اس نواح کے لوگ اگر حضرت سلطان المشائخ کے حلقہ ارادت میں داخل ہونے کے لئے آتے تو آپ فرماتے کہ وہاں شیخ وجیہ الدین یوسف موجود ہیں ان کے حلقہ ارادت میں داخل ہو جاؤ اور یہ تصور کرو کہ گویا مجھ سے تمہارا تعلق قائم ہو گیا۔ لہٰذا حسب حکم وہاں کے لوگ حضرت وجیہ الدین یوسف کی جانب متوجہ ہوئے اور آپکی ارادت سے مشرف ہوئے لیکن شیخ وجیہ الدین یوسف کمال اعتقاد سے کہتے جس وقت تک حضرت شیخ بقید حیات ہیں میں دست بیعت نہیں بڑھا سکتا۔ لیکن حضرت شیخ کا خرقہ جو مجھے عطا ہوا ہے اسے سامنے رکھ کر تمہیں تلقین ارادت کروں گا تم تصور کرنا کہ حضرت شیخ کی ذات مبارک تمہارے روبرو ہے۔ حضرت سلطان المشائخ نے آخر عمر میں دس اشخاص کو اپنی خلافت کے کیلئے منتخب کیا تھا جس میں شیخ وجیہ الدین یوسف بھی شامل تھے جو مکرر شرف بیعت و خلافت سے مشرف ہوئے آپ پر کشف و کرامات کا دروازہ کھل گیا تھا اکثر لوگ آپ کے فیض سے مستفید ہوئے۔ آپ کی مزار قصبہ چندیری میں واقع ہے۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

ذکر شریف

عارف عالی مقام شیخ امام مقتدائی قوم شیخ شہاب الدین امام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ بھی حضرت سلطان المشائخ کے مرید اور خلیفہ تھے بلند ہمت رکھتے تھے اہل تصوف کے تمام اوصاف سے متصف تھے ذوق سماع میں حظ وافر رکھتے تھے۔

صاحب سیر العارفین تحریر فرماتے ہیں کہ آپ نے بیعت و ارادت کے بعد سلطان المشائخ کے حکم

سے خواجہ نوح کی تعلیم و تربیت کی اور خواجہ مذکور خواجہ ہارون کے بڑے بھائی تھے اور یہ دونوں سلطان المشائخ کے حقیقی بھانجے تھے اور چند روز تک حضرت سلطان المشائخ کے وضو کا پانی مہیا کرتے تھے۔ رفتہ رفتہ درجہ کمال کو پہونچ گئے۔ آپ علم قراءت میں حد درجہ خوش الحان تھے۔ حضرت سلطان المشائخ کی امامت پر فائز ہونے کی تمنا رکھتے تھے یہ بات دشوار تھی کیونکہ منصب امامت حضرت خواجہ محمد بن شیخ بدرالدین اسحاق بن گنج شکر کے تفویض تھا اگر آپ موجود نہ رہتے تو اپنے بھائی خواجہ موسیٰ کو اپنے غیاب میں مقرر کرتے۔ ایک دفعہ دونوں بھائی حضرت گنج شکرؒ کی زیارت کے لئے اجودھن گئے ہوئے تھے خواجہ اقبالؒ نے امامت کے لئے شہابؒ الدین کو پیش کیا نماز میں انہوں نے قرآن کی عمدگی سے تلاوت کی جس سے سلطان المشائخ خوش ہوئے نماز سے فارغ ہونے کے بعد اپنا مصلیٰ شیخ شہابؒ الدین کو عطا فرمایا اسکے بعد حضرت سلطان المشائخ کے انتقال تک وہ منصب امامت پر فائز رہے حضرت شیخ کی وفات کے بعد مولانا شہابؒ الدین دیوگیر روانہ ہوئے اور کئی لوگوں نے آپ سے بیعت کی اور ایک عالم آپ کے فیض سے بہرہ مند ہوا آپ وہاں سے پھر دہلی لوٹے اور ایک مدت تک مسند ارشاد پر متمکن رہے اور وہیں رحمت حق میں پیوست ہوئے۔ دہلی میں اپنے مکان میں مدفون ہوئے۔ آپ کی وفات کے بعد آپ کے حکم کے مطابق شیخ رکنؒ الدین بن شہاب الدین امام مسند ارشاد پر فائز ہوئے جو مریدوں کی تربیت میں شان عظیم کے حامل تھے آپ کے کمالات کا اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ خواجہ مسعود جیسے شہباز آپ کے دام ارادت میں گرفتار ہوئے اور درجہ کمال حاصل کیا۔ خواجہ مسعود کے حالات آئندہ بیان کئے جائیں گے۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

ذکر شریف

گنجینۂ علم و حیا مقتدائی اولیاء شیخ وقت شیخ شمس الدین بن محمد یحییٰ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ ظاہری اور باطنی کمالات سے آراستہ تھے حضرت سلطان المشائخ کے تمام خلفاء میں برآوردہ تھے اپنے معاصرین میں عشق، وجد اور سماع میں ممتاز تھے دہلی کے تمام علماء آپ سے علوم ظاہری میں

شرف تلمذ رکھنے پر فخر کرتے تھے اپنی اولوالعزمی سے دنیا سے بے نیاز ہو کر سیر و سلوک کا راستہ اختیار کیا اپنے شیخ کی متابعت میں آپ نے بھی تجرد کی زندگی بسر کی۔ شیخ المشائخ سے آپ کے وابستہ ہونے کا سبب یہ تھا کہ ایک دفعہ ایام تعطیل میں آپ اور آپ کے خالہ زاد بھائی مولانا صدر الدین اپنے کپڑے دھونے کے لئے غیاث پور کے نواح میں دریا کے کنارے گئے تھے۔ وہاں دیکھا کہ دہلی کے علماء اور سربرآوردہ لوگ کمال نیازمندی کے ساتھ سلطان المشائخ کی خدمت میں حاضر ہونے جا رہے ہیں زمین پر سر رکھ کر خاک بوسی کر رہے ہیں ان دونوں بھائیوں کو اہل تصوف سے عقیدت نہ تھی دل میں سوچنے لگے کہ اس شخص نے اتنی شہرت پائی مگر معلوم نہیں کہ ان کے علم کی کیا کیفیت ہے ہمیں بھی چل کر دیکھنا چاہیئے لیکن نہ سلام کریں گے نہ بیٹھیں گے اور نہ دوسرے لوگوں کی طرح زمین بوسی کریں گے لیکن حق تعالیٰ کے چاہنے والے عجب باہیئت و بارعب ہوتے ہیں جب ان دونوں بھائیوں نے سلطان المشائخ کو دیکھا تو بے اختیار زمین پر سر رکھدیا۔ جیسا کہ کہا گیا ہے ؎

سر خوبان عالم را زمیں پیش تو بوسیدن

ان کے دلوں میں جو علمی لاینحل مسائل تھے انہیں سلطان المشائخ نے پہلی مجلس ہی میں بیان فرما دیا۔ دوسری مجلس میں حضرت شیخ کی ارادت سے یہ دونوں مشرف ہو گئے کہتے ہیں کہ ابتدائے حال میں شیخ نصیر الدین محمود نے آپ سے کچھ پڑھا تھا۔ آخر عمر تک آپ کے سامنے زانوئے ادب تہ کئے ہوئے بیٹھے رہتے تھے اور اسلاف کے آداب کو ملحوظ رکھتے مولانا شمس الدین بھی عالم فنا میں اسی طرح مستغرق رہتے کہ کبھی رسوم عالم کی جانب ملتفت نہ ہوتے اگر کوئی دولتمند آپ کی خدمت میں بکمال نیازمندی حاضر ہوتا تو آپ حیران ہو جاتے کہتے ہیں کہ آپ کا فتوحی نامی ایک خادم تھا اسکی طرف اشارہ کرتے کہ ان کو راہ سلوک بتائے اگر کوئی نذر و نیاز لاتا تو آپ اسکو اپنے ہاتھ سے قبول نہ فرماتے کبھی کسی کو بیعت دینے پر راضی نہ ہوتے اگر کوئی شخص صدق عجز کے ساتھ اصرار کرتا تو آپ اسکے احوال کی آزمائش کے بعد دست بیعت دراز فرماتے اور اکثر یہ فرمایا کرتے کہ اگر حضرت سلطان المشائخ مجھے خلافت نامہ نہ عطا کرتے تو میں ہرگز کاغذ کی حفاظت نہ کرتا الغرض اس معاملہ میں آپ بہت بلند ہمت تھے ایک دن حضرت سلطان المشائخ کے پاس محفل منعقد ہوئی۔ شیخ نصیر الدین محمود۔ شیخ قطب الدین منور اور شیخ شمس الدین یحیٰ وغیرہ حاضر تھے مجلس سماع گرم ہوئی قوالوں نے حضرت سعدی کا کلام شروع کیا مولانا شمس الدین کی حالت دگرگوں ہو گئی۔ بزرگوں کی

کی محفل سے اٹھ کر قوالوں کے سامنے گئے اور سینہ پہ ہاتھ سے ملنے لگے اور اسی حالت میں آخر محفل تک سماع سنتے رہے مولانا سماع کی لذت سے سرشار ہو کر عاشقوں کی طرح جھومتے ہوئے گھر لوٹے اسی مستی کی حالت میں چند دن اور بقید حیات رہے اور اس زمانہ میں جبکہ سلطان محمد بن تغلق نے دست تعدی دراز کیا تھا آپ نے رحلت فرمائی اسی حالت میں آپ کو سلطان نے طلب کیا اور کہا کہ آپ جیسے دانشمند شخص کو خانہ نشینی کی بجائے چاہیئے کہ باہر نکلیں اور کشمیر جا کر خلق کو دعوت اسلام دیں لوگوں کو مقرر کیا تاکہ وہ آپ کو کشمیر لے جائیں مولانا نے ان لوگوں کی طرف دیکھ کر فرمایا یہ کیا کہہ رہے ہو میں نے سلطان المشائخ کو خواب میں دیکھا ہے کہ مجھے طلب فرما رہے ہیں لہذا میں اپنے شیخ کی خدمت میں حاضر ہو رہا ہوں تم لوگ مجھے کہاں بھیج رہے ہو دوسرے دن ہی مولانا علیل ہو گئے اور چند ہی روز میں راہی عالم بقا ہو گئے اور حضرت سلطان المشائخ کے جوار میں حضرت شیخ علاء الدین کے پہلو میں مدفون ہوئے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

ذکر شریف

بجمیع کمالات ظاہر، عاشق حق مظہر قطب ولایت شیخ قطب الدین منور رحمۃ اللہ علیہ

آپ کے والد کا نام شیخ برہان الدین بن جمال الدین ہانسوی تھا آپ بھی حضرت سلطان المشائخ کے خلفاء سے تھے تمام فضائل سے متصف تھے اور علم عشق اور سماع میں بے مثل تھے کہتے ہیں کہ قصبۂ ہانسی میں چار قطب ایک مقبرہ میں آرام فرما ہیں (۱) شیخ جمال الدین (۲) شیخ احمد (۳) شیخ برہان اور (۴) شیخ قطب الدین منور ۔

الغرض آپ نے اپنی عمر عزیز اپنے آباء و اجداد کے مقام پر یاد الٰہی میں بسر کر دی آخری عمر تک کسی وقت بھی دنیا کی طرف راغب نہ ہوئے جو کچھ تھوڑا بہت غیب سے حاصل ہو جاتا اسی پر قانع رہتے ایک دفعہ سلطان محمد بن تغلق نے فرمان جاری کیا کہ آپ کے نام مصارف خانقاہ کے لئے معاش مقرر کی جائے آپ نے اسکو قبول نہ کیا۔ آپ کو سماع میں غلو تھا جب کبھی سلطان المشائخ کا اسم گرامی

لیا جاتا تو بے اختیار آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے واقعی مرید کو چاہیئے کہ اپنے شیخ کے ساتھ اسی طرح عشق و محبت رکھے ورنہ فیض کہاں سے حاصل ہوگا ۔

صاحب سیر الاولیاء تحریر فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ سلطان محمد بن تغلق سے آپ کی ملاقات ہوئی وہ اسطرح کہ سلطان محمد بن تغلق ہانسی کی جانب گیا ہوا تھا قصبہ ہانسی سے چار کوس کی مسافت پہ اس نے قیام کیا اور ایک بد سرشت آدمی کو قلعہ ہانسی کے حالات دریافت کرنے کے لئے بھیجا ۔ اس نے آکر کہا کہ ہانسی میں شیخ نظام الدین کے ایک خلیفہ رہتے ہیں جو خداوند نعمت سے ملاقات کے لئے نہیں آئے یہ بہت مغرور ہیں سلطان محمد بن تغلق نے جو درویشوں اور مشائخین کی ایذا رسانی میں کوئی کسر باقی نہ رکھتا تھا حسن سربرہنہ کو حکم دیا کہ حضرت کو کسی طرح لے آئے جب وہ حضرت کی خدمت میں پہونچا اور کہا کہ سلطان نے آپ کو طلب کیا ہے تو آپ نے فرمایا کہ آنے نہ آنے کا اختیار میرے ہاتھ میں ہے اس نے کہا کہ مجھے آپ کو کسی طرح لانے کا حکم ملا ہے ۔ شیخ نے فرمایا الحمد للہ کہ میں اپنے اختیار سے نہیں جا رہا ہوں شیخ سلطان کی جانب پاپیادہ چلنے لگے ہر چند حسن مذکور نے کہا کہ گھوڑے موجود ہیں آپ سوار ہو کر چلیں لیکن شیخ نے قبول نہ کیا یہانتک کہ چار کوس کی مسافت پاپیادہ طے کی اور سلطان کے خیمہ پہ پہنچے حسن سربرہنہ نے جب حضرت شیخ کے حالات دیکھے تو سلطان کے سامنے آپ کے حالات لوجہ احسن بیان کئے ۔ سلطان نے شیخ کو اپنے روبرو طلب کیا جب شیخ پر نظر پڑی تو بے اختیار تعظیم کے لئے کھڑا ہوگیا اور مصافحہ کیا مصافحہ کرنے کے ساتھ ہی اسکے ہاتھ میں شیخ کی قوت باطنی اثر پذیر ہو گئی ۔ مجبوراً شیخ کا معتقد ہو گیا اور کہا کہ خدائے تعالیٰ نے مجھے یہاں بھیجا آپ نے مجھ سے کیوں ملاقات نہیں کی شیخ نے کہا کہ پہلے ہانسی کو دیکھو کہ اسکی کیا وسعت ہے اور پھر غور کرو کہ ایک درویش کو ایسے چھوٹے موضع میں کیا دلچسپی ہو سکتی ہے اور ایسے موضع میں رہنے والے درویش کو بادشاہ سے ملاقات کا کیا خیال پیدا ہوگا میں خود کو اس قابل نہیں سمجھتا میں گوشہ نامرادی میں آپ کے لئے دعا میں مشغول تھا ۔ لہذا مجھے معاف فرمائیے سلطان آپ کی خوش گفتاری سے نرم دل ہو گیا ۔ سلطان فیروز وغیرہ سے کہنے لگا کہ جو شیخ کا مقصود ہو اسکے مطابق کام کرو شیخ نے فرمایا کہ میرا مقصود یہ ہے کہ میں کنج نشین رہوں اسکے بعد سلطان نے ایک لاکھ درہم کی نذر پیش کی آپ نے اس میں سے چند درہم اٹھا لئے ۔

بہر حال آپ کے کمالات اور خوارق عادات بہت ہیں جب آپ کا وقت آخر قریب آیا تو آپ نے اپنے صاحبزادہ شیخ نور الدین کو اپنی جگہ بٹھایا اور سلطان محمود بن غیاث الدین تغلق کے زمانہ سلطنت میں

دارالبقا کی سمت رحلت فرمائی اور اپنے دادا کی گنبد میں مدفون ہوئے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

ذکر شریف

مجسم تشکل روحانی، منور بنور رحمانی، فرد وقت شیخ حسام الدین ملتانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ حضرت سلطان المشائخ کے دس خلفا کے منجملہ چوتھے خلیفہ تھے۔

سیر الاولیاء میں منقول ہے کہ آپ زہد، عشق اور سماع میں ممتاز اور علوم ظاہری و باطنی میں کامل تھے تجرید میں بے نظیر تھے اور تفرید میں بہت سیاحت کی تھی ایک دفعہ آپ زیارت خانۂ کعبہ سے واپس ہوئے تو جمعہ کے دن دہلی پہونچے جب سلطان المشائخ کی خدمت میں شرف زمین بوسی حاصل کیا تو سلطان المشائخ نے فرمایا کہ اگر کوئی خانۂ کعبہ کی زیارت کا قصد کرے تو اسے چاہیئے کہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی علٰحدہ نیت کر کے نکلے تاکہ اس زیارت کے طفیل میں حضورؐ کی خاص عنایات سے فیضیاب ہو شیخ حسام الدین کے متعلق یہ کلمہ آپ نے ابہاماً فرمایا شیخ نے اسی وقت مدینہ منورہ کی زیارت کی نیت کرلی شیخ نصیر الدین محمود خیر المجالس میں تحریر فرماتے ہیں کہ ایک روز شیخ حسام الدین ملتانی، شیخ جمال، مولانا شرف الدین وغیرہ حضرت خواجہ کی خدمت میں حاضر تھے حضرت خواجہ نے شیخ حسام الدین کی جانب متوجہ ہو کہ فرمایا کہ کوئی شخص دن میں روزہ رکھے اور شب بیدار رہے تو اپنی ہمت کے مطابق تسبیح زنی کرے تو یہ بھی مستحسن ہے لیکن بندگان حق تعالیٰ کا شغل جسکے ذریعہ وہ واصل حق ہوتے ہیں علٰحدہ ہی چیز ہے لوگ منتظر تھے کہ آپ اس شغل سے متعلق کچھ فرمائیں گے اس مجلس میں آپ نے اسی پر اکتفا کیا البتہ اتنا فرمایا کہ میں تم سے آئندہ کہوں گا چھ ماہ بعد ایک عزیز نے حضرت خواجہ کو اطلاع دی کہ آج سلطان علاؤالدین نے لوگوں میں پچاس ہزار زر سرخ انعاماً تقسیم کئے خواجہ نے حضرت حسام الدین سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ سلطان کا انعام بہتر ہے یا تم سے جو وعدہ کیا ہے اسکا ایفا بہتر ہے سب لوگوں نے زمین بوسی کی اور عرض کیا کہ آپ کے عہد کا ایفا بہتر ہے آپ نے فرمایا کہ شغل حق چھ چیزوں پر مشتمل ہے اول

خلوت ضروری ہے کہ اس سے نفس کی خواہشات دور ہو جاتی ہیں دوم ہمیشہ با وضو رہنا اور اگر کبھی نیند کا غلبہ ہو جائے تو اٹھ کر فی الفور تازہ وضو کر لینا سیوم صائم الدہر رہنا تاکہ تزکیہ باطن ہو۔ چہارم غیر حق کے ذکر سے اجتناب کرنا۔ پنجم رابطہ قلب سے ذکر کرنا ششم غیر حق کے خطرات کی نفی کرنا۔ اسکے بعد شغل باطن میں مصروف رہنا یہانتک درجہ تکمیل حاصل ہو جائے۔

سیر الاولیاء میں یہ بھی مذکور ہے کہ شیخ نصیر الدین محمود اور شیخ قطب الدین منور کی خلافت کے دوسرے روز حضرت سلطان المشائخ نے شیخ حسام الدین ملتانی کو خلافت نامہ اور خلعت خاص عطا فرمائی۔ شیخ حسام الدین نے نصیحت کی خواہش کی۔ سلطان المشائخ نے آستین سے اپنا ہاتھ باہر کیا اور انگشت شہادت سے انکی جانب اشارہ کر کے فرمایا کہ تارک الدنیا ہو جاؤ مریدوں کی تعداد کثیر نہ رکھو شیخ نے عرض کیا کہ اگر ارشاد ہو تو میں شہر میں ہی نہیں رہونگا کسی دریا کے کنارے گوشہ تنہائی میں بسر کروں گا فرمایا کہ شہر میں رہو جس طرح عوام الناس رہتے ہیں تم نے جو کہا وہ فریب نفس ہے جو چاہتا ہے کہ تمہارے اوقات کو مستغرق کر دے۔ جب تم شہر سے باہر نکلوگے اور کسی دریا کے کنارے گوشہ عزلت اختیار کروگے تو لوگ انگشت نمائی کریں گے کہ فلاں درویش نے فلاں جگہ سکونت اختیار کی ہے تمہارے اوقات میں یہ لوگ خلل اندازی کریں گے شیخ نے پھر عرض کیا کہ بعض وقت میرے پاس نذرانے آتے ہیں تو میں ان میں سے کچھ حصہ اپنے لڑکوں کو دیتا ہوں اور کچھ آنے والوں کیلئے رکھ چھوڑتا ہوں اگر کبھی فتوحات نہ آئیں تو قرض لیتا ہوں اس بارے میں تدبیر سے کام لینا پڑتا ہے، درویش جیسا چاہیے کرے۔ درویش وہ ہے جو اگر کچھ چیز ملے تو اسے صرف کر دے ورنہ صبر کرے اور خود فکر مند نہ ہو بعد ازاں فرمایا کہ درویش کو چاہیے کہ در بدر نہ پھرے اسکی دو صورتیں ہیں صوری اور معنوی۔ صوری یہ کہ اپنے گھر کے گوشہ عزلت میں بیٹھ کر درویش یہ خیال کرتا رہے کہ عمر اور زید سے مجھ کو کچھ نہ کچھ پہونچے گا۔ اور یہ صوری پرورش معنوی سے بہتر ہے کیونکہ صوری پرورش جیسے کچھ ہے وہ نمایاں ہوتی ہے لیکن معنوی پرورش مشغولان حق کے طریقہ پر ظاہر ہوتی ہے اور درویش کے در بدر پھرنے کی وجہ سے اسکا باطن خراب ہو جاتا ہے۔ نعوذ باللہ منھا کہ خدا سب کو اس سے محفوظ رکھے۔

الغرض سلطان المشائخ کے خلفاء میں کامل فقر اور ترک احوال میں آپ بے مثل تھے آپکو شغل باطن میں استغراق کامل تھا سلطان المشائخ کی رحلت کے بعد آپ گجرات کی جانب روانہ ہوئے اہروہ میں ۸ ذیقعدہ ۷۳۶ھ کو جوار رحمت میں داخل ہوئے آپکی مزار بھی گجرات میں واقع ہے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

ذکر شریف

ممتاز بزرگان آزادی، خسرو مردمان افرادی، فرد کامل شیخ فخر الدین آزادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ فضائل انسانی کے تمام کمالات سے متصف تھے سلطان المشائخ کے دس خلفاء میں نمایاں مقام کے حامل تھے۔ مرد مجرد تھے۔ آپ کی بیعت کا سبب سیر العارفین میں شیخ نصیر الدین محمود سے اس طرح منقول ہے کہ میں دہلی میں مولانا فخر الدین ہانسوی کی مجلس میں تعلیم پاتا تھا۔ شیخ فخر الدین آزادی ان سے علم فقہ میں ہدایہ پڑھتے تھے جب کبھی حضرت سلطان المشائخ کا ذکر آتا تو آپ تعصب کا اظہار کرتے تھے جو مجھے سخت ناگوار گذرتا تھا۔ بہر حال میں انھیں حضرت شیخ کی خدمت میں لے گیا ہم نے حضرت سلطان المشائخ کی قدم بوسی کی تو حضرت نے فخر الدین آزادی کی جانب متوجہ ہوکر فرمایا کہ کیا کہنا چاہتے ہو۔ ہدایہ میں تمہارا سبق کہاں تک پہونچا فخر الدین نے وہ شبہ جو سبق میں انھیں پیدا ہوئے تھے سلطان المشائخ سے بیان کئے سلطان المشائخ نے توضیح کرکے ان کے شبہات کو رفع کر دیا شیخ فخر الدین آزادی متحیر ہو گئے اور میرے کان میں کہنے لگے کہ میں چاہتا ہوں کہ اسی وقت کلاہ ارادت پہنوں سلطان المشائخ نے پوچھا کہ کیا کہہ رہے ہیں میں نے عرض کیا کہ کلاہِ ارادت چاہتے ہیں آپ مسکرائے اور فرمایا کہ آئندہ مجلس میں عطا کروں گا۔ شیخ فخر الدین نے کہا کہ اگر اسی مجلس میں کلاہِ ارادت نہ ملے تو میں اپنے لڑکے کو ہلاک کر دونگا۔ سلطان المشائخ نے کمال مہربانی سے اسی وقت بیعت سے سرفراز کیا اور کلاہ عنایت کی اسکے بعد شیخ کا صبر و سکون جاتا رہا آپ نے سفر اختیار کیا اور پہلے حضرت خواجہ بزرگ کی زیارت کے لئے اجمیر گئے اسکے بعد حضرت گنج شکر کے روضہ کے طواف کے لئے اجودھن پہونچے آپ سماع میں غلو تمام رکھتے تھے اور سریع البکا تھے جو کوئی آپ کو دیکھتا تو فرطِ تعظیم سے زمین پر سر رکھدیتا وہاں سے بیت اللہ کی زیارت کے لئے احرام باندھا۔ خانۂ کعبہ پہونچے حرمین شریفین کی زیارت کے بعد خیر البلاد بغداد کی جانب متوجہ ہوئے۔ جب چاہا کہ بغداد سے حضرت سلطان المشائخ کی خدمت میں دہلی واپس ہوں تو جہاز پر سوار ہوئے۔ جہاز ڈوب گیا اور اسی وقت آپ مصلے پر رو بقبلہ بحر مشاہدہ میں غرق ہو گئے۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

ذکر شریف

قابل نفس نصریت لیلی، صائم دہر و قائم لیلی مقتدائے قوم شیخ علاء الدین نیلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ حضرت سلطان المشائخ کے دس خلفا میں سے تھے اور تمام فضائل سے آراستہ تھے کشف غوامض میں کشاف اور مفتاح تھے حضرت سلطان المشائخ کی خلافت سے مشرف ہونے کے بعد تمام کاروبار سے دست کش ہو کر اہل تصوف کا طریقہ اختیار کیا کہتے ہیں کہ ایک روز حضرت سلطان المشائخ نماز صبح ادا کرنے کے بعد تشریف فرما تھے کہ سلطان علاء الدین نیلی پہونچے جن لوگوں نے نماز صبح میں حضرت سلطان المشائخ کی اقتداء نہ کی تھی حضرت علاء الدین نیلی کے پیچھے گھر کے صحن میں نماز ادا کی آپ نے امامت میں خوش الحانی سے قرآن کی تلاوت کی جس سے سلطان المشائخ کو ایک ذوق اور حال پیدا ہو گیا کمال شوق میں اپنا خاص مصلیٰ آپ کو عطا فرمایا۔ شیخ علاء الدین نے زمین بوسی کی اور جان کی طرح اسکی حفاظت کرتے لگے۔

آپ کے کمالات کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ باوجود حضرت سلطان المشائخ کی خلافت سے مشرف ہونے کے آپ نے کسی کو مرید نہ کیا اور اکثر کہتے کہ اگر سلطان المشائخ بقید حیات ہوتے تو میں خلافت نامہ آپ کی خدمت میں پہونچا کر عرض کرتا کہ اگرچہ حضرت خواجہ نے کمال بندہ نوازی سے مجھے خلافت کی دولت سرفراز فرمائی لیکن یہ بندہ خود کو اس کام کے قابل نہیں سمجھتا اور حضرت سلطان المشائخ کی محبت میں ایسے بے اختیار تھے کہ آخری عمر میں فوائد الفواد کو جو حضرت کے ملفوظات پر مشتمل ہے خود لکھ کر اسکو اپنا ورد بنا لیا اور اسکو ہمیشہ پیش نظر رکھتے۔ آپ سے پوچھا گیا کہ ہر علم کی معتبر کتابیں موجود ہیں لیکن آپ کبھی انکی جانب متوجہ نہیں ہوتے آپ نے کہا کہ اے دانشمند و کتب سلوک میں میرے مخدوم کے ملفوظات سے بہتر کوئی کتاب نہیں ہے۔

مختصر یہ کہ آپ چند روز کے بعد واصل بحق ہوئے اور حضرت سلطان المشائخ کی گنبد کے احاطہ میں اپنے رفقاء اعلیٰ کے پہلو میں مدفون ہوئے۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

ذکر شریف

مقبول حضرت سبحان تفسیر سورہ رحمان قطب ولایت شیخ سراج الدین عثمان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ حضرت سلطان المشائخ کے دسویں خلیفہ تھے کمالات ظاہری و باطنی سے متصف تھے حضرت سلطان المشائخ کی زبان فیض ترجمان سے آپ کو آئینہ ہندوستان کا لقب عطا ہوا تھا آپ کو اخی سراج بھی کہتے ہیں عشق و محبت اور ذوق سماع میں بے نظیر تھے۔

صاحب مراۃ الاسرار تحریر فرماتے ہیں اگرچہ کہ حضرت سلطان المشائخ کے تمام خلفاء صاحب مقامات عالی تھے لیکن ان کے منجملہ ان دو بزرگوں کا رنگ منفرد تھا ان میں پہلے شیخ نصیر الدین محمود اور دوسرے شیخ سراج الدین عثمان ہیں۔ ان دونوں کی وجہ سے بیشمار افراد درجہ کمال کو پہونچے تمام ہندوستان میں ان دو بزرگوں کے سلاسل آج تک جاری ہیں اور جاری رہیں گے۔ الحاصل شیخ سراج الدین عثمان ارادت سلطان المشائخ میں سب سے آگے تھے۔

صاحب سیر العارفین کہتے ہیں کہ جب حضرت سلطان المشائخ نے خلافت دینے کا ارادہ کیا تو آپکے دس مصاحبین کا ذکر کیا گیا جن میں سراج الدین عثمان بھی شامل تھے حضرت سلطان المشائخ نے ان سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ اس معاملہ میں علم بہت ضروری ہے اور شیخ سراج الدین عثمان کو علم میں بہرہ تمام نہیں ہے اس پر حضرت فخر الدین آزادی نے عرض کیا کہ میں ان کو چھ ماہ میں دانشمند بنا دوں گا اور آپ نے ایسا ہی کیا۔

سید محمد کرمانی فرماتے ہیں کہ اخی سراج الدین نے کبرسنی میں تعلیم پائی شیخ فخر الدین آزادی نے آپ کے لئے علم صرف میں ایک مختصر اور ایک مفصل کتاب لکھی اور اسکا نام "صرف عثمانی" رکھا الغرض آپ کو حضرت سلطان المشائخ کا خلافت نامہ اور نشان مبارک ملا تو آپ نے ہندوستان جانے سے پہلے وہ خلافت نامہ شیخ نصیر الدین محمود کے حوالہ کر کے روانہ کر دیا اور خود حضرت سلطان المشائخ کی خدمت میں تعلیم میں مشغول ہو گئے سلطان المشائخ کے دار البقا تشریف لے جانے کے بعد بھی تین سال تک آپ نے تعلیم و تربیت میں مصروف رہے اور پھر لوگوں کو اپنے حلقہ ارادت میں داخل کرنا شروع کیا چنانچہ

اس ملک کے سلاطین بھی آپ کے سلسلہ میں داخل ہوئے آپ نے پوری عمر پائی ۔

اخبار الاخیار میں مرقوم ہے کہ جب حضرت سلطان المشائخ نے آپ کو خلافت عطا کرنے کے بعد بنگال کی طرف جانے کا حکم دیا آپ نے عرض کیا کہ وہاں شیخ علاء الدین ہردوی موجود ہیں جو نہایت عالم و فاضل ہیں میرا انکا ساتھ کس طرح ہوگا فرمایا فکر نہ کرو وہ تیار ہے خادم کی حیثیت سے رہیں گے چنانچہ ایسا ہی ہوا سب سے پہلے شیخ علاء الدین نے جو علاء الحق کے لقب سے مشہور تھے آپ کی صحبت اختیار کی اور آپ کے فیضانِ تربیت سے مقام رشد تک پہونچے حضرت شیخ سراج الدین عثمان کی وفات کے بعد شیخ علاء الدین آپ کے قائمقام ہوئے ۔ اخی سراج کا سلسلہ شیخ علاء الدین کی وجہ سے اس نواح میں بہت مشہور ہوا ۔

اخبار الاخیار میں ملفوظات شیخ حسام الدین مانکپوری سے منقول ہے کہ ایک روز خانوادہ سہروردیہ کا ایک درویش شیخ سراج الدین کا مہمان ہوا جب رات ہوئی تو نماز عشاء کے بعد شیخ سراج الدین نے شب خوابی کا لباس پہنا اور بستر پہ دراز ہو گئے اور وہ درویش تمام رات نماز میں مشغول رہا جب صبح ہوئی تو شیخ اٹھے اور رات کے وضو سے ہی فجر کی نماز ادا کی درویش نے کہا کہ یہ عجیب بات ہے کہ تمام رات آپ سوتے رہے اور صبح تازہ وضو کئے بغیر نماز فجر ادا کی اخی سراج نے نہایت انکساری سے فرمایا کہ آپ بزرگ ہیں جو تمام رات نماز میں مشغول رہے لیکن میں دولت قلب کی نگرانی کرتا رہا چور سرقہ کرنے کے رہزن درپئے ہیں اور فرمایا کہ ؎

اگر عاشق بمسجد در نیاید ؎ دل عاشق ہمیشہ در نماز است

غرض آپ کے بہت سے کمالات ہیں صاحب سیر الاولیار تحریر فرماتے ہیں کہ جب شیخ سراج الدین عثمان کی رحلت کا وقت قریب آیا تو آپ نے لکھنوتی میں اپنے دفن کے لئے ایک مقام تجویز کیا اور وہیں مقیم ہو گئے حضرت سلطان المشائخ نے جو لباس عطا فرمایا تھا اسکو پہلے نہایت تعظیم و تکریم سے اس مقام پہ دفن کر دیا اور اس پر ایک قبر بنائی پھر جب آپ کا آخر وقت پہونچا تو آپ نے وصیت کی مجھے حضرت سلطان المشائخ کے لباس کی قبر کے پائیں دفن کیا جائے چنانچہ ایسا ہی کیا گیا رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ ۔

صاحب اخبار الاخیار شیخ حسام الدین مانکپوری کے ملفوظات سے نقل کرتے ہیں کہ شیخ محمد بھی سلطان المشائخ کے خلفائے سے تھے لیکن شاہانہ لباس و رنگ اختیار کرکے سر حال کیا کرتے تھے ۔

بادشاہان وقت کے ہمنشیں رہتے صاحب کرامت تھے چنانچہ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ آپ قصبۂ مانکپور پہونچے وہاں کے قاضی آپ کو آزمانے کے لئے آئے اور دل میں خیال کیا کہ اگر مجھے مصری دیں گے تو میں سمجھونگا کہ آپ صاحب ولایت ہیں۔ شیخ نے فرمایا کہ مولانا جلال الدین امتحان کے لئے آرہے ہیں کچھ مصری لے آؤ جب قاضی صاحب آپ کی خدمت میں پہونچے دیکھا کہ ان کی نیت کے موافق مصری سامنے رکھی ہوئی ہے مولانا جلال الدین شیخ حسام الدین مانکپوری کے جد اعلیٰ تھے۔ شیخ جلال الدین شیخ محمد کے مرید تھے آپ کے حالات شیخ حسام الدین کے تذکرہ میں مذکور ہونگے یہ تذکرہ صدر روایات بجز اخبار الاخیار کے کسی اور کتاب میں نظر نہ آئی یہ بھی معلوم نہ ہوسکا کہ شیخ محمد کا مرقد کہاں ہے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

حضرت سلطان المشائخ کے ان مریدوں کا تذکرہ جو دولت خلافت سے سرفراز نہیں ہوئے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

(۱) حضرت سلطان المشائخ کے مریدوں میں شیخ خواجہ ابوبکر منڈوی بھی تھے جو علم، زہد اور تقویٰ سے آراستہ تھے حضرت گنج شکر سے خلافت لینے کے قبل خواجہ ابوبکر نے سلطان المشائخ سے گذارش کی تھی جب کبھی آپ خلافت سے سرفراز ہونگے میں آپکے حلقہ ارادت میں شامل ہوجاؤں گا جب سلطان المشائخ نعمت خلافت سے مشرف ہونے کے بعد دہلی پہونچے تو میر سید محمد کرمانی نے جو حضرت گنج شکر کے مرید تھے، خواجہ ابوبکر کو ان کا وعدہ یاد دلایا اور کہا کہ اسکے ایفا کی جانب توجہ دلائی انھوں نے کہا کہ میں دلیل چاہتا ہوں اتفاقاً حضرت سلطان المشائخ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کی زیارت سے فارغ ہوکر دروازۂ دہلی میں داخل ہوئے تھے کہ وہاں خواجہ ابوبکر منڈوی کا گذر ہوا دیکھا کہ حضرت سلطان المشائخ کی پیشانی سے نور بکھر رہا ہے جس کی کرنیں ان پر پڑیں فوراً آپکے قدموں پر سر رکھدیا اور عزم ارادت ظاہر کی سلطان المشائخ مسکرانے لگے اور فرمایا کہ تم دلیل کے منتظر تھے اسکے بعد اثنائے راہ ہی میں آپ کو بیعت اور کلاہ سے سرفراز فرمایا۔ خواجہ ابوبکر مرد بابرکت تھے آپ کی مزار درگاہ حضرت سلطان المشائخ کے احاطہ میں دوسرے رفقائے اعلیٰ کی مزاروں کے ساتھ واقع ہے۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

۲۔ دوسرے مرید قاضی محی الدین کاشانی تھے جو علم، حلم، زہد اور تقویٰ میں سلطان المشائخ کے مریدوں میں مشہور تھے آپ قاضی قطب الدین کاشانی کے نواسہ تھے دہلی میں سکونت پذیر ہوئے اور سلطان المشائخ کی نظر میں مقام پیدا کر لیا۔ جب کبھی سلطان المشائخ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضرت سلطان المشائخ تعظیم کے لئے کھڑے ہو جاتے یہ درجہ کسی اور ارادت مند کو حاصل نہ تھا آپ کی آمد پر سلطان المشائخ مجلس طویل کر دیتے اور مشکلاتِ علمی، مسائل طریقت اور رموز عشق بیان فرماتے سلطان المشائخ چاہتے تھے کہ آپ کو اپنا خلیفہ اور جانشین مقرر کریں لیکن آپ نے سلطان المشائخ کے حینِ حیات رحلت کی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

۳۔ تیسرے مرید حضرت مولانا وجیہ الدین پائلی تھے جو زہد و تقویٰ اور شدت مجاہدہ میں ممتاز تھے آپ کو حضرت خضر علیہ السلام کی صحبت حاصل تھی اور انہی کی ایما پر آپ سلطان المشائخ کے حلقہ ارادت میں داخل ہوئے ایک دن مولانا کی مردانِ غیب سے ملاقات ہوئی مولانا کے دل میں انکار پیدا ہوا ایک مردِ غیب نے کہا اگر کچھ پوچھنا چاہتے ہو تو پوچھو مولانا کو متعدد علمی شبہات تھے ہر ایک شبہ کا اس مردِ غیب نے تشفی بخش جواب دیا یہاں تک کہ مسئلہ قضا و قدر کی بھی وضاحت کر دی پھر دریافت کیا کہ تم کس کے مرید ہو مولانا نے سلطان المشائخ کا اسم گرامی لیا اس مرد نے کہا کہ شیخ نظام الدین قطب وقت ہیں۔ ایک روز سلطان المشائخ کی مجلس میں آپ کے نعلین گم ہو گئے سلطان المشائخ نے اپنے نعلین عطا کئے مولانا نعلین مبارک کو اپنے عمامہ میں باندھ لیا اور برہنہ پا روانہ ہوئے جب اسکی اطلاع سلطان المشائخ کو ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ ان سے کہو کہ وہ حضرت قطب الدین بختیار کاکی کی زیارت کے لئے جائیں جب مولانا حضرت ممدوح کی شرف زیارت سے مشرف ہوئے تو وہاں انہوں نے اپنے گم شدہ نعلین پائے۔ آپ کے کئی کمالات ہیں جب اس دار فانی سے رخصت ہوئے تو حوض شمسی کے کنارے حظیرہ قاضی کمال الدین و صدر جہاں میں مدفون ہوئے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

۴۔ چوتھے مرید مولانا فخر الدین مروانی تھے جو سلطان المشائخ کے مریدان سابق سے تھے اور حافظ قرآن تھے ورع اور تقویٰ میں ممتاز تھے ہمیشہ قرآن مجید کی کتابت میں مشغول رہتے اکثر و بیشتر آپ کی رجال الغیب سے ملاقات رہا کرتی تھی ایک دفعہ آپ نے سلطان المشائخ سے گذارش کی کہ ایک روز مجھ پر تشنگی غالب ہوئی میرے آس پاس کوئی نہ تھا جس سے پانی طلب کرتا یکایک غیب سے پانی سے بھرا ہوا کوزہ نمودار ہوا۔ میں نے کوزہ کو توڑ دیا تو اس سے پانی بہنے لگا لیکن میں نے کہا کہ میں آبِ کرامت نہ پیونگا۔ سلطان المشائخ نے فرمایا

کہ تم کو بھی لینا چاہیئے تھا۔ مولانا فخر الدین نے فرمایا کہ ایک دفعہ میں کنگھی کرنا چاہتا تھا لیکن کوئی کنگھی لانے والا نہ تھا اس اثناء میں دیوار میں رخنہ پیدا ہوا اور اس سے ایک کنگھی برآمد ہوئی میں نے کنگھی پسند کی اور اسکو استعمال کیا۔ آپ کے کمالات کا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے کہ جب آپ کا انتقال ہوا تو آپ کو حضرت سلطان المشائخ کے روضہ مقدسہ میں دفن کیا گیا۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

۵۔ پانچویں مرید مولانا فصیح الدین تھے جو زہد فضل اور تقویٰ سے آراستہ تھے اکثر مسائل علمی اور کشف حقائق فرماتے اور اطمینان بخش حوالہ دیتے آپ کی بیعت کا قصہ یوں ہے کہ زمانہ تعلیم میں آپ اور مولانا فخر الدین کاشانی ایک ہی جگہ تعلیم پاتے تھے آپ کے دل میں جذبہ حق پیدا ہوا اور یہ تمنا ہوئی کہ راہ حق میں قدم رکھیں اور علم کو عملی جامہ پہنائیں اس دوران میں ایک دن مولانا فخر الدین آپکے گھر آئے اور کہا کہ میں نے کتاب سلوک مشائخ کا مطالعہ کیا اس میں یہ تحریر ہے کہ قیامت میں مخلوق میں ہر شخص اس بزرگ کے جھنڈے کے نیچے ہوگا جس سے وہ وابستہ ہے لہذا مجھے کسی بزرگ سے وابستہ ہو جانا چاہیئے تاکہ قیامت میں انکی حمایت حاصل ہو اس زمانہ میں چند بزرگ صاحب ارشاد شہر میں موجود تھے۔ یہ دونوں اصحاب متردد تھے کہ کس کے حلقہ ارادت میں داخل ہوں ایک سید صاحب کے پاس حاضر ہوئے جو آزمودہ کار تھے وہ کئی بزرگوں سے آشنا تھے۔ ان سے دریافت کیا کہ ہم کس کے حلقہ ارادت میں داخل ہوں۔

سید صاحب نے کہا کہ اس وقت شیخ نظام الدین فرید الدین گنج شکر کے خلفاء میں ممتاز حیثیت کے حامل ہیں یہ سنکر یہ دونوں اصحاب سلطان المشائخ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بیعت کی درخواست کی حضرت قاضی فخر الدین کاشانی کو مرید کیا اور مولانا فصیح الدین کے متعلق فرمایا حضرت گنج شکر سے پوچھ کر ہی تمکو مرید کرونگا ان کو حیرت ہوئی کہ حضرت گنج شکر تو رحلت فرماچکے ہیں یہ کیسے دریافت ممکن ہے سلطان المشائخ نے فرمایا جب کبھی مجھے اشکال کا سامنا ہوتا ہے تو میں حضرت گنج شکر سے دریافت کرنے کے بعد عمل پیرا ہوتا ہوں۔

الغرض دوسرے دن مولانا بھی شرف بیعت سے مشرف ہوئے آپ نے بھی حضرت سلطان المشائخ کے عین حیات میں رحلت فرمائی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

۶۔ ایک اور مرید مولانا جمال الدین تھے جو واصل حق تھے شغل باطن میں ان کو استغراق کامل تھا حضرت سلطان المشائخ کی مجلس میں اتنے بیخود رہتے کہ خود اپنی خبر نہ رہتی سلطان المشائخ نے انکے متعلق فرمایا تھا کہ ایک وقت ایسا آئے گا کہ بجز خدا کے ان کو کوئی یاد نہ آئے گا یہ بھی سلطان المشائخ کی زندگی میں داخل رحمت حق ہوگئے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

۷۔ ساتویں مرید خواجہ تاج الدین داور تھے آپ ابتداء میں اہل دنیا سے تھے یکایک دنیاوی تعلقات ترک کر دئے اور حضرت سلطان المشائخ کی محبت میں جو کچھ مال و متاع رکھتے تھے لٹا دیا اور فقر و مجاہدہ کو اپنا شعار بنا لیا سلطان المشائخ کا ذکر سنتے ہی بے ساختہ آپ کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو جاتے آپ کو سماع میں غلو تھا کہتے ہیں کہ وقت نزاع آپ کے لبوں پر تبسم تھا اور اسی حالت میں آپ نے جان جان آفریں کے سپرد کیا۔ مالوہ سے آپ کی میت دہلی لائی گئی اور حضرت سلطان المشائخ کے روضہ میں دفن کیا گیا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

۸۔ آٹھویں مرید خواجہ شمس الدین تھے آپ ابوالحسن خسرو کے بھانجے تھے جو حضرت سلطان المشائخ کی محبت میں مشہور تھے تکبیر تحریمہ سے پہلے جب تک سلطان المشائخ کا روئے مبارک نہ دیکھ لیتے نماز نہ پڑھتے جب آپ بیمار ہوئے تو حضرت سلطان المشائخ نے عیادت کا ارادہ کیا۔ اثنائے راہ میں انکی وفات کی اطلاع ملی سلطان المشائخ نے فرمایا کہ الحمد للہ دوست بدوست کے پاس پہونچ گیا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

۹۔ نویں مرید حضرت شیخ نظام الدین مغربی تھے بہار میں آپ کی بہت شہرت تھی آپ کی خدمت میں طالبان حق بکثرت حاضر ہوتے شیخ شرف الدین منیری آپ کی محبت میں صحرا نوردی چھوڑ کر بہار میں سکونت اختیار کی تھی آپ کے کئی کمالات ہیں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

۱۰۔ دسویں مرید حضرت قاضی عبدالکریم قدوی تھے آپ قاضی قدوہ کی اولاد سے تھے جو بنی اسرائیل سے تھے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اولاد سے تھے آپ کے متعلق سلطان المشائخ فرماتے تھے کہ یہ اسرافیل کے مانند ہیں اور ان کا علم جبرئیل کی طرح ہے کہتے ہیں کہ آپ کے دادا کے جد اعلیٰ فتح ہند کے زمانہ میں روم سے ہندوستان تشریف لائے اور یہیں کی سکونت اختیار کر لی۔ آپ کے ایک صاحبزادے تھے جو کثیر الاولاد تھے آپ کی اولاد میں کئی اولیاء اور اصحاب کرامات ہوئے۔ قاضی عبدالکریم نے ارادت و تربیت کے بعد موضع کریم پور پرگنہ ابراہیم آباد میں متوطن ہو گئے۔ کریم پور سے آپ موضع سرہدہ آئے اور انتقال تک وہیں سکونت پذیر رہے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

۱۱۔ گیارھویں مرید حضرت قاضی فخر الدین بن رکن الدین تھے یہ آپ کا سلسلہ نسب محمد بن ابوبکر رض تک پہونچتا ہے جب حضرت سلطان المشائخ نے موضع بجاوری کا قصد کیا تو اس وقت سے آپ کو لوگ قاضی فخر الدین بجاوری کہنے لگے آپ تمام فضائل اہل تصوف سے متصف تھے شیخ سعد اللہ اپنے ملفوظ میں لکھتے ہیں کہ قاضی فخر الدین سلطان المشائخ کے مرید تھے لیکن اسکے قبل ہمارے شیخ حضرت نصیر الدین محمود

سے بحد محبت و اعتقاد رکھتے تھے حضرت میر سید محمد حسینی گیسو دراز نے اپنی کتاب ثمرہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ قاضی فخر الدین بجلوری مجھ سے کہا کرتے تھے کہ ایک روز شیخ نصیر الدین محمود نے مجھ کو کچھ رقم دی اور فرمایا کہ اس رقم سے شراب خرید کر لاؤ جب میں نے شراب لائی تو فرمایا کہ پیالہ میں ڈالو اور مجھے دو میں نے چند پیالہ بھر کر پیش کئے اسکے بعد آپ نے فرمایا کہ تم بھی ایک پیالہ پی لو مجبوراً حسب ارشاد میں نے ایک پیالہ شراب پی لی حق تعالیٰ شاہد ہے کہ وہ خالص شہد تھا۔ سبحان اللہ آپ کے کیسے احوال و اسرار تھے جو فہم و دانش سے بالاتر ہیں۔ شیخ شرف الدین یحییٰ منیری معدن المعانی میں تحریر فرماتے ہیں کہ بعض عارفانِ حق کی کمال سلوک میں جب اپنے تقویٰ اور عبادت پر نظر پڑتی ہے تو عبادت کا گھمنڈ مشاہدہ ہو جاتا ہے اکثر لوگ اسی وجہ سے اس مرتبہ سے ترقی نہیں کرتے لیکن عاشقانِ صادق اور شہبازانِ جانباز اس کو بت اور زنار سمجھ کر اس درجہ طریقہ ملامت اپنا لیتے ہیں کہ شراب نوشی اور شاہد بازی وغیرہ میں مشغول ہو جاتے ہیں جسکے باعث عبادت و تقویٰ پہ مطلق فخر باقی نہیں رہتا اور وہ گھمنڈ جو حجاب مشاہدہ بن چکا تھا دور ہو جاتا ہے اور مطلوب عیاں ہو جاتا ہے وہ یہ بھی تحریر کرتے ہیں کہ یہ بہت بڑا کام ہے جس سے ہر شک میں حوصلہ میسر ہوتا ہے چنانچہ حضرت حافظ شیرازی نے ایک جگہ اسکی نشاندہی اسطرح کی ہے کہ ؎

تکیہ بر تقویٰ و دانش در طریقت کافریست ٭ راہ رو گر صد ہنر دارد توکل بایدش

لہذا جب کبھی عارف غلبۂ عشق سے تمام عمر کی عبادت کو تھوڑے سے حجاب کے باعث دریائے معصیت میں غرق کر دیتا ہے تو اس وقت حق تعالیٰ اس کے اخلاق پہ نظر رحمت فرماتا ہے اور اشیا کی ماہیت کو تبدیل کر دیتا ہے یہاں تک کہ اسکی معصیت بھی عبادت ہو جاتی ہے۔

اسی طرح حضرت خواجہ ابو الحسن نوریؒ تذکرۃ الاولیاء میں فرماتے ہیں کہ چالیس سال تک میں نے ریاضت و مجاہدہ کی زندگی بسر کی لیکن معرفت حق کا دروازہ نہ کھلا جب خوب غور کیا تو پتہ چلا کہ آفت یہ تھی کہ میرا نفس اور دل ہمنوا ہو گئے تھے پس چند عادتیں میں نے اختیار کیں اگر دل نماز و روزہ کی طرف مائل ہوتا تو میں اسکے خلاف کرتا یہاں تک کہ ہوائے نفسانی جاتی رہی اور اسکی جگہ اسرار معرفت نے لے لی۔ الغرض اس جماعت کے معاملات بروئے عقل درست نہیں معلوم ہوتے انکا تعلق عمل سے ہے بات یہاں سے چلی تھی کہ آپ سلطان المشائخ سے ارادت رکھتے تھے آپ کے والد قاضی رکن الدین نے قصبہ سترک میں سکونت اختیار کی وہ مرد بزرگ اور صاحب فضائل تھے انکی قبر اسی قصبہ میں واقع ہے اتفاقاً شیخ نصیر الدین محمود کا اس قصبہ

سے گذر ہوا قاضی فخر الدین آپکی صحبت سے بہرہ مند ہوئے آپ طالب ارادت ہوئے شیخ نصیر الدین محمود نے سلطان المشائخ کی نشاندہی کی آپ دہلی گئے لیکن دو تین باتیں آپ کے دل میں تھیں پہلے یہ کہ سلطان المشائخ آپ کو بجلوری سے مخاطب کریں اور اسی موضع میں سکونت پذیر ہونے کی اجازت دیں دوسرے یہ کہ آپ خود طلب کرکے مرید فرمائیں اور تیسرے یہ کہ آپ کے ہاتھ میں ایسی کوئی چیز ہو جو کھانے کی ہو اور وہ مجھے عنایت فرمائیں جب دہلی آئے سلطان المشائخ نے خواجہ اقبال سے فرمایا کہ قاضی فخر الدین بجلوری دروازہ پر کھڑے ہیں ان کو بلا لاؤ جب آپ شرف زمیں بوسی سے مشرف ہوئے تو ایک گل سرخ جو حضرت سلطان المشائخ کے دست مبارک میں تھا آپ کو عطا کر دیا قاضی صاحب نے اسکو اپنے منہ میں رکھ لیا اور کھا لیا یہ بات حاضرین مجلس کو پسند نہ آئی سلطان المشائخ نے فرمایا کہ فخر الدین کی اولاد اس گل سرخ کی طرح ہوگی اسکے بعد آپکو اپنی بیعت سے سرفراز فرمایا آپ کے چار فرزند تھے بڑے فرزند قاضی بدیع الدین تھے جو تمام فضائل سے آراستہ تھے تمام علوم ظاہری و باطنی کا اکتساب اپنے والد سے کیا تھا ایک کتاب پڑھ رہے تھے کہ والد کی وفات کا وقت قریب آپہونچا وہ حیران ہوگئے کہ ادھوری تعلیم کی تکمیل کس طرح ہوگی قاضی صاحب نے آنکھیں کھولدیں اور فرمایا کہ ہر روز میری قبر پہ آتے رہو میں تمہیں تعلیم دونگا انہوں نے ایسا ہی کیا آخر یہ خبر عوام میں مشہور ہو گئی اس وقت قاضی صاحب نے فرمایا کہ بابا اب مجھے تعلیم سے معاف رکھو کہ یہ راز آشکار نہیں ہونا چاہیئے تھا قاضی بدیع الدین کے کمالات کا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے کہ اپنے والد سے روحانی تعلق رکھتے تھے آپ کے تینوں بھائی بھی صاحب کشف تھے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم

ذکر شریف

طائر ذو الجناح قدس الشیخ بزرگ قطب ابدال شمس الدین ترک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ حضرت علاء الدین علی صابر کے مرید اور خلیفہ تھے جو حضرت گنج شکر کے مرید و خلیفہ تھے اور حضرت علاء الدین علی صابر حضرت سلطان المشائخ کے برادر طریقت تھے مختصر یہ کہ حضرت شمس الدین ترک صاحب ولایت تھے اور آپکی اس گروہ میں بڑی شان تھی تجرد میں زندگی بسر کی اور نہایت اولوالعزم تھے۔

اکثر قلندرانہ لباس پہنا کرتے ریاضت اور مجاہدہ میں بے نظیر تھے ادنیٰ سی توجہ سے عالم سفلی کے رہنے والوں کو عالم علوی تک پہونچا دیتے قہر اور لطف جو بھی بات آپ کی زبان سے نکلتی فوراً وقوع میں آجاتی ۔

صاحب مراۃ الاسرار فرماتے ہیں کہ میرے شیوخ سے متواتر یہ روایت پہونچی کہ حصول علم کا آپ میں داعیہ پیدا ہوا اور ترکستان کے شہروں میں آپ نے تحصیل علم فرمائی جب عقلی اور نقلی علوم کی تحصیل سے فارغ ہوئے تو محسوس ہوا کہ باب معرفت اس سے نہیں کھلا اور آپ نے جو کچھ سیکھا تھا اس سے صرف نظر کر کے تجرد کی زندگی اختیار کی اور راہ سلوک میں قدم صدق رکھا اور مرشد کامل کی تلاش میں ترکستان سے نکلے ترکستان کے اکثر بزرگوں سے ملے لیکن آپ کی تشنگی رفع نہ ہوئی پھر آپ عازم ہندوستان ہوئے گھومتے گھومتے کلیر پہونچے اور وہاں شیخ علی صابر سے ملاقات ہوئی حضرت صابر کا جمال مبارک دیکھتے ہی بے اختیار آپ کے قدموں پہ سر رکھدیا اور حلقہ ارادت میں داخل ہو گئے اور نگاہ ارادت سے مستفیض ہوئے اور حضرت صابر کی نظر کیمیا اثر سے کسب سلوک صوفیہ میں مشغول ہو کر بہت جلد مرتبہ تکمیل تک پہونچے اسکے بعد دوسروں کی تربیت میں مشغول ہوئے آپ سے خوارق عادات مثل احیاء اموات ظاہر ہونے لگے لیکن آپ نے غایت بلند پروازی سے اس جانب توجہ نہ فرمائی الغرض حضرت علاء الدین علی صابر نے آخر زندگی میں آپ کو طلب کیا اور خرقہ خلافت اور وہ نعمت جو انہیں حضرت فرید الدین گنج شکر سے ملی تھی عنایت فرمائی اور اجازت نامہ اپنے دست خاص سے لکھدیا اور وصیت کی میری وفات کے بعد تین دن سے زاید یہاں نہ ٹھیرنا تم کو خدائے تعالیٰ نے دیار پانی پت کی ولایت عطا کی ہے وہاں جاؤ اور وہیں کی سکونت اختیار کرو شیخ شمس الدین نے گذارش کی کہ وہاں کی ولایت شیخ شرف الدین بوعلی قلندر کو حاصل ہے میں ان کے ساتھ کیسے رہوں گا حضرت صابر نے فرمایا فکر نہ کرو ان کا آخر وقت قریب ہے تمہارے پانی پت پہونچنے کے چند دن بعد وہ اس عالم فانی سے رخصت ہو جائیں گے چنانچہ آپ حضرت شیخ علی صابر کی وفات کے بعد تین روز تک قصبہ کلیر میں قیام پذیر رہے اور اس کے بعد حسب وصیت پانی پت کی جانب تشریف لے گئے جب وہاں پہونچے تو سکونت کے لئے کوئی مقام معین نہ تھا مجبوراً دیوار کے سایہ میں بیٹھ گئے اتفاقاً شیخ شرف الدین بوعلی قلندر کو اسکی اطلاع پہونچ گئی فوراً اپنے حجرہ سے باہر نکلے اور روانہ ہوئے ایک حلوہ فروش نے جو آپ کا منظور نظر اور محبوب تھا دریافت کیا کہ آپ کہاں تشریف لیجا رہے ہیں شیخ نے فرمایا کہ اب میں یہاں ایک ساعت بھی ٹھیر نہیں سکتا کیونکہ یہاں کی ولایت کسی اور کو حوالہ کر دی گئی ہے اور مجھے دوسری جگہ بلایا گیا ہے حلوہ فروش نے

اصرار کیا کہ مجھے اس صاحبِ ولایت سے ملائیے اس کے بعد آپ جہاں جائیں گے میں بھی آپ کے ہمرکاب رہوں گا جب اس نے بہت اصرار کیا تو آپ نے فرمایا کہ فلاں محلہ میں فلاں شکل و صورت کا ایک شخص قلندرانہ لباس پہنے دیوار کے سایہ میں بیٹھا ہوا ہے اس کی جانب میں گستاخی نہ کرنا دور ہی سے دیکھ کر واپس ہو جانا جب وہ حلوہ فروش اس مقام پر پہونچا تو دیکھا کہ ایک شہباز دیوار کے سایہ میں بیٹھا ہوا ہے اور اس کے چہرہ سے انوارِ ولایت بکھر رہے ہیں اور دو شیر قزاق بھی وہاں بیٹھے ہوئے ہیں اس حلوہ فروش لڑکے کو یہ منظر دیکھنے کی تاب نہ رہی شیخ شرف الدین کی خدمت میں پہونچکر اس نے عرض کیا کہ واقعی یہاں رہنا قرینِ مصلحت نہیں الحاصل شیخ پانی پت سے کہرہ کی جانب روانہ ہوئے اور وہیں چند روز کے بعد رحلت فرمائی۔

شیخ شرف الدین بو علی قلندر کے حالات و کمالات آگے آئیں گے الغرض شیخ شمس الدین ترک نے اپنے مرشد کے ارشادات کے بموجب پانی پت میں سکونت اختیار کی جہاں آپ کی بڑی شہرت ہوئی۔ وہاں کے تمام لوگ آپ سے رجوع ہوئے اور آپ کے حلقہ ارادت میں شامل ہو گئے کئی سال آپ رشد و ہدایت میں مصروف رہے ایک روز آپ نے حجرۂ خاص کے سامنے مریدین اور اصحابِ سلسلہ کیساتھ بیٹھ کر حقائق و معارف بیان فرما رہے تھے اتفاقاً ایک خوبصورت لڑکا جس کا نام شیخ جلال تھا اور جو پانی پت کے امیرزادوں سے تھا عراقی گھوڑے پر سوار نہایت شان و شوکت کے ساتھ اس گلی سے گذرا جب حضرت شمس الدین کی نظر اس کے حسن پر پڑی تو اپنے اصحاب سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ میں اپنی نعمت اس لڑکے کے چہرہ پر تاباں و درخشاں دیکھ رہا ہوں۔ بمجرد یہ ارشاد فرمانے کے اس لڑکے کی نظر شیخ پر پڑی وقت آچکا تھا بے اختیار گھوڑے سے کود پڑا اور اپنا سر آپکے قدموں پر رکھدیا آپ نے اس کا سر اٹھا کر فرمایا آئندہ گھوڑے پر سوار نہ ہونا لڑکے نے گھوڑے کو چھوڑ دیا۔ الحاصل شیخ نے اپنے تصرف سے اسکو مردانِ صوری و معنوی میں شامل کر دیا اس نے ترکِ دنیا کر کے اسی وقت شرفِ بیعت حاصل کیا۔ شیخ نے چمڑے کی ٹوپی جو آپ کے سر پر تھی اسکے سر پر پہنا دی اور شفقت سے فرمایا کہ تجھے یہ بھی دیا وہ بھی دیا شیخ جلال نے اس طرح تھوڑے ہی عرصہ میں درجہ کمال حاصل کر لیا زاں بعد آپ نے فرمایا کہ اب نکاح کر لو کہ میں اپنے علم باطن سے تمہاری اولاد سے کئی ہزار صاحبانِ معرفت کو دیکھ رہا ہوں۔ شیخ جلال نے عرض کیا کہ آپکے حکم سے کوتاہی مقصود نہیں لیکن اگر کچھ اولاد بدکردار نکلے تو وہ باعث رنج و اندوہ نکلے گی حضرت نے فرمایا کہ جو نیک اولاد ہوگی تم ان کے ساتھ رہنا اور جو بدکردار ہونگے وہ میرے ساتھ رہیں گے یہ فقیر جنت میں اسوقت تک

داخل نہ ہوگا جب تک تمہاری تمام اولاد اسکے ساتھ نہ ہو۔ بالآخر شیخ جلال نے عقد کیا اور صاحب اہل و عیال ہو گئے۔ ان کی اولاد آج بھی قصبہ پانی پت میں بکثرت موجود ہے حضرت شمس الدین ترک کے خوارق عادات اور کمالات اتنے زیادہ ہیں کہ اس مختصر کتاب میں ان کا ذکر کرنا ممکن نہیں اپنی آخری عمر میں آپ نے شیخ جلال کو نعمت خلافت سے سرفراز فرمایا اور اپنا جانشین مقرر کیا۔ بتاریخ ۱۹ رشعبان آپ نے وفات پائی اور پانی پت میں مدفون ہوئے آپ کا سن وفات نظر سے نہیں گذرا لیکن آپ شیخ نصیر الدین محمود اودھی کے معاصر تھے اور سلطان فیروز شاہ کے زمانہ سلطنت میں آپکا انتقال ہوا۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

ذکر شریف

محرم اسرار نہانی، واقف راز پنہانی قطب ارشاد شیخ رکن الدین علاء الدولہ سمنانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ متعدد کمالات سے متصف تھے اور گروہ صوفیہ میں بلند مرتبت صاحب ہمت اور عزم قوی کے حامل تھے سلسلہ فردوسیہ میں شیخ نجم الدین کبریٰ کے بعد تربیت مریدان میں آپ کا کوئی ثانی نہ تھا۔ اکثر شاہبازان طریقت آپ کی تربیت کے باعث درجہ کمال پر پہونچ گئے اور شیوخ وقت نے مسائل تصوف میں آپ کی اقتداء کی ان کے منجملہ شیخ عبد الرزاق کاشی کو جو حضرت شیخ اکبر محی الدین عربی کے ایک واسطہ سے خلیفہ تھے وحدت الوجود کے مسئلہ میں آپ سے اختلاف ہوا جس کا ذکر مقدمۂ کتاب میں ہو چکا ہے۔ آپ شیخ نور الدین اسفرائنی کے مرید اور خلیفہ تھے اور حضرت شیخ احمد جورفانی کے مرید و خلیفہ تھے جو شیخ رضی الدین علی اللہ کے مرید و خلیفہ تھے اور وہ شیخ مجد الدین بغدادی کے مرید و خلیفہ تھے جو شیخ نجم الدین کبریٰ کے مریدان کامل سے تھے ابتداءً علاء الدولہ سمنانی شاہان سمنان سے تھے جیسا کہ آپ خود چہل مجلس میں تحریر فرماتے ہیں کہ میرے چچا ملک جلال الدین بادشاہ وقت ارغوان خاں کے وزیر تھے اور میرے خالو قاضی ضیاء الدین ندیم الملک تھے جو ارغوان خاں کے مصاحب خاص تھے۔ کتاب عروۃ الوثقیٰ میں اپنے ترک دنیا کی تفصیل آپ نے لکھی ہے جو مجملاً اس کتاب کے دیباچہ میں لکھی جاچکی ہے۔

صاحب نفحات تحریر فرماتے ہیں کہ پندرہ روز تک سلطان کی صحبت میں رہنے کے بعد آپ نے ریاضت و مجاہدہ

اختیار کیا آپ سلطان کے ساتھ ایک جنگ میں تھے کہ آپ پر جذبۂ عشق الٰہی طاری ہوا اسکے بعد ۶۸۷ھ میں بغداد آئے اور حضرت شیخ نور الدین اسفرائنی کی صحبت اختیار کی اور ان کے معتقد ہوگئے۔ اور ۶۸۹ھ میں بوقت مراجعت حجاز خلافت پائی اسکے بعد ۷۲۰ھ میں خانقاہ میں سکونت پذیر ہوگئے۔ سولہ سال کی عمر سے آخر حیات تک دو سو ستر چلے کھینچے تھے آپ کے کمالات اور خوارق عادات حد تحریر سے متجاوز ہیں لیکن آپ کے بعض کلمات قدسیہ نقل کئے جاسکتے ہیں جس سے آپکا طریقہ سلوک ظاہر ہوگا۔

چہل مجلس میں آپ تحریر فرماتے ہیں کہ ایک روز ایک شخص نے مجھ پر اعتراض کیا کہ یہ یزید و ظالم اور ملعون ہے تم اسکی رشد و ہدایت میں مصروف ہو یہ کیسی بات ہے۔ میں نے کہا وہ مرد مسلمان ہے اگر کوئی یہودی یا مجوسی بھی آئے تو میں اسکو تلقین و ارشاد کروں گا اور کوشش میں دریغ نہ کروں گا جب تک کہ اسے اپنا ہم مشرب نہ کروں تمکو میرے دین کامل کی کیا خبر۔ محبوب کے درمیان ستر ہزار حجاب حائل ہیں اگر کوئی لا الٰہ الا اللہ آدم صفی اللہ کہے تو دس ہزار حجاب اٹھ جاتے ہیں اور اگر نوح نجی اللہ کہے بیس ہزار حجاب اٹھ جاتے ہیں اور اگر ابراہیم خلیل اللہ کہے تو تیس ہزار حجاب دور ہو جاتے ہیں اسی طرح اگر کوئی موسیٰ کلیم اللہ کہے تو چالیس ہزار حجاب رفع ہوتے ہیں اگر اسمٰعیل ذبیح اللہ کہے تو پچاس ہزار اور اگر عیسیٰ روح اللہ کہے تو ساٹھ ہزار حجاب رفع ہوجاتے ہیں اور باقی دس ہزار لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہنے سے دور ہو جائیں گے پس جو مجوسی میرے سامنے آئے اور سلوک میں درجہ بدرجہ ترقی کرے پھر بھی باوجود کوشش کے کچھ نہ کھلیگا یہاں تک کہ مجھ پر اعتماد نہ کرے اور میں جو مقام اسکو بتاؤں کہ فلاں مقام فلاں مقام سے بلند تر ہے چند ہی لوگ وہاں پہونچے ہیں اور جو کچھ میں کہتا ہوں اس کا وہاں مشاہدہ کرتے ہیں تب انھیں میری باتوں پر اعتقاد ہوتا ہے۔ جب چھ ہزار حجاب باقی رہ جاتے ہیں تو میں ان سے کہتا ہوں اگر تم چاہتے ہو کہ وہ حجابات بھی رفع ہو جائیں تو محمد رسول اللہ پر اسی وقت ایمان لاؤ۔

آپ یہ بھی فرماتے ہیں کہ مرشد پر لازم نہیں کہ خود کو مرشد بتا کر لوگوں کو اپنی جانب راغب کرے صرف پیغمبر کے لئے اس طرح کہنا ضروری ہے کہ وہ اپنی پیغمبری کا اعلان کرے اور حق تعالیٰ جب کسی کے باطن کو منور کر دیتا ہے تو خود لوگ اسکو مرشد تسلیم کر لیتے ہیں اس وقت مرشد پر لازم ہے کہ طالب حق کی خدمت کو قبول کرے۔ آپ یہ بھی فرماتے ہیں کہ ہم نے عالم غیب میں یہ مشاہدہ کیا ہے کہ ہزار سال

ہم نے دریا کی سیر کی ہے جب رات اور دن کو شمار کیا تو ہزار سال ہوئے۔ جب عالم غیب سے ہم واپس ہوئے تو وہی وقت باقی تھا جو نماز فجر اور طلوع آفتاب کے درمیان تھا عالم غیب کا حال ہی دوسرا ہے ہم نے وہاں ایک جماعت دیکھی جو حقیقت کی ناواقفیت کی وجہ سے تناسخ کے قائل ہوگئے اور سمجھنے لگے کہ ہماری روح پہلے دوسرے قالب میں تھی۔ ہندوستان کے برہمن کا یہی عقیدہ ہے اور بعض اسلام کے فرقہ بھی اس بھنور میں پھنسے ہوئے ہیں اور بزرگوں کے کلام کو جسکا مفہوم یہ سمجھ نہ سکے اپنی دلیل میں پیش کیا اور شیطان لعین نے ان کے اس اعتقاد میں تقویت پیدا کردی یہانتک کہ مسئلہ تناسخ کے اثبات میں انہوں نے کتابیں لکھیں۔

حضرت امیرالمومنین علی علیہ السلام نے سلمان فارسی سے جو کچھ فرمایا واظہر من الشمس ہے آپ یہ بھی فرماتے ہیں کہ جملہ انبیاء اس غرض سے آئے ہیں کہ لوگوں کی آنکھیں کھولیں تاکہ وہ اپنے نقص اور حق تعالیٰ کے کمال، اپنے عجز اور خدائے تعالیٰ کی قدرت۔ اپنے ظلم اور خدائے تعالیٰ کے عدل، اپنے جہل اور خدائے تعالیٰ کے علم، اپنی ذلت اور حق تعالیٰ کی عزت اپنی بندگی اور حق تعالیٰ کی خداوندی۔ اپنا فقر اور حق تعالیٰ کا غنا۔ اپنی تقصیر اور حق تعالیٰ کی نعمت۔ اور اپنی فنا اور حق تعالیٰ کی بقا کو سمجھ سکیں۔ اس طرح شیخ اسلئے ہے کہ مریدوں کی آنکھیں ان امور میں اس طرح کھولے۔

آپ یہ بھی فرماتے ہیں کہ وہی بات مرشد مرید کو بتائے جس پر وہ عمل کر سکے بجز تین چیزوں کے کہ جس کو قدرت نے مخفی رکھا ہے ایک طلب، دوم اخلاص اور سوم عشق اور یہ تینوں چیزیں بجز مواہبت الٰہی کے حاصل نہیں ہو سکتیں الغرض آپ نے اپنی تصنیفات میں فوائد مشرب صوفیہ بکثرت بیان فرمائے ہیں۔

آپ کے کمالات کا اندازہ اسی سے کیا جاسکتا ہے کہ آپ کے اتنے خلفا ہوئے کہ جنہوں نے اپنے ارشادات سے کئی گمراہ لوگوں کو صحرائے ضلالت سے ہدایت کی جانب رہنمائی کی ان کے منجملہ ایک شیخ علی مصری تھے جنکے ملک روم میں بہت مرید تھے۔ دوسرے شیخ شرف الدین محمود بن عبداللہ مزدقانی تھے جو کمالات ظاہر و باطن میں خلفائے شیخ میں ممتاز تھے۔ میر سید علی بن شہاب الدین ہمدانی انہی کے مرید ہیں حضرت میر سید جہانگیر اشرف سمنانی نے اپنے بچپن میں حضرت شیخ سے ادب کی تعلیم پائی تھی۔ چنانچہ آپ نے لطائف اشرفی میں اس کا ذکر کیا ہے۔ الغرض آپکے کمالات اور خوارق عادات بہت زیادہ تھے آپ کی وفات شب جمعہ ۲۱ رجب ۷۲۶ھ میں بزمانہ سلطنت

ابو سعید بہادر خاں بن سلطان محمد خدابندہ خاں بن ارغوان خاں بن القاخاں بن ہلاکو خاں واقع ہوئی آپ حظیرہ قطب زماں عماد الدین عبد الوہاب میں مدفون ہوئے۔ سلطان ابو سعید اور سلطان محمد تغلق کے ہم عصر تھے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

ذکر شریف

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

عارف باستحقاق قدوۂ عشاق مقتدائے وقت شیخ صفی الدین ابو الفتح اسحٰق

آپ کا سلسلہ نسب سیدنا امام موسیٰ کاظم علیہ السلام تک پہونچتا ہے ابتداءً عراق اور خراسان کے لوگ آپ کو پیر بزرگ کہا کرتے تھے بعد میں شیخ اردبیلی کے لقب سے مشہور ہوئے آپ حضرت شیخ زاہد گیلانی کے مرید اور خلیفہ تھے وہ شیخ جمال الدین تبریزی کے اور وہ شیخ شہاب الدین اہری کے اور وہ شیخ رکن الدین اسحاق کے اور وہ شیخ قطب الدین اہری کے اور وہ شیخ ابو النجیب سہروردی کے مرید اور خلیفہ تھے۔ سادات مشہد اور اہل ایران سے منقول ہے کہ آپ والدہ کی جانب سے بھی شرف سیادت سے ممتاز تھے آپ کے ایک خلیفہ نے آپ کے ملفوظات جمع کئے ہیں جن میں آپ کے حالات اور وہ کرامات جو آپ سے ظہور پذیر ہوئیں مرقوم ہیں۔

اس ملفوظ میں سطور ہے کہ آپ کی والدہ صوفیہ مرتاضیہ تھیں جب آپ کی عمر چھ سال تھی تو آپکے والد امین الدین جبرئیل کا انتقال ہوگیا جب سن شعور کو پہونچے تو عبادت گزاری میں سعی بلیغ کی اس ضمن میں آپ سے جو خوارق عادات ظاہر ہوئے وہ آپ کی والدہ ماجدہ سے منقول ہیں۔

آپ کی والدہ کو ایک بزرگ نے بشارت دی کہ تمہارے لڑکے کو مرتبۂ سروری حاصل ہوگا اور انکی شہرت مشرق تک پہونچ جائے گی آپ ترقی کرتے گئے یہاں تک کہ کشف باطنی حاصل ہوگیا اور ثواب وعذاب کے فرشتوں کو لوگوں کی قبروں میں دیکھنے لگے اس سے آپکو خوف لاحق ہوا اور آپ بیمار ہوگئے آپ کی والدہ نے اطباء کو جمع کیا لیکن علاج فائدہ مند ثابت نہیں ہوا جب آپکی والدہ نے علاج سے صحت کی صورت نہ دیکھی تو اپنے صاحبزادے سے انکی حالت اور اسکا سبب اصرار سے دریافت کیا شیخ نے بلحاظ

ضرورت احوال بیان کئے جب والدہ کو صورت حال سے واقفیت ہوئی تو انہوں نے سمجھ لیا کہ اسکا علاج بجز اولیاء اللہ کے کسی سے نہیں ہو سکتا اس بنا پر اس شہر میں جو بھی ولایت وصلاحیت سے متصف نظر آتا تو ان کو مدعو کرتیں اور اپنے لڑکے کا حال گوش گذار کرتیں ہر کوئی اس بات کو سنکر متحیر ہو جاتا والدہ سمجھ جاتیں کہ شیخ کا مرتبہ ان سے بالاتر ہے۔ اسکے بعد شیخ مرشد کی تلاش میں گوشہ نشینوں سے ملے لیکن کوئی آپکی بیماری دل کا مداوا نہ کرسکا آخر کار تلاش مرشد کے لئے والدہ سے سفر کی اجازت طلب کی والدہ نے اجازت نہ دی اسکے بعد آپ نے اپنی ماں سے عرض کیا کہ میرے بھائی شیخ صلاح الدین رشید شیراز کی طرف گئے ہوئے ہیں اور ایک عرصہ دراز سے انکی کوئی خبر نہیں ملی اگر آپ اجازت مرحمت فرمائیں تو بھائی کی تلاش میں میں شیراز جاؤں بہر حال اس بہانہ سے اپنی ماں کی اجازت حاصل کرلی اور مرشد کی تلاش میں روانہ ہوئے تقریباً بارہ سال تک مختلف شہروں میں گھومتے رہے جس جگہ کسی بزرگ کی شہرت سنتے تو وہاں پہونچ جاتے اور انکی صحبت اختیار کرتے لیکن کہیں بھی سکون خاطر نصیب نہ ہوا بعض اہل باطن نے یہ مژدہ سنایا کہ تمہاری کلید مراد شیخ زاہد گیلانی کے دست مبارک میں ہے جس کی بنا پر آپ عازم گیلان ہوئے اور حضرت شیخ سے ملکر اپنا حال بیان کیا شیخ سے تسکین خاطر نصیب ہوئی اور حجابات رفع ہوگئے آپ فوراً حضرت شیخ زاہد گیلانی کے شرف بیعت سے مشرف ہوگئے شیخ نے انکو جلانے کی لکڑیاں لانے کی خدمت سونپی آپ نے چند سال یہ خدمت انجام دی ایک رات حضرت شیخ زاہد گیلانی نے حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ فرما رہے ہیں کہ اے زاہد میرے لڑکے کو لکڑیاں لانے کیلئے تم نے کیسے مامور کیا یہ خدمت انکے لئے ناموزوں ہے۔

جب حضرت شیخ بیدار ہوئے تو حضرت صفی الدین کو طلب کیا اور انکو خرقہ خلافت سے سرفراز فرمایا اور اپنی صاحبزادی انکے حبالۂ عقد میں دی اسکے علاوہ پیران سہرورد کے تبرکات عطا کئے اور ان کو اصلی وطن اردبیل کو رخصت کیا آپ اردبیل آکر مسند ارشاد پر متمکن ہوئے سارا عالم آپ کا گرویدہ ہوگیا اور طالبوں اور مریدوں کا میلہ لگ گیا ان میں سے اکثر درجۂ کمال کو پہونچ گئے چنانچہ آپ کے کرامات عراق اور خراسان میں اظہر من الشمس ہیں آپ حضرت علاء الدولہ سمنانی کے ہم عصر تھے کہتے ہیں کہ ایک سارق آپکے ہاتھ پر تائب ہوا اور شیخ نے اسکے اعتقاد کی بنا پر اسکو خرقہ خلافت پہنا دیا اور فرمایا کہ ہوشیار رہو کہ یہ خرقہ تمہیں یا اونچا کردیگا یا گرادیگا چنانچہ ایک مدت کے بعد اس شخص نے بلندی سے بیابان میں خود کو گرادیا اتفاقاً اس بلندی کے نیچے ایک درخت کی شاخ میں لٹک گیا طلوع آفتاب تک جان بحق

تسلیم ہو گیا۔ آپ کے کمالات حدِ تحریر سے متجاوز ہیں۔ آپ کی وفات نماز صبح کے بعد بروز دوشنبہ بتاریخ ۱۲/ محرم ۷۲۵ھ بزمانہ سلطنت ابو سعید بہادر خاں واقع ہوئی۔ اردبیل میں اپنی ماں کے پائیں دفن ہوئے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

آپ کی وفات کے بعد شیخ صدر الدین بن شیخ صفی الدین قائم مقام ہوئے آپ بھی کمالات ظاہری و باطنی سے مزین تھے امیر تیمور آپکی ملاقات کے لئے آیا تھا۔ آپ نے اسے فتح روم کی بشارت دی بعض لوگ جو علم تاریخ سے ناواقف ہیں کہتے ہیں کہ امیر تیمور شیخ صفی الدین کی خدمت میں گیا تھا۔ یہ غلط ہے کیونکہ امیر تیمور شیخ صفی الدین کی وفات کے ایک سال بعد ۷۳۶ھ میں پیدا ہوا تھا۔ حضرت شیخ سے وہ کیسے مل سکتا تھا۔

صاحب تاریخ عباسی تحریر کرتے ہیں کہ امیر تیمور خواجہ علی بن صدر الدین بن صفی الدین کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ فتح روم کے بعد شیخ صفی الدین کے روضہ کی زیارت کی اور خواجہ علی کی صحبت اختیار کی۔ اس نے حضرت خواجہ علی کو خواب میں دیکھا تھا اور انکی امداد باطنی بھی پائی تھی لہذا اس نے آپ سے بیعت کی۔ اس کے بعد جن لوگوں کو اسیر بنا کر لایا تھا ان کو حضرت خواجہ علی کی سفارش کی بناء پر آزاد کر دیا۔ الغرض شیخ صدر الدین بن صفی الدین جو فاطمہ دختر حضرت شیخ زاہد گیلانی کے بطن سے تھے تقریباً نوے سال تک بقید حیات رہے اور امیر تیمور کے زمانہ سلطنت میں وفات پائی۔ اردبیل میں اپنے والد کے پہلو میں دفن کئے گئے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

آپ کی وفات کے بعد حضرت خواجہ علی آپ کے جانشین ہوئے اور مریدوں کی تربیت میں مصروف ہو گئے اسکے بعد آپ نے حج بیت اللہ کا قصد کیا اور بیت الحرام سے واپسی کے وقت ماہ ربیع الاول ۸۳۲ھ میں در بیت المقدس پر وفات پائی اور وہیں مدفون ہوئے۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

ذکر شریف

عاشق شاہباز عارف باراز قبلہ مجذوبان حق خواجہ شمس الدین محمد حافظ شیراز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

صاحب نفحات تحریر کرتے ہیں کہ آپ لسان الغیب اور ترجمان الاسرار ہیں اور آپ نے اسرار غیبی اور

معانی حقیقت کو مجاز کے رنگ میں پیش کیا۔ اگرچہ یہ معلوم نہ ہو سکا کہ آپ کو کس بزرگ سے ارادت تھی اور تصوف میں کس گروہ سے منسوب تھے لیکن آپ کا کلام ان بزرگوں کے مشرب پر اسطرح مبنی ہے کہ کسی اور کو اسطرح کا کلام لکھنے کا اتفاق نہ ہوا۔ آپ کے سلسلہ کے ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ کوئی دیوان، دیوانِ حافظ سے بہتر نہیں ہے۔ اگر کوئی صوفی ہے تو تصوف میں آپ کے اشعار کا وہ بھی محتاج ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ تصوف میں آپ کا شبدیز قلم رواں دواں تھا۔

صاحب سفینہ تحریر فرماتے ہیں کہ تذکرہ عبدالقادر بدوانی میں شیخ نظام الدین امیٹھی سے منقول ہے کہ خواجہ حافظ شیراز حضرت بہاء الدین نقشبند کے مرید تھے آپ کا نام محمد اور لقب شمس الدین تھا آپ کو لسان الغیب بھی کہتے ہیں حقائق اور معارف آپ کے دیوان میں بکثرت موجود ہیں اکثر آپ کے دیوان حقیقت بیان سے فال لی جاتی ہے تو حسب مطلب جواب برآمد ہوتا ہے۔ چنانچہ جس وقت جہانگیر ایام شہزادگی میں اپنے والد سے ناراض ہو کر الہ آباد میں مقیم تھا اور اس تردد میں تھا کہ اپنے والد کے پاس حاضر ہو یا نہ ہو اس نے دیوانِ حافظ طلب کیا اور فال کھولی تو یہ غزل نکلی ؎

چرا نہ در پئے عزم دیار خود باشم ٭ چرا نہ خاک کفِ پائے یار خود باشم
غم غریبی و غربت چو بر نمی تابم ٭ بشہر خود روم و شہریار خود باشم

اس فال کے مطابق وہ بغیر کسی تامل کے روانہ ہو گیا اور اپنے والد کی ملازمت اختیار کر لی۔ چھ ماہ کے بعد خود بادشاہ ہو گیا۔ حضرت خواجہ کی وفات ۷۹۲ھ میں واقع ہوئی آپ کا مزار شہر شیراز میں واقع ہے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

ذکر شریف

شیخ ذوالمعانی، ذوالمجدوانی، شیخ زین الدین خوانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ کی کنیت ابوبکر تھی علوم ظاہری و باطنی میں از ابتداء تا انتہا باستقامت جادۂ شریعت پر رہے
صاحب نفحات تحریر فرماتے ہیں کہ آپ شیخ نور الدین عبدالرحمٰن مصری کے مرید تھے اور وہ شیخ یوسف

کورانی کے اور وہ شیخ تاج الدین حسن کے اور وہ شیخ محمود اصفہانی کے اور وہ شیخ عبدالصمد نطنزی کے اور وہ شیخ علی مرتعش شیرازی کے اور وہ شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی کے مرید اور خلیفہ تھے۔

صاحب سفینہ فرماتے ہیں کہ آپ کی آخری عمر میں ایک واقعہ پیش آیا کہ آپ تین روز تک بے خود رہے جب اس حالت بے خودی سے لوٹے ایک سال تک آپ پر عالم سکوت طاری رہا۔ بات بہت کم کرتے تھے۔ آپکی وفات شب یکشنبہ بتاریخ ۲ر شوال ۸۳۸ھ میں واقع ہوئی۔ آپکی رحلت کے بعد آپ کو تین جگہ منتقل کیا گیا اب آپکی قبر ہرات میں عیدگاہ کے قریب واقع ہے اس پر ایک عالیشان عمارت تعمیر کی گئی ہے۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

مشکوٰۃ نوزدھم

ذکر شریف

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

قدوۂ عارفین احدٔ کعبہ الواصلین صمد سیدنا سید شمس الدین ابو عبد اللہ محمد

آپ کی کنیت ابو عبد اللہ ہے آپ کا مولد و مدفن حماۃ شریف ہے جو خیر البلا و بغداد سے سات منزل کے فاصلہ پر ہے آپ کے پدر بزرگوار کا اسم گرامی سید سیف الدین ذکریا یحییٰ تھا۔

چنانچہ صاحب تحفۃ الابرار تحریر فرماتے ہیں کہ اعقب الشیخ سیف الدین ذکریا یحییٰ ھذا ولداً ذاکراً اسمہ الشیخ شمس الدین محمد ابو عبد اللہ۔

یعنی حضرت سید سیف الدین ابو ذکریا یحییٰ نے ایک والا قدر فرزند کو چھوڑا جسکا نام شیخ شمس الدین محمد ابو عبد اللہ تھا۔

وقال الحافظ ابن ناصر الدین دمشقی ابو عبد اللہ شمس الدین محمد بن یحییٰ بن احمد بن محمد بن نصر بن عبد الرزاق بن شیخ الثقلین عبد القادر الجیلانی رضی اللہ عنھم کان شیخاً عالماً سمع الحدیث من جماعتہ بیت المقدس وروی عن ابی ذکریا یحییٰ انتھا کلامہ۔

یعنی حافظ ناصر الدین دمشقی فرماتے ہیں کہ ابو عبد اللہ شمس الدین محمد بن یحییٰ بن احمد بن محمد بن نصر بن عبد الرزاق جسکا نسب بواسطہ فرزند غوث الثقلین ممتاز ہے۔ شیخ کبیر اور عالم وثقت تھے آپ کو سند حدیث بیت المقدس کی ایک جماعت سے اور آپ کے والد حضرت سید سیف الدین ابو ذکریا یحییٰ سے ملی تھی۔ انتہیٰ کلام۔

یعنی حافظ ناصر الدین دمشقی نے آپ کی مدح میں اسی قدر تحریر کیا ہے۔

وقال صاحب قلائد الجواھر ولم یذکر لہ تاریخاً لمولدہ ووفاتہ وقال لم اقف علیٰ تاریخ فی ذالک الان ومولدہ لحماۃ وبھا توفی ودفن بتربۃ ابیہ ظاھر باب الناعورۃ ۔

یعنی صاحب قلائد الجواہر جو ثقہ راوی ہیں لکھتے ہیں کہ حضرت شمس الدین ابو عبداللہ محمد کی تاریخ ولادت و وفات سے میں واقف نہ ہو سکا اب تک بھی یہ تواریخ عدم دستیاب ہیں لیکن آپ کا مقام ولادت حماۃ شریف ہے اور وہیں آپ نے وفات پائی اور اپنے والد ماجد کے مدفن میں جو ظاہر باب الناعورہ میں واقع ہے دفن ہوئے ۔

وقال صاحب تحفۃ الابرار عقبہ ھذا ولدین ذکورین عبدالقادر لقب بمحی الدین وثانی اسمہ علاء الدین ابو الحسن علی ۔

یعنی صاحب تحفۃ الابرار تحریر فرماتے ہیں کہ آپ نے دو اولاد ذکور چھوڑے پہلے فرزند ابی محمد محی الدین عبدالقادر ثانی تھے اور دوسرے فرزند کا نام علاء الدین ابو الحسن علی تھا جن کا ذکر ان کے مقام پر آئیگا۔ سید عبدالقادر ثانی جن کا لقب محی الدین اور کنیت ابی محمد تھی اپنے والد کی وفات کے بعد آپ کے قائم مقام ہوئے بعد میں آپ عازم بیت اللہ ہوئے ۔

چنانچہ صاحب تحفۃ الابرار کہتے ہیں کہ تاریخ علامہ سے معلوم ہوتا ہے کہ سید محی الدین ابی محمد عبدالقادر نے ۷۸۰ھ میں حج بیت اللہ کا ارادہ کیا اور وہیں بمقام منیف بیس سال کی عمر میں وفات پائی ۔

وقال الامام المورخ تقی الدین احمد فی کتاب درر العقود توفی بعد عودہ من الحج عن نیف وعشرین سنۃ من عمرہ فی سنۃ المذکورۃ وکان من اھل الدین والعلم والعبادۃ وظھر علیہ من الکرامات ۔

یعنی امام تقی الدین جو مورخ وقت تھے کتاب درر العقود میں تحریر کرتے ہیں کہ سید عبدالقادر ثانی کی وفات حج سے فارغ ہونے کے بعد نیف بیس سال کی عمر میں بہ سن مذکور واقع ہوئی ۔

و آپ نہایت دیندار عالم عابد اور صاحب کرامات تھے ۔

چنانچہ صاحب تحفۃ الابرار تحریر کرتے ہیں کہ جب آپ حج بیت اللہ سے مشرف ہوتے تو مدینہ منورہ آکر روضہ مقدسہ کے روبرو کھڑے ہوئے اور اپنے جد اعلیٰ الشیخ الثقلین سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کا قصیدہ پڑھنے لگے اور رونے لگے آپ جب یہ اشعار پڑھنے لگے تو آپ کے ساتھ ساتھ گرد و پیش کے لوگ بھی گریہ وزاری کرنے لگے یہاں تک کہ شریف حرم شریف سے باہر آیا اور دریافت کیا کہ آج

تمہارے درمیان کون اہل دل ہے جس کے سوز و گداز سے سب متاثر ہوکر گریہ و زاری میں مصروف ہیں۔ جب دیکھا کہ آپ کھڑے ہوئے رو رہے ہیں تو کہا کہ آپ اپنے جد بزرگوار کے حجرہ میں تشریف لائیں کہ آپ کو اپنے جد سے اندر داخل ہونے کی اجازت مل چکی ہے آپ پر حالت وجد طاری ہوئی تمام عرب ساکت و صامت تھے پھر آپ حجرہ کے باہر نکلے۔ غرض آپ کے بہت مناقب ہیں رحمۃ اللہ علیہ

سید محمد امین فرزند سید شاہ عظمت اللہ قادری جو سرزمین ہند میں آرام فرما رہے ہیں۔ ملفوظ عظمت الٰہی میں تحریر کرتے ہیں کہ حضرت سید شمس الدین محمد ابو عبد اللہ کو ایک فرزند سید علاء الدین تھے سید عبد القادر ثانی کا نام سید محمد امین نے انکو اولاد نہ ہونے کی وجہ سے یا پھر عدم واقفیت کی بنا پر تحریر نہیں کیا۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

ذکر شریف

شاہ باز بلند پرواز عاشق جانباز قطب الوقت محرم باراز سید محمد حسینی گیسو دراز رحمۃ اللہ علیہ

آپ کی کنیت ابو الفتح نام سید محمد صدر الدین اور لقب ولی الاکرم اور مخدوم المشائخ تھا آپ کے والد بزرگوار کا نام سید یوسف تھا جو راجو قتال کے لقب سے مشہور رہے آپ کا سلسلہ نسب حضرت زید مظلوم بن سیدنا زین العابدین علیہ السلام تک پہونچتا ہے۔

صاحب تاریخ سید محمدی آپ کا سلسلہ نسب یوں تحریر کرتے ہیں کہ ابو الفتح محمد بن یوسف بن حسن بن عمر بن یحییٰ بن حسین بن زید المظلوم الی آخرہ

حضرت مخدوم المشائخ کے والد بزرگوار حضرت سلطان المشائخ سے بیعت ارادت رکھتے تھے: آپ ۴ رجب ۷۲۱ھ کو دہلی میں پیدا ہوئے جب حضرت مخدوم چار سال کے ہوئے۔ سلطان محمد تغلق نے اہلیان دہلی کو دولت آباد کی جانب روانہ کیا آپ بھی اپنے والد کے ساتھ دولت آباد تشریف لائے۔ اسکے چار ماہ بعد آپ کے والد شیخ بابو سے ملاقات کے لئے جانب دیوگیر روانہ ہوئے۔ حضرت مخدوم بھی آپکے ہمراہ رہے شیخ بابو بزرگ اور صاحب نعمت تھے جب وہ سماع سنتے تو بیخود ہو جاتے اور انکے منہ سے

کف نکلنے لگتا جو کچھ اس وقت کہتے وہ ہو رہتا حضرت مخدومؒ کے متعلق بھی انہوں نے چند باتیں کہیں جب حضرت مخدومؒ آٹھ سال کے ہوئے تو وضو نماز اور دوسرے کارہائے دینی کا اہتمام کرنے لگے آپ کے ہم عمر لڑکے جو کثیر تعداد میں تھے ان کو بھی جمع کرتے وہ لوگ حضرت مخدومؒ کے سامنے ادب سے بیٹھ جاتے اور بعض لڑکے آپ کے لئے وضو کا پانی رکھتے اور حضرت مخدومؒ حسب طریق مشائخ کچھ نہ کچھ تبرک انہیں عطا کرتے بعد میں آپ علم ظاہر کے اکتساب میں مشغول ہوئے اور زیادہ تر اپنے چچا زاد بھائی کی صحبت میں رہا کرتے جو حضرت سلطان المشائخ کے مرید تھے۔ اپنے والد ماجد اور بی اعمام سے حضرت سلطان المشائخ کے اوصاف سنتے آپ کا دل سلطان المشائخ کیجانب راغب ہوا لیکن طلب علم کی بنا پر مجبوری تھی تھوڑا سا علم نحو پڑھا تھا کہ حضرت شیخ نصیر الدین محمود کے فضائل اور انکی ارادت کا حال معلوم ہوا تو آپ کا دل انکا والہ و شیدا ہو گیا لیکن یہ فکر لاحق تھی کہ اتنے دور دراز مقام پر کیسے پہونچیں گے جب پندرہ سال کے ہوئے تو اچانک آپکے والد ماجد کے پاس ملک الامرا اپنے چھوٹے بھائی کے ساتھ پہونچا یہ ملاقات باعث کدورت ہوئی آپ حضرت مخدومؒ اور ان کے بھائی سید حسین عرف سید جدنؒ کے ساتھ دہلی روانہ ہوئے چند ماہ کے بعد دہلی پہونچے۔ جمعہ کے روز جامع مسجد سلطان قطب الدین میں نماز کے لئے گئے۔ صحن مسجد میں بیٹھے تھے کہ شیخ نصیر الدین محمود مسجد میں داخل ہوئے۔ حضرت مخدومؒ نے جب آپ کو دیکھا تو آپکے دل و جان سے گرویدہ ہوگئے دل میں کہا کہ اگر یہی شیخ نصیر الدین محمود ہیں تو کیا اچھی بات ہوگی حاضرین سے پوچھا کہ یہ بزرگ کون ہیں۔ لوگوں نے کہا کہ یہ شیخ نصیر الدین محمود ہیں یہ سن کر آپ کو بڑی مسرت ہوئی اپنے بڑے بھائی سے کہنے لگے کہ ہم دونوں جائیں گے اور حضرت شیخ کے دامن سے وابستہ ہو جائیں گے الغرض پندرہ سال کی عمر میں ماہ رجب سنہ ۷۳۶ھ میں آپ اپنے برادر بزرگ کے ساتھ حضرت شیخ نصیر الدین محمود کے حلقہ ارادت میں شامل ہوگئے اسکے بعد آپ کے بھائی دنیاوی کاروبار میں مصروف ہو گئے اور آپ نے حضرت شیخ کی خدمت خود پر لازم کرلی علوم باطنی حضرت شیخ سے حاصل کئے اور علوم ظاہری کا شرف الدین کیتھلی سے اکتساب کیا انہی دنوں میں مولانا تاج الدین اور شیخ علاء الدین الندی جو ملک زادہ تھے حضرت شیخ کی بیعت کے لئے حاضر ہوئے شیخ نصیر الدین نے انھیں بیعت سے سرفراز کیا اور فرمایا کہ ملک زادہ مجھکو تمہاری مصاحبت محال ہے میں تم سے گفت و شنید نہیں کرسکتا اپنے ساتھیوں میں سے کسی کا انتخاب کرلو۔ علاء الدین انصاری فکرمند ہو گئے حضرت شیخ نے پھر فرمایا کہ تم نے کس کو اختیار کیا علاء الدین انصاری

نے عرض کیا اس سید کو اختیار کرتا ہوں جو گیسو دراز ہے‘ علاء الدین کو اس وقت تک آپ کا نام معلوم نہ تھا کہتے ہیں کہ حضرت مخدوم کے گیسو بہت لانبے تھے یہاں تک کہ زانو تک پہونچتے تھے اور جب سماع میں ہوتے تو یہ گیسو زمین تک پہونچ جاتے الکلام حضرت شیخ نصیر الدین نے فرمایا کہ سید محمد گیسو دراز! تم ملک زادہ کو اپنی صحبت میں رکھو میں نے جو کچھ تمہیں تلقین کی ہے وہ انکو بھی تلقین کرو۔ اس وقت سے حضرت مخدوم اور علاء الدین ایک ساتھ رہنے لگے اور اس طرح (۳۸) سال ریاضت و مجاہدہ میں بسر ہوگئے‘ اس اثناء میں حضرت مخدوم یعنی شیخ نصیر الدین علیل ہوگئے جب صحت ہوئی تو سید محمد۔ قاضی عبد المقتدر۔ شیخ محمود اور دیگر اصحاب آپ سے ملنے آئے۔ خواجہ بشیر نے جو آپ کا خادم خاص تھا آپ کو انکی آمد کی اطلاع دی آپ نے انہیں طلب کیا لیکن سید محمد کو باہر ہی ٹہرنے کے لئے کہا جب یہ لوگ واپس ہونے لگے تو آپ نے قاضی عبد المقتدر اور شیخ محمود سے کہا کہ باہر جا کر سید محمد کو اندر بھیج دو یہ لوگ باہر آئے اور سید محمد سے کہا کہ حضرت مخدوم تم کو اندر بلا رہے ہیں۔ حضرت مخدوم چھت پر تشریف لے گئے اور فرمانے لگے کہ مجھ پر رحمت ایزدی کا نزول ہو رہا ہے۔ مجھے خلعت پہنائی گئی اور کہا گیا کہ یہ جامہ ولایت ہے پھر کہا گیا کہ اسکو اتار دو میں نے اسے اتار دیا پھر مجھے دوسری خلعت پہنائی گئی اور کہا گیا کہ یہ جامۂ نبوت ہے پھر اسے بھی اتارنے کے لئے کہا گیا میں نے تعمیل کی اسکے بعد مجھے جامۂ رسالت پہنایا گیا جو بعد میں اتار لیا گیا پھر دوسرا لباس پہنایا گیا اور کہا گیا کہ یہ جامہ ربوبیت ہے‘ الوہیت اور ہویت ہے میں نے ہر لباس پہنا۔ شیخ یہ سن کر بہت خوش ہوئے اور اپنے منہ پر ہاتھ پھیر کر کہا کہ الحمد للہ رب العٰلمین کہتے ہیں کہ جب حضرت شیخ کا وقت آخر قریب ہو گیا تو جو پھول آپ کے سامنے تھے ان میں سے ایک ایک پھول حضرت مخدوم کے ساتھیوں میں تقسیم کئے اور حضرت مخدوم کا ہاتھ پکڑ کر کہا کہ اگر کوئی شخص کسی کے پیچھے محنت کر رہا ہے تو کسی غرض کے تحت کر رہا ہے اسکے بعد فرمایا کہ سید محمد میرا یہ کام قبول کرو یعنی دست بیعت دو۔ مخدوم نے سر جھکا لیا اور خاموشی اختیار کی۔ پھر شیخ نے فرمایا کیا تم نے قبول کیا۔ مخدوم نے کہا کہ میں نے قبول کیا۔ اسکے بعد دو وصیتیں کیں ایک یہ کہ اپنے ظاہر اور راہ کو ترک نہ کرو اور دوسرے یہ کہ میرے متعلقین کے ساتھ مہربانی کے ساتھ پیش آؤ اس کے بعد رمضان کی پندرھویں شب کو جو شب جمعہ تھی آپ کی تکلیف میں اضافہ ہوگیا ایام علالت میں بعض لوگوں نے عرض کیا کہ ہر بزرگ اپنی مراجعت کے وقت ایک شخص کو نامزد کرتا ہے جو اسکے بعد اسکا قائم مقام ہوتا ہے اگر آپ بھی اسی طرح ارادتمندوں میں سے کسی کو نامزد کریں تو مناسب ہے شیخ نے کہا ان کے اسماء کی فہرست لکھ کر

پیش کرو چنانچہ ان لوگوں نے فہرست تیار کی اور مولانا زین الدین نے اسکو حضرت شیخ کی خدمت میں پیش کیا آپ نے اسے دیکھ کر فرمایا کیا پتھر اور مٹی کے ڈھیلے لائے ہو اپنے ایمان کی خیر مناؤ پھر مولانا زین الدین نے فہرست مختصر کر کے پیش کی شیخ نے انہیں پڑھ کر سنانے کیلئے کہا چنانچہ فہرست پڑھ کر سنائی گئی۔ حضرت شیخ نے کہا اس میں سید محمد کا نام نہیں ہے یہ لوگ لرزاں و ترساں ہو گئے اور اسی وقت حضرت سید محمد کا نام درج کر دیا۔ حضرت شیخ نے انکا نام سنتے ہی ان کو نامزد کر دیا۔

الغرض حضرت شیخ نے شب جمعہ بتاریخ ۱۸ رمضان کو دار البقا کی سمت رحلت فرمائی۔ کہتے ہیں کہ وہ نعمت جو حضرت شیخ کو ملی تھی چار اشخاص میں تقسیم ہوئی جن میں سے ایک مخدوم المشائخ اور دیگر تین افراد قاضی عبد المقتدر، شیخ محمود، اور مولانا زین الدین تھے اور جب یہ تینوں اشخاص کچھ عرصہ کے بعد رحلت پذیر ہو گئے تو ساری نعمت حضرت مخدوم کے حصہ میں آئی کہتے ہیں کہ حضرت شیخ کی زیارت سیوم کے بعد حضرت مخدوم آپکے مسند ولایت پر متمکن ہوئے۔ اور طالبان حق کو دست بیعت دینا اور تلقین و ارشاد کرنا شروع کیا چالیس سال کی عمر میں سید سلطان بن مولانا جلال الدین مغربی کی صاحبزادی سے۔ آپکی خوشدامن بیجا بی رانی نے آپکا عقد کیا ایام شیوخیت میں بیشتر علماء، فضلاء، صلحاء، ملوک خواتین اور بہت سارے لوگ آپ کے حلقہ ارادت میں داخل ہوئے جب اسی سال کی عمر ہوئی ۷ ربیع الاول سنہ ۸۰۱ھ کو آپ دہلی سے بھیکلی آئے وہاں ملک محمد علی افغانی اور مولانا بہاء الدین وغیرہ آپ کے مرید ہوئے۔ وہاں سے آپ گوالیار روانہ ہوئے اور بھیکلی میں مولانا بہاء الدین کو اپنا قائم مقام مقرر کیا تاکہ اگر کوئی وہاں حضرت مخدوم کا مرید ہونا چاہے تو وہ اسے حضرت مخدوم کی جانب سے کلاہ ارادت پہنائیں۔ جب آپ گوالیار آئے مولانا علاء الدین گوالیاری استقبال کے لئے آئے اور حضرت مخدوم کو اپنے ایک خالی مکان میں ٹھہرایا مولانا علاء الدین کے صاحبزادے جنکا نام مولانا ابوالفتح تھا جو حادثۂ مغل سے دو سال پہلے آپکے مرید ہو گئے تھے گوالیار میں تجدید بیعت سے مشرف ہوئے اسکے بعد حضرت مخدوم ۱۷ رجمادی الآخر کو بھاونڈر روانہ ہوئے اور اسی روز مولانا علاء الدین کو خرقہ خلافت عطا کیا۔ مولانا حمید الدین مفتی دہلی جو حضرت مخدوم کے وابستگان سے تھے اس وقت موجود تھے خلافت نامہ انہی سے لکھوایا گیا۔ مولانا حمید الدین نے عرض کیا کہ حضرت مخدوم تو عطائے خلافت میں بہت محتاط ہیں۔ یہانتک کہ مخدوم زادوں کو بھی خلافت نہ دی لیکن آج علاء الدین کو خلافت کیسے دیدی۔ مخدوم نے فرمایا کہ اے حمید الدین کیا میں نے خلافت از خود دی ہے مجھے حکم دیا گیا کہ علاء الدین کو خلافت دیجائے اور میں نے فوراً اس حکم کی تعمیل کی۔ اگر میں اپنی خواہش سے خلافت دیتا تو

تو پہلے اپنے لڑکوں کو اس نعمت سے سرفراز کرتا۔ اسکے بعد آپ وہاں سے مختلف مقامات کی سیر کیلئے نکلے اور جا بجا بہت سے لوگوں کو حلقہ ارادت میں شامل کیا اسکے بعد عازم دولت آباد ہوئے اور وہاں اپنے والد ماجد کی زیارت کی وہاں سے فتح آباد عرف دیوگیر پہونچے۔ جب سلطان فیروز شاہ والیٔ گلبرگہ کو اسکی خبر پہونچی کہ آپ اس سمت آرہے ہیں تو وہ آپ کے استقبال کے لئے نکلا۔ اثنائے راہ میں حضرت مخدومؒ کی پابوسی سے مشرف ہوا اور آپ کو گلبرگہ میں قیام کرنے کی دعوت دی۔ آپ مراقب ہوئے اور فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ تمہاری استدعا منظور کروں لیکن تمہاری عمر بہت تھوڑی رہ گئی ہے اگر میں گلبرگہ میں رہوں تو تمہاری مصاحبت کی خواہش پوری نہ ہوگی۔ سلطان فیروز شاہ نے عرض کیا کہ اگر میری عمر تھوڑی رہ گئی ہے تو حضرت مخدومؒ میں اتنی طاقت ہے کہ اگر چاہیں تو میری عمر دراز کردیں۔ حضرت مخدومؒ نے فرمایا کہ اس تعلق سے میں رات میں دعا کروں گا۔ اگر تم کل آؤ تو جواب مل جائیگا۔ سلطان لوٹ گیا دوسرے روز پابوسی کے لئے حاضر ہوا اور حضرت مخدومؒ کے روبرو بیٹھا حضرت نے فرمایا کہ آج رات میں نے تمہاری درازی عمر کے لئے دعا کی فرمان ہوا کہ ہم نے اس کی عمر بڑھادی تم جب تک زندہ رہوگے وہ بھی زندہ رہے گا واقعی ایسا ہی ہوا۔ کہ حضرت مخدومؒ کے انتقال کے چند روز بعد سلطان کا بھی انتقال ہوگیا۔ الغرض مخدومؒ نے گلبرگہ کی سکونت اختیار کی جب آپ کی عمر ایک سو پانچ سال کی ہوئی تو آپ نے وصیت فرمائی کہ مجھے مولانا بہاء الدین غسل دیں اور مولانا سراج الدین پانی ڈالیں ایسا ہی کیا گیا۔

صاحب سیر محمدی کہتے ہیں کہ حضرت مخدوم مادرزاد ولی تھے ایام طفولیت سے حضرت شیخ سے وابستگی ہونے تک ہمیشہ عالم غیب سے دو افراد آپ کے لئے متعین تھے اگر کسی ناشروع بات کی طرف ارادہ کرتے تو وہ اشخاص مانع ہوتے۔

وہ یہ بھی تحریر کرتے ہیں کہ جب دہلی میں مولانا حسین حضرت مخدومؒ کے مرید ہوئے تو انکے بھانجے داماد نے انکار کیا اور کہا کہ سید محمد کے کیوں مرید ہوئے مولانا حسین نے کہا کہ تم نے سید محمد کو نہیں دیکھا اگر دیکھتے ہوتے تو معلوم ہوتا کہ آپ کون ہیں انہوں نے کہا کہ کل میں اور تم جائیں گے لیکن شرط یہ ہیکہ میں سید محمد کے روبرو زمین بوسی نہ کروں گا مولانا حسین نے کہا تم جیسی مصلحت دیکھو اس پر عمل کرو الغرض دوسرے دن دونوں حضرت مخدوم کے پاس حاضر ہوئے فوراً ان کے داماد نے مولانا حسین اور دوسروں کی طرح سر زمین پر رکھدیا مخدومؒ چوکی پر تشریف فرما تھے گرما کا موسم تھا حضرت مخدوم ایک بیش قیمت

متدیل سر پہ باندھے ہوئے تھے اور بازو پہ مرصع بازو بند بندھے ہوئے تھے اس کے دل میں یہ بات آئی کہ کیا ہی اچھا ہوتا کہ یہ بازو بند اور متدیل آپ مجھے عطا فرما دیں۔ مخدومؒ نے فرمایا کہ مولانا سنو! ایک بازی گر بغداد میں بازی گری کرتا تھا وہ ایک گدھے کو لاتا اور اسکی آنکھ پہ پٹی باندھ دیتا اور کہتا کہ تم میں کوئی شخص کسی کی کوئی چیز چرا لے اور پھر گدھے سے پوچھے کہ وہ چیز کس نے چرائی گدھا اس چور کی طرف جاتا جب اسکے نزدیک پہونچتا تو اس کے لباس کو اپنے دانتوں سے پکڑ کر کھینچنے لگتا اور اسکو بازی گر کے پاس لے آتا۔ اسکے بعد فرمایا کہ اگر کوئی کرامت کا اظہار کرے تو وہ اسی گدھے کے مانند ہے اگر اظہار نہ کرے تو وہ صاحب نعمت ہے اسکے بعد اس کی جانب متوجہ ہو کر فرمایا اے فلاں یہ بازو بند اور متدیل لے لو۔ مولانا متحیر ہو گئے اور ان کے داماد نے التماس بیعت کی حضرت مخدومؒ نے قبول کر لیا اور ان کو اپنے حلقہ ارادت میں شامل کر لیا اور وہ بھی ریاضت و مجاہدہ میں مصروف ہو گیا۔ کہتے ہیں کہ ایک روز سلطان فیروز شاہ کو یہ اطلاع ملی کہ سماع میں غوغا ہوتا ہے۔ سلطان نے کہا کہ حضرت مخدوم کو چاہیئے کہ وہ تنہائی میں سماع سنیں اس وقت سے آپ حجرہ میں سماع سننے لگے کبھی کبھار باہر آنے کا ارادہ کرتے جب دروازہ کی دہلیز تک آتے تو حاضرین زمین پر سر رکھ دیتے آپ کی مجلس میں مزامیر نہ ہوتے۔ اگر کوئی آپ کے روبرو مزامیر استعمال کرتا تو آپ اسکو منع بھی نہ فرماتے اگر کسی کار خیر کے موقع پہ گھر میں دف کے ساتھ گایا جاتا آپ منع نہ فرماتے اگر کوئی مجلس سماع میں زمین پہ گر پڑتا تو سماع موقوف کر دیتے کیونکہ صوفیہ کا یہی طریقہ ہے اکثر آپ فارسی کلام سنا کرتے آپ حلق سر نہ کرتے تھے اور نہ کسی سید کو حلق سر کے لئے کہتے اگر کوئی آپ کا مرید ہوتا تو آپ اسکے بال بھی نہ ترشواتے اسکے سر پہ کلاہ رکھ دیتے اگر لڑکا کم سن ہوتا تو دو گز رومال اسکے سر پہ لپیٹ دیتے آپ کے مرید کرنے کا طریقہ یہ ہوتا کہ اپنا ہاتھ بیعت ہونے والے کے ہاتھ پہ رکھتے اور فرماتے کہ کیا تم عہد کرتے ہو کہ اس ضعیف اور اس ضعیف کے خواجگان کو اور خواجۂ خواجہ اور ہمارے مشایخ طبقات خواجگان کو اپنا شیخ مانو گے اور فرماتے اپنی آنکھ اور زبان کی حفاظت کرو اور جادۂ شرع پہ قائم رہو۔ مرید اسکو قبول کرتے اور عہد کرتے کہ اس کے مطابق عمل کریں گے۔ آپ فرماتے الحمد للہ اسکے بعد قینچی لے کر کان کے بازو کے چند بال پکڑتے اور تراش دیتے اسکے بعد تکبیر کہتے ہوئے کلاہ اس کے سر پہ رکھ دیتے اور دوگانہ ادا کرنے کی ہدایت کرتے اسکے بعد دستار و عمامہ باندھتے اسکے بعد فرماتے کہ پانچ وقت کی نماز جماعت کے ساتھ ادا کرد

اور بعض وظائف اور اوراد کی تلقین کرتے۔ اگر کوئی عورت مرید ہوتی تو ایک پیالہ میں پانی لایا جاتا اور آپ انگشت شہادت اس میں ڈالتے اور دوسرے برتن میں اس عورت کو بھی ایسا ہی کرنے کے لئے کہتے اسکے بعد بیعت دے کر وہ سارا پانی اس عورت کو پلا دیتے اسکے بعد رومال اسکے سر پہ ڈالتے اگر پردہ نشین عورت ہوتی تو درمیان چادر بطور پردہ استعمال کیجاتی اور پانی کا پیالہ بیچ میں رکھدیا جاتا اسکے محرم کو وکیل مقرر کرتے تاکہ اسکے توسط سے وہ تائب ہو اور بیعت حاصل کرے۔ بروز استفتاح وبروز عرفہ سارے مریدین جمع ہوتے اور تجدید بیعت کرتے۔

صاحب سیر محمدی تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت مخدومؒ کو دو صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں تھیں۔ صاحبزادوں کے نام سید محمد اکبر اور سید محمد اصغر تھے یہ دونوں کثیر الاولاد تھے اور صاحب فضل تھے چنانچہ سید محمد اکبر کو ایک صاحبزادے تھے جنکا نام شاہ صغیر اللہ اور سید محمد اصغر کے سات صاحبزادے تھے جنکے نام حسب ذیل ہیں:۔

۱۔ سید یداللہ ۲۔ یمین الرحمٰن ۳۔ یمین اللہ ۴۔ باللہ ۵۔ من اللہ ۶۔ صبغۃ اللہ ۷۔ قبول اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔ حضرت مخدومؒ کے چھوٹے صاحبزادے کو ایک لڑکی بھی تھی جو شاہ صغیر اللہ کے حبالۂ عقد میں آئی تھی۔ حضرت مخدومؒ کے کئی خلفاء تھے انکے منجملہ شیخ علاء الدین گوالیاری۔ شیخ صدر الدین خوندمیری۔ قاضی محمد اسحٰق محمد۔ قاضی سلیمان محمد۔ قاضی علیم الدین بن شرف۔ شیخ ابو المعالی خواجہ احمد۔ شیخ ابو الفتح بن علاء الدین۔ میاں کلیم اللہ۔ اور شاہ جمال خضری قابل ذکر ہیں۔

وہ یہ بھی تحریر کرتے ہیں کہ بعض لوگ حضرت مخدومؒ کے حلقۂ ارادت میں شامل تھے جنکی خلافت میں اختلاف ہے مثلاً مخدوم زادہ سید محمد اصغر۔ سید یداللہ۔ سید صغیر اللہ۔ میاں عبداللہ پسر ابو المعالی قاضی زادہ شیخ شہاب الدین دانشمند۔ مولانا بہاء الدین بہاری۔ قاضی سراج الدین۔ قاضی سیف الدین ملک زادہ عزیز الدین۔ ملک زادہ شہاب الدین (پسران ملک قطب الدین) شیخ حمید الدین اجودھنی ملک زادہ شیخ عثمان وغیرہم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم۔

صاحب تاریخ حبیبی تحریر کرتے ہیں کہ جب حضرت مخدومؒ نے حضرت شیخ نصیر الدین محمود سے بیعت کی اور مشغول بحق ہوئے تو شیخ نے فرمایا کہ (۷۰) ستر سال کے بعد ایک سولہ سالہ لڑکا مجھے ملا اور آپ پر بہت مہربان ہوگئے حضرت مخدومؒ فرماتے تھے کہ سلوک میں جو کچھ مجھے حضرت شیخ سے ملا ہے اپنے لڑکوں کو میں نے انکی تعلیم دی۔

تاریخ حسینی میں یہ بھی مرقوم ہے کہ جب شیخ نصیر الدین محمود اودھی نے حضرت مخدوم کو خلافت وبیعت سے سرفراز کیا جیسا اوپر ذکر ہو چکا ہے تو فرمایا کہ جب کوئی شخص کوئی پودا لگاتا ہے تو اس سے ثمرہ کی امید رکھتا ہے اور میں تم سے امید رکھتا ہوں۔ آخر ایسا ہی ہوا کہ حضرت شیخ کی وفات کے بعد حضرت مخدوم بروز سیوم مسند ارشاد پر فائز ہوئے اور لوگوں کو اپنے دست بیعت سے مشرف کرنے لگے اور ایک عالم کو طلب حق کی طرف حسب قواعد ارشاد رہنمائی کی اور تعلیم طریقہ اہلسنت و الجماعت میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ جادۂ شرع پر نہایت اہتمام سے مستقیم رہے اس زمانہ میں دہلی پر سلطان فیروز شاہ کی حکومت تھی۔ بعض نادان علماء نے ایک محضر تیار کیا کہ مخدوم بہت سارے لوگوں کو اپنے حلقہ ارادت میں داخل کر کے خروج کا ارادہ رکھتے ہیں اور وہ محضر سلطان کی خدمت میں پیش کیا۔ سلطان کار آزمودہ تھا۔ یہ بات دل میں رکھ کر مصروف تفتیش ہوا آخر پتہ چلا کہ دشمنوں نے یہ فتنہ برپا کیا ہے۔ سلطان آپ کا معتقد ہو گیا۔

تاریخ حسینی میں یہ بھی مذکور ہے کہ حضرت فرماتے تھے کہ مریدان غیب کی تربیت خدا کی جانب سے ہوتی ہے بعض کو بالواسطہ تربیت ہوتی ہے اور بعض کو بے واسطہ اور اس گروہ کے اکثر لوگ پارہ دوزاں، کفش دوزاں اور اسی طرح کے دوسرے پیشے اختیار کرتے ہیں حالانکہ ان میں سید زادہ شاہزادے۔ شیخ زادہ اور ملک زادہ بھی شامل ہوتے ہیں الکلام جب کسی شخص کو زمرہ ابدال میں شریک کیا جاتا ہے تو اسکو اسکے معینہ مقام میں مستغرق کر دیا جاتا ہے اور درختوں کا رس اور پھل جو اس مرتبہ کیلئے مخصوص ہوتے ہیں اسکو دئے جاتے ہیں۔ حاصل تحریر یہکہ جب ابدال میں سے کوئی فوت ہوتا ہے تو اس شخص کو جو مقبول ازل ہو اور لوگوں کی فائدہ سازی میں مصروف ہو تربیت کی جاتی ہے اور اسکو خود سے بیخود کر دیا جاتا ہے اسکے بعد اسکو اسکے معینہ مقام پر غوطہ دیا جاتا ہے اور اس کو ان درختوں کا رس پلایا جاتا ہے اور اسماء الٰہی میں سے ایک اسم جو اسم اعظم ہوتا ہے اس کے کان میں کہدیا جاتا ہے اور اسکو ابدال میں شامل کر لیا جاتا ہے اسکے بعد اسکو اسکے مقام پر متعین کر دیا جاتا ہے اور جب قطب کی وفات ہوتی ہے تو بزرگ ترین ابدال میں سے کسی کو اسکے مقام پر فائز کیا جاتا ہے اور اگر اوتاد میں سے کوئی فوت ہو جائے تو اقطاب میں سے کسی بزرگ کو اسکا قائم مقام کیا جاتا ہے اور اگر قطب الاقطاب کی رحلت ہو جائے تو قطب اوتاد کو یہ جگہ تفویض کر دی جاتی ہے اور ان زمروں میں سے کسی کو عون الٰہی سے مجذوب کر دیا جاتا ہے اسکو کچھ عرصہ تک ان لوگوں کی

صحبت میں رکھا جاتا ہے۔

وہ یہ بھی تحریر کرتے ہیں کہ قطب المشائخ فرماتے ہیں کہ پہلے کے صوفیان اس راہ میں خوب جدوجہد کرتے تھے اور طریقۂ سلوک کو پورا کرتے تھے۔ اب ان صوفیوں کو بجز حظ اور لذت نفسانی کے کچھ مطلوب نہیں۔

حضرت مخدومؒ یہ بھی فرماتے ہیں کہ فقیہہ صوفی اور سنی زادہ ہوتا ہے اور میں فقیہہ شریعت اور سنی ہوں یہی میرا مسلک ہے۔

آپ یہ بھی فرماتے ہیں کہ اس پر اہل عقود اور ارباب فضل کا اجماع ہے کہ درجہ ولایت سے مراد دعوت الی اللہ و رسالت ہے۔ ولایت باطنی ہوتی ہے اور نبوت بدیہی ہوتی ہے۔

یہ بھی فرماتے ہیں کہ سالک پہلے درجہ ولایت کو کمال پر پہونچاتا ہے اور اپنے حدود میں متصرف ہوتا ہے اسکے بعد اسکو ہدایت نبوت پہونچتی ہے۔ ابویزیدؒ اس جانب اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ نبوت کا ابتدائی درجہ ولایت کی آخر حد ہوتی ہے۔ اور جو صوفیاء اسکے برعکس کہتے ہیں وہ اسکی حقیقت سے بے خبر ہیں۔

محمد اکبر حسینی فرماتے ہیں کہ خداپرستی اور ہے اور رضاجوئی اور ہے۔

شاہ عبداللہ بن محمد اصغر اپنے ملفوظات میں فرماتے ہیں کہ حضرت مخدومؒ فرماتے تھے کہ ہم جس طرح خواجہ کی اولاد سے پیش آتے ہیں اسی طرح فرزندان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آپکے اصحاب پیش آتے تھے۔

صاحب تاریخ حسینی تحریر کرتے ہیں کہ حضرت مخدومؒ شہر دارالبرکہ یا حسن آباد آئے تو ایک روز چودہ اشخاص کو خلافت دی ان میں سے تیرہ کا ذکر اوپر گذر چکا ہے چودھویں خلیفہ محمد مغربیؒ تھے جو شاہ جمال مغربیؒ کے صاحبزادے تھے اور وہ حضرت مخدومؒ کے خسر بھی تھے اور خلیفہ بھی تھے۔ دوسرے روز چار اشخاص سے فرمایا کہ میں فلاں فلاں کو بھی خانقاہ میں دست بیعت دونگا لوگوں کو یہ بات دشوار نظر آئی کیونکہ خانقاہ اور دوسری جائداد آپ نے شاہ صغیر اللہ کے حوالے کر دی تھی اور جب حضرت مخدومؒ نے جہان فانی سے کوچ کیا تو سلطان احمد شاہ بہمنی نے روضہ حضرت مخدومؒ کی خدمت شاہ یداللہ کے تفویض کی۔

آپ یہ بھی تحریر کرتے ہیں کہ حضرت مخدومؒ فرماتے تھے کہ میں نے تین دفعہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میں نے سماع سنا ہے تم بھی سنو۔ اس بنا پر

حضرت مخدومؒ فرماتے تھے کہ مجھے ذوق سماع ہے آپ کی آخری عمر میں آپ کے بڑے صاحبزادے سید محمد اکبر حسینی کا انتقال ہوگیا۔ حضرت مخدومؒ محبت پدری کے باعث مجلس ترک کردی۔ اسی زمانہ میں شاہ یداللہ سن بلوغ کو پہونچ چکے تھے اور حضرت مخدومؒ نے ان کی تعلیم و تربیت کی اور اپنی جگہ بٹھایا جیسا کہ اپنے دونوں صاحبزادوں کو جانشین فرمایا تھا اسکے بعد خانقاہ میں مجلس سماع دوبارہ شروع ہوئی۔ الغرض جب صف اول کے بزرگ گذر گئے تو صف دوم کے پیرزادوں نے انکی جگہ لی۔ الکلام جب حضرت مخدومؒ نے بتاریخ ۱۶ ار ذیقعدہ ۸۲۵ھ وفات پائی تو اسکے دوسرے روز آپکے دوسرے صاحبزادہ سید محمد اصغر آپ کی مسند ارشاد پر متمکن ہوئے۔ اس وقت کسی نے آپ کا دست بیعت نہ لیا بروز سہ شنبہ بتاریخ ۱۷ ار ذیقعدہ تمام فرزندان، اقارب اور خلفاء آپ کے مطیع و فرمانبردار ہوگئے۔ سید محمد اصغر بھی اپنے والد بزرگوار کے مسلک کے تابع تھے۔ اور بزرگوں کے اعمال اور افعال سنت والجماعت کے پابند تھے۔

حضرت مخدومؒ نے آخر زمانہ میں گیارہ لوگوں کے نام خلافت نامہ تحریر کروا دیئے تھے۔ اور یہ بھی اعلان کر دیا تھا کہ میری وفات کے بعد سید محمد اصغر میرے جانشین ہونگے چنانچہ سید محمد اصغر دو سال دو ماہ اور چودہ روز تک مسند ارشاد پر فائز رہے اسکے بعد شاہ یداللہ ان کے جانشین ہوئے۔ شاہ یداللہ کی ولادت کے موقع پر حضرت مخدومؒ نے فرمایا تھا کے اے محمد تجھے وہ لڑکا پیدا ہوا ہے جو جہانگیر ہوگا۔

صاحب سیر محمدی تحریر کرتے ہیں کہ شاہ یداللہ سے ایام طفولیت میں ہی علامات قبولیت ظاہر تھے۔ حضرت مخدومؒ کبھی کبھی آپ کو قبول اللہ لقب سے یاد کرتے تھے اور تنہائی میں آپکو اذکار و مراقبات کی تلقین کیا کرتے اور فرماتے کہ یہ راز کسی پر ظاہر نہ کرنا البتہ مولانا ابوالفتح پر تم ظاہر کرسکتے ہو ان سے کہنا کے تمہارے والد اور محمد اکبر دونوں کو مجھ سے بہت محبت تھی اور ان سے کوئی چیز مخفی نہ رکھی گئی تھی اسلئے تم بھی ان سے کچھ نہ چھپاؤ اور مولانا ابوالفتح سے فرمایا یداللہ کی صحبت اختیار کرو ہر چند کہ یداللہ عمر میں کم ہے لیکن وہ ہم سے ہے اسکے بعد یہ بیت پڑھی ؎

بچۂ بط اگرچہ دو شیشہ بود ٭ آب دریا منیز بہ سینہ بود

آپ کے اور خلفا کے باقی احوال مناسب مقام پر تحریر کئے جائیں گے حضرت مخدومؒ کے خوارق عادات اور کمالات حد تحریر میں نہیں آسکتے حضرت مخدومؒ کی مزار گلبرگہ عرف احسن آباد میں ملک دکن میں

معروف و مشہور ہے۔

صاحب مراۃ الاسرار لکھتے ہیں کہ میر سید محمد حسینی گیسو دراز بن سید یوسف الحسینی الدہلویؒ جو بزرگ ترین خلفائے خواجہ نصیر الدین محمودؒ سے تھے۔ شان عظیم، مشرب وسیع، احوال قوی اور ہمت بلند کے حامل تھے غلبۂ عشق کے باعث بے پردہ اسرار معرفت بیان کرتے تھے۔ جیسا کہ آپ کی تصانیف سے ظاہر ہے

صاحب اخبار الاخیار رقمطراز ہیں کہ آپ کو گیسو دراز اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ ایک روز حضرت نصیر الدین محمودؒ کی پالکی چند لوگ اٹھائے ہوئے تھے جب اٹھانے کے وقت حضرت مخدومؒ کے گیسو بسبب درازی اسکے پایہ میں لپٹ گئے اور آپ نے حضرت شیخ نصیر الدین کے پاس ادب سے چھڑانے کی کوشش نہ کی اور اسی حالت میں پالکی کے ساتھ ساتھ ایک طویل مسافت طے کی جب حضرت شیخ کو اسکی اطلاع ہوئی تو آپ نے صدق عقیدت اور حسن ادب سے خوش ہو کر یہ بیت پڑھی ؎

ہر کہ مرید سید گیسو دراز شد ✣ واللہ خلاف نیست کہ او عشق باز شد

میر جہانگیر اشرف سمنانی اپنے مکتوب میں لکھتے ہیں کہ شیخ نصیر الدین محمودؒ نے کمال مہربانی اور حکمت عرفانی سے آہستہ آہستہ آپ کو مرتبہ تکمیل تک پہونچا دیا اور آپ مقبول عالم و عالمیاں ہو گئے۔ آپکے کئی ارشادات اور تصانیف ہیں۔

چنانچہ فرماتے ہیں کہ ہر چیز میں ایک آفت ہوتی ہے لیکن عشق میں دو آفتیں ہوتی ہیں ایک ابتداء کی آفت دوم انتہا کی آفت۔ ابتداء کی آفت یہ ہے کہ درد عشق اور غم طلب معشوق میں اس قدر ظاہر ہوتا ہے کہ وہ مغلوب ہو جاتا ہے اور ایک زمانہ کے بعد اس میں اسکو لذت محسوس ہونے لگتی ہے۔ اس پر کوئی راہ وصول نہیں کھلتی وہ یہ سمجھنے لگتا ہے کہ درد و غم ہی اسکا مقدر ہے۔ اور یہی ہوتا ہے اس کی عمر سر بسر تصویر درد و غم ہو جاتی ہے اور پھر ذوق درد اور فرحت باقی نہیں رہتی اور لذت وصول بھی ضائع ہو جاتی ہے۔ نعوذ باللہ منہا۔

انتہا کی آفت یہ ہے کہ معشوق تک رسائی اور اسکی وصال لذت سے آشنائی کے بعد فرقت و فراق اور لذت الم ہجران مفقود ہو جاتی ہے اور وصل کی لذت یابی اسکی عادت ہو جاتی ہے آگے چلکر ذوق وصال بھی ختم ہو جاتا ہے ایسے ذوق، خوشی، راحت اور وصل محبوب بغیر ذوق فراق اور لذت الم کے کس کام کی جب وہ مرد ذوق فراق اور لذت الم سے بے نیاز ہو جاتا ہے تو جذبۂ عشق جاتا رہتا ہے اور وہ ذوق جمال محبوب سے محروم ہو جاتا ہے۔ نعوذ باللہ منہا۔ اگرچہ وصال ہو وہ

ذوق کہاں جس میں راحت مضمر ہے۔ ہجر و وصال کس کام کا بہترین عشق تو وہ ہے کہ جسکی ابتداء میں لذت فراق، درد و الم فرقت و ہجران حاصل ہے اور انتہا میں ہرچند کہ وصال زیادہ ہو طلب زیادہ تر ہو جائے۔ درد پہ درد بڑھنے لگے اور ذوق حاصل ہونے لگے۔ اس عاشق کے متعلق کہا جاتا ہے کہ اس کا انجام بخیر ہوا۔ اور اس کا عشق درجہ کمال کو پہونچ گیا اگرچہ عارف اسکو نقصان سے تعبیر کرتے ہیں لیکن ذوق اس میں ہے کہ نظر کمال پر ہو اور نقصان زیر قدم رہے مرد وہی ہے جسکی جانب حضرت مخدوم نے اس بیت میں اشارہ کیا ہے۔

عجیبے نیست کہ سرگشتہ شود طالب دوست ÷ عجب اینست کہ من واصل و سرگردانم

میر اشرف جہانگیر سمنانی ایک مکتوب میں لکھتے ہیں کہ میں نے ابتدائے سیاحت دکن میں سید محمد گیسو دراز کی صحبت اختیار کی جسے میں نے بہت گرانمایہ پایا۔ حضرت مخدوم کی کئی تصانیف ہیں لیکن آخر تصنیف میں آپ نے وحدت الوجود پر حسب منشا صاحب فصوص الحکم بحث کی ہے۔ اس فقیر نے ان دلائل و براہین پر متردد ہو کر حضرت سے رجوع کیا کہ آپ نے کوئی اصلاح نہ فرمائی ان تصانیف میں جب دوسری دفعہ وہاں جانے کا اتفاق ہوا تو حضرت میر سید محمد کی وفات ہو چکی تھی۔

وہ یہ بھی فرماتے ہیں کہ حضرت سید محمد گیسو دراز کے کمالات اور خوارق عادات بہت تھے آپ کی وفات ۸۲۵ھ میں بزمانہ سلطنت فیروز شاہ بن غیاث الدین محمد بن سلطان علاء الدین المعروف حسن گنگو بہمنی واقع ہوئی۔

صاحب مرآت لکھتے ہیں کہ ان سلاطین کو بہمنی اسلئے کہا جاتا ہے کہ حسن گنگو بہمنی بن اسفندیار دکھانی کی اولاد سے تھے جسکو سلطان غیاث الدین تغلق نے دکن کی حکومت تفویض کی تھی۔ وہ حضرت سلطان المشائخ سے ارادت رکھتا تھا۔ سلطان المشائخ نے ان سے فرمایا تھا کہ جاؤ تم کو دکن کی سلطنت مل جائے گی اس خوشخبری کے سبب سے مرید ہو کر حسن گنگو نے دکن کا رخ کیا اور ہمیشہ اسی فکر میں رہنے لگا۔ چند سال تک اس نے ظاہری طور پر بادشاہ دہلی کی متابعت کی جب سلطان محمد بن غیاث الدین تغلق نے وفات پائی تو حسن گنگو نے دولت آباد کے قلعہ پر اپنی سلطنت کا علم ایستادہ کیا اور خود کو سلطان علاء الدین بہمنی کا خطاب اختیار کیا حسن گنگو کی وجہ تسمیہ یہ ہیکہ حسن کم سن تھے اور انکے والد کا انتقال ہو چکا تھا گنگو نامی ایک شخص انکے والد کا مخلص تھا

اس نے اپنے فرزند کی طرح حسن کی پرورش کی اسی وجہ سے اسکو حسن گنگو کہتے ہیں اسکی وفات کے بعد ۱۷۶ سال تک اسکی اولاد سلطنت کی اسکے بعد ۹۳۵ھ میں غلاموں سے اسکی اولاد مغلوب ہوگئی ۔ اور ولایت دکن پر یہ غلام قابض ہو گئے ان لوگوں نے سلطنت کو تقسیم کر دیا۔ اور ہر حصہ پر اپنا جھنڈا لہرا دیا چنانچہ نظام احمد نگر پر عادل بیجاپور پر قطب حیدر آباد پر اور برید بیدر پر متصرف ہوگئے اور ان مقامات کے ملوک کو قتل کر دیا۔ سالہا سال تک ان چاروں نے اور ان کی اولاد نے ان صوبوں پر حکومت کی ۱۰۴۵ھ میں سلطان عادل ابو المظفر شاہ جہاں بن جہانگیر نے دکن پر حملہ کیا اور قلعہ دولت آباد پر متصرف ہوگیا۔ اس سے پہلے قلعہ احمد نگر وغیرہ کو سلطان جلال اکبر شاہ نے تسخیر کی تھی اس وقت قطب عادل۔ برید اور نظام کی اولاد نے اطاعت قبول کر لی۔ اور خطبہ، سکہ اور سالانہ خراج کو قبول کر لیا شاہ جہاں نے انکو ان صوبوں پر مقرر کر کے دہلی کی جانب مراجعت کی۔ تین سو سال کے بعد ولایت دکن بادشاہان مغلیہ کے تصرف میں آئی تھی اسکے بعد غلام محی الدین عالمگیر نے جسکو اورنگ زیب کہتے ہیں حکومت کی باگ ڈور سنبھالی کچھ مدت بعد ان چاروں صوبوں کو فتح کر لیا اور اپنے نائبین کو وہاں متعین کیا۔ حاصل کلام یہ کہ حضرت سید محمد حسینی گیسو دراز کا تعلق ولایت دکن سے تھا اس لئے یہاں کے احوال مجملاً بیان کئے گئے۔ رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ۔

ذکر شریف

مست مئے مستی، مہبط انوار و مظہر آثار عشقی، فرد کامل حضرت میر سید محمد بن جعفر مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ بھی حضرت نصیر الدین محمود کے مرید اور خلیفہ تھے۔ اولوالعزم، قوی الحال اور صاحب سر باطن تھے۔ اور آپ کا کلام مستی مئے وحدت سے لبریز ہوتا تھا۔

صاحب اخبار الاخیار تحریر فرماتے ہیں کہ آپ کے آباؤ اجداد شرفاء مکہ سے تھے وہاں سے دہلی آئے اور قصبہ سرہند میں سکونت پذیر ہوئے آپ کی مرقد بھی سرہند میں واقع ہے۔ آپ

صاحب تصانیف تھے آپ کی تصانیف کے منجملہ رسالہ روح ۔ شیخ نکات ۔ بحرالانساب ۔ دقائق المعانی ۔ اور بحر المعانی مشہور زمانہ ہیں۔ آپ نے بہت سیر و سیاحت کی تھی اکثر بزرگوں کو پایا تھا اور مردانِ خدا کی صحبت پائی تھی آپ کو کتب الٰہی مثلاً توریت ۔ انجیل ۔ زبور اور قرآن اور کئی صحائف آسمانی پر عبور حاصل تھا۔

خود بحر المعانی میں تحریر کرتے ہیں کہ میں نے بیس سال تک آستانہ شاہدان حضرت لایزال پر اپنی جبین نیاز رکھی ہے اور چار سال تین ماہ بارہ روز اپنے شیخ حضرت نصیر الدین محمود کی خدمت میں رہا جو فرد حقیقت تھے آپ سے بیعت کے بعد میں تین امور میں مشغول رہا۔ پانچوں نماز کے لئے شیخ کے وضو کا پانی اور ڈھیلوں کو اپنے رخسار سے صاف کرتا اسکے بعد اپنے پیر کی اجازت سے نو سو بیاسی ۹۸۲ اولیاء اللہ کی زیارت کی اور یہ سب فقیر کے لطف و کرم سے پیش آئے۔

آپ بحر المعانی میں یہ بھی تحریر کرتے ہیں کہ جب میں حضرت شیخ نصیر الدین محمود کی دولت ارادت سے سرفراز ہوا تو راہ سلوک میں ترقی ہوتی گئی اور میں نے صفات تجلئ ذات میں بشرط مستوری نزول کیا۔ اور یہ مقام فردانیت ہے۔ فرد حقیقت کو بحالت بیداری دیکھا کہ ذکر خفی میں مشغول تھے انکے در پر جبیں سائی کی انہوں نے زبان مبارک سے فرمایا کہ اے شہباز میدان لاہوت اور اے چالاک عالم جبروت اور اے یافتہ ملکوت و ناسوت اسکے بعد میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر فرمایا کہ "ایں میل از نور جاں ذات است" یہ واقعہ سنہ ۸۱۱ھ میں پیش آیا جب رات ہوئی سفر کا ارادہ کیا اور شہر ختلان سے مصر کی جانب روانہ ہوا۔ وہاں قطب عالم شیخ اوحد الدین سمنانی کی شرف پابوسی سے مشرف ہوا انہوں نے بھی وہی کلمات دہرائے جو حضرت شیخ نے ادا کئے تھے۔ اسکے بعد مجھ کو اپنے حجرہ میں لے گئے میرا قلب سراپا نور اور محیط عرش اعظم ہو گیا اور عرش مجید میری نظروں میں رائی کے مانند ہو گیا۔ اسکے بعد میں نے خود پر نظر کی تو میرے ہر بال سے ایک صورت ہویدا تھی اور جب ان صورتوں پر غور کیا تو میری صورت نظر آئی اس کے بعد یہ صورتیں غائب ہو گئیں اسکے بعد دیکھا تو تمام عالم افلاک و انفس بے کیف ہو چکے تھے اسی طرح میں نے طرفۃ العین میں ستر ہزار عالم تجلیات کی سیر کی اسکے بعد میں نے بالواسطہ کلام سنا اسکے بعد میں تجلئ ذات سے مشرف ہوا جسکی کیفیت مشاہدہ سے تعلق رکھتی ہے اس تاریخ سے میں پھر مقام لاہوت میں وارد ہوا جو مقام فردانیت ہے الغرض تجلئ ذات سے مشرف ہونے کے بعد سترہ روز تک میں اوحد الدین سمنانی کے حجرہ میں بیہوش

پڑا رہا۔ ان سترہ دنوں میں شیخ حجرہ میں آتے اور میری پیشانی پر بوسہ دیتے تھے اگر شیخ میرے احوال پر مطلع نہ ہوتے تو مصاحبان شیخ مجھ کو مردہ سمجھ کر دفن کر دیتے اسکے بعد میں نے صحرا نوردی شروع کی۔

دقائق المعانی میں ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ میں نے نو سال تک تلاش حقیقت میں خواب و خور سے بیگانہ رہا اسکے بعد حضرت قطب الافراد شیخ نصیر الدین محمود کی ارادت اور حضرت قطب حقیقت شیخ نجم الدین یمنی کی تربیت کی وجہ سے نور حقیقت حاصل ہوگیا میں نے اس نور کو دیکھا کہ بالائے عرش غیر محدود اور غیر مختتم تاباں و درخشاں ہے اسکے تیسرے سال میں خود سراپا نور ہوگیا۔

چوں شدم من نور در رگہائے خوں ٭ زاں دو چشم عاشقاں گشتم بصیر

واقعی سواد اعظم محیط عالم ہوتا ہے اور یہ سواد اعظم وہ نور سیاہ ہے جس سے سارے عالم میں روشنی ہے جیسا کہ سرور کائنات علیہ السلام نے فرمایا۔ علیکم بالسواد الاعظم لہذا اے فرزند یہ سواد اعظم نور نبوت ہے اور نور ولایت حضرت نبی و علی علیہما السلام کی ذوات مبارکہ ہیں اور یہ سواد اصل ہے جو مصدر موجودات ہے اور یہ سواد اعظم جس سے نور سواد اصل مراد ہے مظہر موجودات ہے اور وہ سواد اعظم جس سے نور نبی اور نور ولی مراد ہے ماورائے عرش ہے اور لامحدود ہے۔ لیکن سواد اعظم کا یہ مقام پرخطر ہے کہ والمخلصون علی خطر عظیم اس سواد اعظم میں جو خطر عظیم ہے کئی ہزار اقطاب اور اوتاد حوالۂ عدم ہو جاتے ہیں لیکن یہ بندہ نبوی دولت ارادت و تربیت کے باعث نور سواد اعظم سے بسلامتی گذر گیا الحمد للہ لاھایت ولاغایت بہذہ المشہدۃ التی مزدت بفضل اللہ تعالیٰ من نور السواد الاعظم ثم وصلتہ ۔

واں نور سیہ زعرش بالاتر داں ٭ زاں نیز گذشتیم نہ ایں ماند و نہ آں

اس سے حکایت الانسان نور من نور اللہ کے معنی سمجھ میں آتے ہیں۔ الغرض میر سید محمد جعفر مکی کے کمالات اس قدر ہیں کہ ضبط تحریر میں نہیں آسکتے آپکی تصنیفات آپکے احوال کی مظہر ہیں۔ آپ کی سن وفات نظر سے نہیں گذری۔

صاحب اخبار الاخیار تحریر کرتے ہیں کہ آپ نے طویل عمر پائی تھی سلطنت محمد تغلق کے زمانہ سے سلطان بہلول کے زمانہ تک آپ بقید حیات رہے اس مدت میں دہلی کے چودہ بادشاہ ہوئے اسکی تفصیل تواریخ بادشاہی میں مذکور ہے الغرض میر سید محمد مکی کی مزار سرہند میں زیارت گاہ خاص و عام ہے۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

ذکر شریف

موصوف بصفاتِ باری، بمقامِ وحدت ساری، مخدوم جہانیاں، قدوۂ وقت، سید جلال بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ کا اسمِ گرامی سید حسین تھا اور آپ مخدوم جہانیان کے لقب سے مشہور تھے۔ آپ عارف اسرار تھے اور چودہ خانوادوں کے شیوخ کے مرید و خلیفہ تھے۔

سیر العارفین میں مذکور ہے کہ آپ کے دادا سید جلال سرخ تھے جنکا سلسلہ نسب میر جعفر مرتضیٰ بن سیدنا امام علی نقی علیہ السلام تک پہونچتا ہے آپ شہر بخارا سے ملتان آئے اور حضرت بہاء الدین ذکریا ملتانی کی بیعت سے مشرف ہوئے اور حضرت شیخ کی اجازت سے اوچہ میں سکونت اختیار کی اور متاہل ہوئے۔ آپ کے تین صاحبزادے تھے (۱) سید احمد کبیر (۲) سید بہاء الدین ۳۔ سید محمد سید احمد کے دو صاحبزادے تھے اول سید جلال الدین حسین عرف مخدوم جہانیان اور دوسرے سید صدر الدین مشہور جو سید راجو قتال کے نام سے مشہور ہوئے مخدوم جہانیاں اپنے پدر بزرگوار سید احمد کبیر کے مرید تھے اور سید راجو قتال اپنے بھائی حضرت مخدوم جہانیان کے مرید اور خلیفہ تھے ان کے احوال مناسب مقام پر لکھے جائیں گے۔ مخدوم جہانیان نے پہلے شیخ رکن الدین ابوالفتح بن شیخ صدر الدین بن شیخ بہاء الدین ذکریا ملتانی سے تربیت پائی اور انکے دست مبارک سے پیران سہروردیہ کا خرقہ پہنا۔ اس کے بعد عازم حرمین شریف ہوئے جب مدینہ طیبہ پہونچے تو روضہ مبارک کے پائیں کھڑے ہوکر فرمایا کہ السلام علیك یا جدی لقبر مبارک سے آواز آئی وعلیك السلام یا ولدی مجاورین مدینہ نے اس واقعہ سے آپکی سیادت کی صحت تسلیم کرلی اس کے بعد ایک عرصہ تک مکہ معظمہ میں امام عبد اللہ یافعی سے استفادہ کیا۔ اکثر آپ نے چار دانگ عالم کا سفر کیا چودہ خانوادوں کے بزرگوں اور اکتالیس گروہوں کے سربرآوردہ افراد کو پایا تھا۔ اسی کتاب میں سید راجو قتال سے منقول ہے کہ آپ نے تین سو بزرگوں سے نعمت ارادت اور خلافت حاصل کی تھی بالآخر حضرت شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلوی

کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کے دست مبارک سے بھی پیران چشت کا خرقہ پہنا اور انواع و اقسام کی ظاہری و باطنی نعمتیں پائیں جسکے بعد کسی اور کی صحبت کی ضرورت باقی نہ رہی۔

صاحب اخبار الاخیار تحریر فرماتے ہیں کہ آپ جس درویش سے مصافحہ کرتے تو اس سے کچھ نہ کچھ نعمت حاصل کرتے۔ بتاریخ ۱۰ ذوالحجہ ۷۸۵ھ آخر زمانہ سلطنت سلطان فیروز شاہ میں خطہ اوچہ ملتان میں واصل حق ہوئے اور وہیں مدفون ہوئے۔

وہ یہ بھی لکھتے ہیں کہ آپ کے ایک فرزند رشید تھے جن کا نام سید ناصر الدین تھا یہ کثیر الاولاد ہوئے شاہ قطب عالم بھی ان کی ہی اولاد سے ہیں جو صوبہ گجرات میں آرام فرما ہیں۔ آپ کے بارہ فرزند تھے آپ کے سب سے چھوٹے صاحبزادے شاہ عالم بخاری تھے جو سالار خاندان اور شمع دودمان بخاریہ تھے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

ذکر شریف

صوفی صافی صومعی ہمراز مشرب شافعی مقتدائی دین پیشوائے اہل یقین عفیف الدین امام عبد اللہ یافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ کا وطن یمن تھا لیکن آپ حرمین شریفین کے اکابر مشائخ اور مجاور وقت تھے علوم ظاہری و باطنی میں آپ کی کئی تصانیف ہیں۔ ان کے منجملہ تاریخ مرآۃ الجنان اور روضۃ الریاحین مشہور زمانہ ہیں۔

صاحب خزانۂ جلالی تحریر کرتے ہیں کہ شیخ عبد اللہ یافعی نے شیخ رشید الدین ابو عبد اللہ بغدادی سے خرقۂ ارادت اپنے والد شیخ جمال الدین اور شیخ عزیز الدین ابو العباس احمد فاروقی سے بھی حاصل کیا تھا جو شیخ الشیوخ کے خلفاء سے تھے سلسلۂ قادریہ میں آپ نے خرقۂ خلافت شیخ ابو مدین مغربی سے حاصل کیا تھا۔ اور ایک خرقہ سلسلہ سید احمد کبیر سے بھی ملا تھا اور یہ بھی مسطور ہے کہ دو سال تک مخدوم جہانیاں[1] نے مدینہ منورہ میں امام عبد اللہ یافعی کی صحبت میں رہے اور ان سے استفادہ کیا اور عوارف اور دیگر کتب سلوک آپ سے پڑھیں اور انکے راہ طریقت میں تربیت پائی الغرض اکثر یگانان وقت نے آپ سے استفادہ کیا آپ شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلوی

---

[1] خلافت حاصل کیا اور حضرت شیخ الشیوخ شاہ شہاب الدین سہروردی کے خلفاء سے تھے آپ نے خرقہ

ہم عصر تھے چنانچہ اس کتاب میں مرقوم ہے کہ جب مخدوم جہانیاں نے بیت اللہ میں امام عبد اللہ یافعی کی صحبت اختیار کی تو آپ نے فرمایا شہر دہلی کے درویش رحلت کر گئے لیکن انکی برکت شیخ نصیر الدین محمود میں موجود ہے اور وہ اب تک چراغ شہر ہیں اور رسوم مشائخ سے لطافت وجود کو روشن کئے ہوئے ہیں اس وقت مخدوم جہانیاں نے نیت کی تھی کہ جب بیت اللہ کے سفر سے واپس لوٹیں گے تو دہلی میں حضرت شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلی کی خدمت میں حاضر ہونگے جب آپ کی خدمت میں پہونچے تو آپ نے کہا کہ سید تجھکو امام عبد اللہ یافعی کے کہنے سے فقیر سے حسن ظن پیدا ہو گیا ہے مخدوم جہانیاں نے کہا کہ خدا عبد اللہ یافعی پر رحم کرے کہ انہوں نے مجھے بڑی دولت سے بہرہ مند کر دیا ہے ۔ حاصل کلام امام عبد اللہ یافعی کے کمالات از حد متجاوز ہیں آپکی سن وفات نظر سے نہیں گذری لیکن تاریخ مراۃ الجنان سے آپنے سنہ ۷۵۰ھ میں تحریر کی ہے معلوم نہیں کہ اسکے بعد آپ کتنے سال بقید حیات رہے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ۔

ذکر شریف

عارف ازلی، واقف رموز جلی حضرت بابا شاہ کوچک ولی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

صاحب پنج گنج فرماتے ہیں کہ آپ صاحب خوارق عادات تھے اور ریاضت شاقہ کر کے سلوک کو بدرجہ کمال پہونچا دیا تھا آپ کی مزار شریف بیرون قصبۂ بیر ہے آپ کی مزار مبارک کے پاس اہل مراد کی حاجتیں پوری ہوتی ہیں آپ قاضی محب الدین کے مرید تھے آپ کے ہم عصر اولیاء میں حضرت شیخ منتجب الدین زر زری زر بخش تھے قاضی صاحب کی مزار قصبۂ گنج میں واقع ہے جو بیر کا علاقہ ہے آپ کے خاندان کا ہر فرد قاضی کہلاتا ہے ۔ بابا کوچک کی اولاد نہ تھی آپ کی مزار مبارک کے مجاور بادشاہان وقت کے حکم سے متولی مقرر ہوئے ایک دفعہ آپکی حضرت سید محمد گیسو دراز سے ملاقات ہوئی تھی چنانچہ کہا جاتا ہے کہ جب حضرت مخدوم دولت آباد سے گلبرگہ تشریف لائے تو قصبۂ بیر میں بابا کوچک سے ملاقات کو گئے بابا کوچک دامن کوہ میں جس غار میں بیٹھے تھے اسکا دروازہ

چھوٹا تھا جس وقت حضرت مخدومؒ دروازہ کے قریب پہنچے تو باباکو چک نے فرمایا کہ محمد حسینی سر جھکا کر آؤ وہاں کے خادم کہتے ہیں جب خواجہ اندر گئے تو دروازہ بند ہوگیا اور باباکوچک کے مریدین کہتے ہیں کہ حضرت مخدومؒ نے سر کو خم کیا اور اندر داخل ہوگئے آپ کا سن وفات نظر سے نہیں گذرا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

ذکر شریف

ممتاز بحق شناسی، قدوۂ کل اناسی، مقتدائے اوقت خواجہ بابا سماسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ کاملان اہل تمکین سے تھے مریدوں کی تربیت میں یگانۂ وقت تھے آپ خواجہ علی رامیؒ کے اصحاب کبار سے تھے جنکا لقب سلسلہ خواجگانیہ میں حضرت عزیزان تھا۔ ان کے حالات قبل ازیں احوال خواجہ عبدالخالق غجدوانی میں تحریر کئے جا چکے ہیں۔ الغرض خواجہ بابا سماسیؒ حضرت عزیزان کے اصحاب سے تھے آپ کا مقام ولادت سماسی ہے جو رامتینؒ کا ایک دیہات ہے آپ کا مرقد بھی وہیں ہے۔ کہتے ہیں کہ جب حضرت عزیزانؒ کی وفات کا وقت پہونچا تو آپ نے خواجہ بابا سماسیؒ کو خلافت سے سرفراز کیا آپ فرماتے ہیں کہ اسکی خواجہ بہاؤالدین نقشبند پر نظر قبولیت انکی ولادت سے قبل ہی سے تھی قبیلہ ہندوان میں گشت لگاتے تھے اور کہتے تھے کہ اس سرزمین خاک کی سے ایک مرد کی بو آرہی ہے جس سے قبیلہ ہندوان قصر عارفان ہو جائے گا۔ ایک دفعہ وہاں پہونچے اور فرمایا کہ وہ بو زیادہ آرہی ہے شاید وہ مرد پیدا ہو چکا ہے۔ خواجہ بہاؤالدین کو پیدا ہو کر تین روز ہو چکے تھے آپ کے جد بزرگوار نے آپ کو خواجہ سماسی کے سامنے لاکر پیش کیا انہوں نے فرمایا کہ یہ ہمارا بچہ ہے اور ہم نے اسے فرزندی میں قبول کیا اور اصحاب کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ یہ وہی مرد ہے جسکی ہم کو بو آرہی تھی عنقریب مقتدائے روزگار ہو جائیگا۔ اس کے بعد امیر کلالؒ کی طرف متوجہ ہوئے جو آپ کے بزرگ ترین خلفا سے تھے اور فرمایا کہ بہاؤالدین کی تعلیم و تربیت میں دریغ نہ کرنا اگر تم سے اس امر میں کوتاہی ہوئی تو تمہارا حال صلب کر دوں گا۔ امیر کلال کھڑے ہوگئے اور دست بستہ عرض کیا کہ اگر مجھ سے تقصیر ہو تو پھر میں مرد نہیں۔ چنانچہ امیر کلال نے جو تربیت آپکو دی اسکا حال مناسب مقام پر لکھا جائیگا۔

صاحب رشحات فرماتے ہیں کہ کہا جاتا ہے کہ خواجہ بابا سماسی حالت استغراق میں رہتے تھے۔ آپ کے قصبۂ سماس میں کچھ باغات تھے آپ اپنے دست مبارک سے بیلوں کو تراشا کرتے اکثر ایسا کہ اکثر ایسا ہوتا کہ جب آپ تراشنے کے لئے ہاتھ اٹھاتے تو آرہ آپ کے ہاتھ سے گر پڑتا اور آپ بیخود ہو جاتے۔ الغرض آپ کے کمالات اور خوارق عادات بے حد ہیں آپ کا سن وفات نظر سے نہیں گذرا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

آپ کے چار خلفا تھے انکے منجملہ ایک خواجہ صوفی سوخاری تھے جنکی مزار موضع سوخار میں ہے جو شہر بخارا سے دو فرلانگ کے فاصلہ پر ہے آپ بابرکت صاحب ارشاد تھے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ دوسرے خلیفہ خواجہ محمود سماسی تھے جو خواجہ محمد بابا سماسی کے صاحبزادے تھے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

ذکر شریف

قدوۂ اہل کمال، زبدۂ اصحاب وصال، قبلۂ وقت سید امیر کلال رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ خواجہ محمد بابا سماسیؒ کے افضل خلفا سے تھے شرف سیاحت بھی حاصل تھا آپکا مولد و مدفن موضع سوخار تھے آپ داس گری کا پیشہ کرتے تھے، جسکو اہل بخارا کلال کہتے ہیں اسی وجہ سے آپکو امیر کلال کہا جانے لگا کہتے ہیں کہ جب آپ نے شباب میں قدم رکھا تو فن کشتی اختیار کیا۔ اور آپ کو اس فن میں ممتاز ہونے کے باعث آپ کے گرد اگرد ہنگامہ اور معرکہ رہتا تھا ایک روز بابا سماسی کا گذر اس معرکہ سے ہوا کچھ دیر اسکو دیکھ کو ٹھیر گئے بعض لوگوں کے دل میں خیال گذرا کہ خواجہ کے مبتدعان کی جانب متوجہ ہونے کا کیا سبب ہے خواجہ نے کہا کہ اس معرکہ میں ایک مرد ایسا ہے جسکی صحبت سے کئی لوگ مرتبہ کمال کو پہونچیں گے میری نظر اس پر ہے اور چاہتا ہوں کہ اسکو اسیر دام کرلوں اسی وقت امیر کلال کی نظر خواجہ پر پڑی حضرت کی کشش نے انہیں کھینچ لیا۔ جب خواجہ وہاں سے روانہ ہوئے تو امیر کلال کو وہاں ٹھہرنے کی طاقت باقی نہ رہی میدان چھوڑ کر حضرت خواجہ کے پیچھے روانہ ہوگئے جب خواجہ منزل پر پہونچے تو امیر کو اپنے سامنے بلایا اور فرزندی میں قبول کیا۔ آپ

خواجہ محمد باباسماسی کی خدمت میں بیس سال رہے کہتے ہیں کہ (۱۱۴) اصحاب نے امیر کلاں کی تربیت پائی ان کے منجملہ چار بڑے خلفا تھے آپ کے چار فرزند رشید تھے اور ہر ایک کی تربیت آپ نے ان چاروں خلفا میں سے ایک ایک کے تفویض کی تھی چنانچہ خواجہ امیر برہان کی تربیت خواجہ بہاءالدین نقشبند کے ذمہ کی آپ کے دوسرے خلیفہ مولانا عارف ریک گرانی تھے جن کا مولد و مدفن موضع ریک گروان تھا جو بخارا سے نو فرلانگ کی مسافت پر واقع ہے۔

امیر کلال اکثر فرمایا کرتے تھے کہ میرے اصحاب میں خواجہ بہاءالدین اور مولانا عارف کے مانند کوئی نہیں آپ کے کمالات کا اندازہ اسی سے کیا جاسکتا ہے امیر کلال نے اپنے دوسرے فرزند امیر حمزہ کی تربیت آپ کے تفویض کی تھی چنانچہ امیر حمزہ آپ کی فیض صحبت سے مرتبہ کمال پہنچے اور امیر کلال کے بعد ان کے قائم مقام ہوئے۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

امیر کلال کے تیسرے خلیفہ علیہ شیخ یادگار کن سروی تھے جو قصبہ کن سرون سے تعلق رکھتے تھے جو شہر بخارا سے دو فرلانگ کے فاصلہ پر واقع ہے امیر کلال نے انکو اپنے تیسرے فرزند خواجہ امیر مسلم کی تربیت پر مامور کیا تھا۔ آپ کے چوتھے خلیفہ شیخ جمال الدین داستانی تھے رحمۃ اللہ علیہ جنھوں نے امیر کلال کے چوتھے فرزند امیر عمر کی تربیت کی تھی الغرض امیر کلال کے کرامات اور خوارق عادات رشحات میں تفصیل سے مذکور ہیں۔ کہتے ہیں کہ امیر کلال نے امیر تیمور کو مشرق و مغرب کی حکومت کی بشارت دی تھی اسکی تخت نشینی کے اوائل میں ۷۷۲ھ میں واصل بحق ہوئے رحمۃ اللہ علیہ۔

ذکر شریف

ہادیٔ حق پسند، قبلۂ ارجمند، قطبِ وقت خواجہ بہاءالدین نقشبند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ کا نام محمد بن محمد البخاری تھا۔ شان بزرگ، ہمت بلند اور نفس قاطع کے ایسے حامل تھے کہ معمولی سی توجہ سے سالکان عالم سفلی کو مقام علوی تک پہونچا دیتے تھے۔

صاحب نفحات تحریر کرتے ہیں کہ آپ حضرت خواجہ محمد باباسماسی کے مقبول نظر تھے جنکا حال

گذر چکا ہے۔ آپ کی تعلیم ادب طریقت کی امیر کلال سے ہوئی درحقیقت آپ اویسی مشرب کے حامل تھے اور خواجہ عبد الخالق غجدوانی کی روحانیت سے براہ راست تربیت حاصل تھی۔ اسکی تفصیل نفحات میں مذکور ہے۔ رسالہ بہائیہ میں جو حضرت خواجہ کے حالات پر مشتمل ہے آپکی وقت ولادت سے وقتِ وفات تک تمام حالات تفصیلاً مذکور ہیں جن میں سے کچھ یہاں نقل کئے جاتے ہیں۔

آپ چار سال کے تھے کہ آپ سے خوارق عادات ظاہر ہونے لگے انہیں ایام میں حضرت حکیم عطا نے جو مشائخ ترک سے تھے خواب میں دیکھا کہ خواجہ نقشبند ایک درویش کی سفارش کر رہے ہیں جب بیدار ہوئے تو اس فقیر کی صورت نظر میں تھی ایک روز اسے بخارا کے بازار میں اس درویش سے ملاقات ہوئی ملاقات کے ساتھ ہی چاہا کہ اپنا خواب بیان کریں اس درویش نے ترکی میں کہا تمہارے دل میں جو بات گذری وہ مجھ پر ظاہر ہو گئی بیان کرنے کی ضرورت نہیں خواجہ کہتے ہیں کہ اس فقیر کی صحبت میں میرا دل بھی اسکے دل کی مانند ہو گیا۔ چنانچہ میں نے چھ سال انکی خدمت میں بسر کئے اسکے بعد ماوراالنہر کا بادشاہ اس درویش کے ہاتھ پر مسلمان ہوا تو اس کا نام سلطان خلیل رکھا گیا چھ سال اور گذر گئے اسکے بعد سلطنت بخارا کا زوال شروع ہوا دنیا سے میرا دل سرد ہو گیا اور میں بخارا آ گیا اور سید امیر کلال کی صحبت اختیار کی جنکو بابا محمد سماسی نے میری تربیت کی تلقین کی تھی۔

امیر کلال نے ذکر خفی کی اجازت دے کر خواجہ محمود الخیر سے یہ عہد لیا تھا کہ جب تک امیر کلال ذکر جہر کی تلقین نہ کریں ذکر خفی اختیار کریں خواجہ نقشبند کے زمانہ سے ذکر خفی رائج ہوا کئی سال تک خواجہ نے امیر کلال کی خدمت میں سیر و سلوک کی تعلیم پائی یہانتک کہ مرتبہ کمال کو پہونچ گئے۔ امیر کلال اکثر اپنے اصحاب میں خواجہ نقشبند سے مخاطب ہو کر فرماتے کہ جو کچھ مجھے خواجہ محمد بابا نے تلقین کی تھی میں نے تمہارے لئے اسکی وصیت کر دی ہے تمہارا مرغ روحانیت بیضہ بشریت سے باہر آ چکا ہے اور تمہارا مرغ بلند پرواز ہے اب میں تمہیں اجازت دیتا ہوں کہ جہاں کہیں بھی کسی بزرگ کا پتہ چلے تو ان سے استفادہ میں کوتاہی نہ کرنا۔ مختصر یہ کہ خواجہ امیر کلال سے رخصت ہوئے اور کئی بزرگوں سے مانند خواجہ احمد یسوی ملاقات کی اور ان سے انواع و اقسام کے فیوض حاصل کئے ایک مدت دراز کے بعد مسند ارشاد پر متمکن ہوئے ایک عالم آپ کے فیوض سے مستفید ہوا۔ آپ کے اصحاب مثل خواجہ علاء الدین عطار اور خواجہ محمد پارسا وغیرہ مرتبہ تکمیل کو پہونچے ان کا ذکر مناسب مقام پر کیا جائے گا۔

الغرض آپکے بے انتہا کمالات اور کرامات عالیہ ہیں۔

صاحب نفحات کہتے ہیں کہ خواجہ سے پوچھا گیا کہ درویشی آپ کو ورثہ میں ملی ہے یا کسب سے حاصل ہوئی ہے آپ نے برجستہ فرمایا کہ میں اپنے جذبۂ طلب کے باعث جذبات الحق کی سعادت سے مشرف ہوئی پھر پوچھا گیا کیا آپ کی طریقت میں ذکر جہر اور سماع خلوت جائز ہے آپ نے نفی میں جواب دیا پھر پوچھا گیا کہ آپ کی طریقت کی کیا بنیاد ہے آپ نے فرمایا خلوت در انجمن ہے یعنی ظاہر میں مخلوق کے ساتھ رہے لیکن باطن میں حق سے لو لگائے رکھے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ ؎

از دروں شو آشنا و از بروں بیگانہ وش
ایں چنیں زیبا روش کم می بود اندر جہاں

اور آپ نے کہا کہ لا الٰہ نفی بر طبیعت ہے اور الا اللہ اثبات معبود برحق ہے۔ اور محمد رسول اللہ خود کو مقام فاتبعونی میں لانے کا نام ہے اور مقصود ذکر یہ ہے کہ کلمۂ توحید کی حقیقت کو پہونچ جائے اور کلمہ کی حقیقت یہ ہے کہ ماسوائے اللہ کے کلیتاً نفی کر دی جائے۔ اس کا زیادہ ورد کرنا متردد نہیں ہے۔

آپ یہ بھی فرماتے ہیں کہ توحید کے راز تک پہونچنا ممکن ہے لیکن اسیر معرفت تک پہونچنا دشوار ہے۔ اور حضرت عزیزان یعنی خواجہ علی رامتنی فرماتے ہیں کہ زمین اس گروہ کی نظر میں دسترخوان کی مانند ہے اور ہم کہتے ہیں کہ یہ ایک چھلہ کے مانند ہے کیونکہ کوئی چیز اس گروہ کی نظر سے پوشیدہ نہیں الغرض آپ کے کمالات عالیہ متعدد ہیں اور خوارق عادات مثل احیاء اموات وغیرہ بے شمار ہیں جنکی تفصیل یہاں بیان نہیں کیجا سکتی۔ خواجہ نقشبند کی وجہ تسمیہ میں اختلاف ہے بعض لوگ کہتے ہیں کہ جب خواجہ محمد بابا سماسی نے آپ کی تربیت سید امیر کلال کے تفویض کی تو فرمایا کہ بہاء الدین کے نفس کو بند کرو اسی وجہ سے آپ کو نقشبند کہا جانے لگا اور بعض کا یہ کہنا ہے کہ ایک طالب صادق آپ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ کی نظر کیمیائے اثر سے اس کے دل پر نقش معنوی ثبت ہو گیا۔ اسی لئے آپ کو نقشبند کہا جاتا ہے۔ بعض محققین کا خیال ہے کہ آپ اپنے مریدوں کو نقش اسم ذات لکھ کر دیتے تھے جس سے انکے دل پر اسکا تصور ایسا پیدا ہوتا کہ اس کا دل موصوف بصفت محبت اللہ ہو جاتا تھا۔ خواجہ عبدالرزاق جو حضرت خواجہ عبیداللہ احرار کے فرزند تھے اس طرح کہتے ہیں کہ آپ حکم شریعت سے قالین بافی کیا کرتے تھے اسی وجہ سے آپ کو نقشبند کہا جاتا ہے۔ آخری وجہ صحیح معلوم ہوتی ہے جسکو صاحب مناقب غوثیہ وغیرہ نقل کرتے ہیں کہ شیخ عارف عبداللہ بلخی اپنی کتاب

خوارق الاحباب میں لکھتے ہیں کہ میں نے خواجہ بہرمست سے سنا ہے کہ قلندران دیرینہ سال سے نقل کرتے تھے کہ خواجہ نقشبند نے خواجہ امیر کلال کی خدمت سے مستفیض ہوتے تھے۔ حضرت امیر نے آپ کو شغل اسم ذات کی تلقین کی اور آپ کے احوال پر توجہ کی لیکن تصور اسم ذات انکے ضمیر میں متمکن نہیں ہوا خواجہ کو بڑی پریشانی لاحق ہوئی اور انہوں نے صحرا کی راہ لی۔ وہاں پر خضر علیہ السلام سے ملاقات ہوئی حضرت خضر نے فرمایا کہ اے بہاء الدین کہ مجھے اسم اعظم حضرت غوث الثقلین سید عبد القادر جیلانی سے ملا ہے۔ لہذا آپکو بھی میں مشورہ دیتا ہوں کہ آپ حضرت کی طرف متوجہ ہوں تو آپکا کام بن جائے گا۔ چنانچہ آپ نے ایسا ہی کیا جس کی وجہ سے حضرت غوث الثقلین کے جمال جہاں آرا سے مشرف ہوئے اور حضرت غوث الثقلین نے سیدھے ہاتھ کی انگشت شہادت کو انگوٹھے سے ملا کر خواجہ کی طرف بتایا جس سے نقش اسم ذات کی صورت ظاہر ہوئی۔ بمجرد آپ کے اس طرح بتانے کے نقش اسم ذات آپ کے ضمیر میں نقش ہو گیا یہاں تک کہ ہر چیز میں اسم ذات نظر آنے لگا۔ چنانچہ جب کمخواب بافی میں مصروف ہوئے تو پھولوں کے بجائے اسم ذات منقوش ہو گیا اسکی بہت شہرت ہوئی۔ آپ سے بعض ہمرازوں نے اسکے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ ان فیوضات میں کے منجملہ ایک فیضان ہے جو اس رات حضرت غوث الثقلین نے مجھکو عطا فرمائے تھے کہتے ہیں کہ خواجہ اسی وقت سے نقشبند مشہور ہوئے اور خواجہ نقشبند طالبان خدا کے دل میں گھر کر گئے اور آپ کو طریقہ نقشبندیہ میں خواجہ بزرگ بھی کہا جاتا ہے جیسا کہ سلسلۂ چشتیہ میں خواجہ معین الدین چشتی کو خواجہ بزرگ کہا جاتا ہے۔ کہتے ہیں کہ آپ کی ولادت بماہ محرم ۷۱۸ھ قصر عارفان میں ہوئی جو بخارا سے ایک فرلانگ کے فاصلہ پر واقع ہے لیکن آپ کی وفات امیر تیمور کے زمانہ میں بتاریخ ۳ ربیع الاول سنہ ۷۹۲ھ قصر عارفان میں واقع ہوئی اور قصر عارفان میں مدفون ہوئے۔ قصر عارفان ۷۹۲ھ سے آپکا سن رحلت برآمد ہوتا ہے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

ذکر شریف

عاشق اللہ معک، خسرو خوبان تاجک، بیباک جہاں خواجہ مسعود بک رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ

اس طریقہ میں آپکی شان عالی اور حال بہت بلند تھا۔

صاحب اخبار الاخیار رقمطراز ہیں کہ آپ کا اصلی نام شیر خاں تھا اور آپ سلطان فیروز شاہ دہلوی کے رشتہ دار تھے ایک زمانہ تک اغنیاء و امراء کے رنگ میں رہے یکایک جذبۂ الٰہی کار فرما ہوا۔ اور آپ کا دل تمام دنیاوی مقاصد سے سرد ہوگیا اور آپ نے درویشوں کی صحبت اور اس جماعت کی صورت و سیرت اختیار کی۔ شیخ رکن الدین بن شہاب الدین امام کے مرید ہوئے جنکا ذکر حضرت سلطان المشائخ کے خلفا میں گذر چکا ہے حضرت شیخ رکن الدین کی فیض صحبت سے بہت جلد درجۂ کمال کو پہونچ گئے اور اپنے کمالات میں اس گروہ میں ممتاز ہوگئے کہتے ہیں کہ آپ حالت سکر میں رہتے اور مستانہ کلام فرماتے سلسلۂ چشتیہ میں کسی نے اسرار حقیقت آپکی طرح فاش نہ کیا بے اختیار گریہ و زاری کرتے اور آپ کے آنسو اسقدر گرم ہوتے کہ اگر کسی کے ہاتھ میں ان کا ایک قطرہ بھی پڑ جاتا تو ہاتھ جل جاتا۔ علم توحید اور تصوف میں آپکی بہت تصانیف ہیں۔ خصوصاً ایک رسالہ جسکا نام "شہید تمشید" ہے جو حضرت عین القضات ہمدانی کی تمہیدات کی وضع پر ہے آپ کا ایک دیوان بھی ہے جسکے اشعار آپ نے حضرت شیخ نصیر الدین محمود کی اجازت سے تحریر فرمائے تھے اور آپ کی ایک تصنیف مراۃ العارفین ہے جسکے دیباچہ میں آپ تحریر کرتے ہیں کہ "لسان ناطق وقت است و عین بغیب شاہد تا نمایان خاطر و حاضر ان غایب" یعنی زبان ناطق وقت ہے اور آنکھ شاہد غیب جس سے غائبان حاضر نظر آتے ہیں اور حاضر غائب

یہ بھی تحریر کرتے ہیں کہ "ازاں روئی کہ ما با آئم نہندانہ آئم و ازاں روئی کہ ما ما نہ آئم سویدا آئم اگر کشف رموز غیب جوئی ما را بگوئی" یعنی جب ہم از خود آئیں تو چھپ کر آتے ہیں اور جب ہم از خود نہیں آتے تو آشکارا آتے ہیں اگر تم اسرار غیب کے کشف کے طالب ہو تو ہم سے کہنا۔

اور فرماتے ہیں کہ ؎

در آمد بت مست در دیدہ یکسر ٭ دو عالم شدہ از جمالش منور

سر زلف را تاب دادہ ز مستی ٭ ازاں تاب بیتاب کردہ مہ و خور
جالش شراب درخش گشت ساقی ٭ دہانش صراحی و لب گشتہ ساغر
چناں کرد بیخود مرا بادۂ او ٭ کہ از دست رفتم نہ پا ماندہ نے سر
دراں بیخودی دلبر از در در آمد ٭ مرا چست بگرفت چوں غنچہ در بر
دو چشمم چو از عشق او باز گشتہ ٭ بعالم ندیدم بگر حسن دلبر
ندا آمد در گوش دل ہاتف جاں ٭ کہ معشوق عاشق توئی نیست دیگر
چہ گویم ز روی مست در بحر وحدت ٭ قلندر خدا داں خدا داں قلندر
فعولٌ فعولٌ فعولٌ فعولٌ ٭ تو مسعود ملتتہ دیوار وے در

آخر میں یہ حال ہوا کہ بے اختیار کو اپنے اختیار لیتے تھے اور اسرار الٰہی فاش کرتے لگتے۔ سلطان فیروز شاہ کے آخر دورِ سلطنت میں علمائے ظاہر نے متفق ہو کر ان کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے قلعہ فیروز آباد کے نیچے پانی میں پھینک دیا اس حادثہ کے بعد آپ کے معتقدوں نے اگرچہ پانی میں جال ڈال کر آپ کے اعضا کی تلاش کی لیکن یہ کوشش بے سود ثابت ہوئی۔ بہت تردد کے بعد دیکھا کہ آپ کے متفرق اعضا ایک جا ہو کر جسم کی شکل میں بمقام حجرہ خاص حضرت سلطان المشائخ جو نہر کے کنارے واقع ہے نمودار ہوئے ہیں۔ وہاں سے لوگوں نے منتقل کر کے دفن کیا آپ کا مدفن آپ کے پیروں کے قریب متصل درگاہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی واقع ہے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

ذکر شریف

مختارِ عشق و آزادگی، شہباز میدان مردانگی، مقتدائے قوم مولانا خواجگی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

صاحب اخبار الاخیار تحریر فرماتے ہیں کہ آپ حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلوی کے مرید اور خلیفہ تھے مولانا معین الدین کے شاگرد اور قاضی شہاب الدین جونپوری کے استاد تھے۔

اوائل حال میں دہلی میں تحصیل علوم میں مشغول ہوئے درس و تدریس سے فراغت کے بعد حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلوی کی خدمت میں گئے۔ مولانا معین الدین علمائے ظاہر کی طرح مشائخین کے منکر تھے اور حضرت شیخ نصیر الدین سے ملنے کبھی نہیں گئے تھے مولانا خواجگی ان دونوں کو عزیز رکھتے تھے اتفاق سے مولانا معین الدین کو عارضۂ حرقہ لاحق ہوا جسکے علاج سے اطباء عاجز ہوگئے مولانا خواجگی نے عرض کیا کہ کیا ہی اچھا ہوتا کہ آپ حضرت نصیر الدین محمود سے ملنے جاتے ان سے استمداد کرتے اور ان کی صحبت کی برکت سے فیضیاب ہوتے۔ مجبوراً مولانا معین الدین حضرت نصیر الدین سے ملنے کے لئے روانہ ہوئے جب خانقاہ کے قریب پہونچے حضرت شیخ مجلس سے اٹھ کر گھر میں چلے گئے اور تھوڑی دیر بعد واپس ہو کر مولانا معین الدین سے ملاقات کی کچھ دیر دونوں ہم صحبت رہے اتنے میں خادم نے دستر خوان بچھایا اور قسم قسم کے کھانے چن دئے اور مولانا معین الدین کے آگے دہی کا پیالہ رکھدیا جو بظاہر کھانسی کے لئے مضر ہے مولانا معین الدین کا انکار اور زیادہ ہوگیا۔ شیخ نے فرمایا بسم اللہ شروع کرو حضرت شیخ کی رعب ولایت کے باعث مولانا معین الدین عذر نہ کر سکے اور ایک لقمہ اپنے منہ میں رکھ لیا۔ دستر خوان اٹھانے کے بعد مولانا معین الدین پر کھانسی کا دورہ پڑا شیخ نے طشت لانے کا حکم دیا جو کچھ کھایا نکل گیا اور کھانسی کا زور ٹوٹ گیا اور حضرت شیخ کی توجہ سے شفا حاصل ہوگئی مولانا معین الدین حضرت شیخ کے معتقد ہوگئے مولانا خواجگی امیر تیمور کے حملہ سے شہر دہلی سے کالپی منتقل ہوگئے وہاں آپ کی بہت شہرت ہوئی۔ فیروز شاہ بھی وہیں مدفون ہے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

ذکر شریف

قدوۂ ارباب رہبری زبدۂ اصحاب ہمسری فرد وقت مولانا احمد تھانیسری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ بھی حضرت شیخ نصیر الدین محمود کے مرید تھے فضائل علوم ظاہری و باطنی میں ممتاز تھے مولانا خواجگی سے برادرانہ تعلقات تھے لیکن دہلی سے نکلنے میں آپ نے مولانا کی موافقت نہ کی یہاں تک کہ

امیر تیمور کی فوجیں داخل ہو گئیں اور سلطان محمود بقیہ سلطان فیروز شاہ نے بدر سے آکر اس سے جنگ کی۔ سخت مقابلہ کے بعد امیر تیمور کو فتح ہوئی سلطان محمود نے شکست کے بعد قلعہ دہلی میں پناہ لی دہلی کے تمام اکابر اور قضات امیر تیمور کے نام کا خطبہ پڑھنے لگے اس حادثہ میں مولانا حمید الدین کے متعلقین بھی گرفتار ہوئے فتنہ رفع ہونے کے بعد مولانا امیر تیمور کے پاس گئے امیر تیمور کی مجلس میں مولانا حمید الدین اور شیخ الاسلام کے مابین تقدیم و تاخیر کے موضوع پر گفتگو ہوئی شیخ الاسلام مولانا برہان الدین صاحب ہدایہ کے پوتے تھے امیر تیمور نے کہا کہ یہ صاحب ہدایہ کے پوتے ہیں مولانا احمد نے کہا کہ انکے دادا برہان الدین نے ہدایہ میں بعض جگہ غلطی کی ہے اگر انہوں نے ایک غلطی کی تو کیا مضائقہ ہے شیخ الاسلام نے جواب میں کہا کہ خطا کا کونسا محل ہے۔ مولانا احمد شاہ نے اپنے فرزندوں اور شاگردوں کو جواب دینے کے لئے کہا۔ امیر تیمور نے آپ کی ناموس صحبت کا لحاظ رکھا۔ مولانا احمد وہاں سے کالپی آئے اور وہیں متوطن ہو گئے مولانا خواجگی سے جو برادرانہ تعلقات تھے وہ پھر استوار ہو گئے آپ کے خوارق عادات بہت ہیں مولانا احمد کی مزار قلعہ کالپی میں واقع ہے۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

ذکر شریف

موصوف بصفات خلق کریم مبعوث باوصاف سلیم شیخ صدر الدین حکیم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ شیخ نصیر الدین چراغ دہلوی کے کامل خلفا سے تھے ظاہری اور باطنی کمالات سے آراستہ تھے مریدوں اور طالبان کی تربیت میں بے مثل تھے۔

صاحب اخبار الاخیار تحریر کرتے ہیں کہ آپ کے والد سوداگر تھے اور انکی نسبت ارادت سلطان المشائخ سے تھی کہتے ہیں کہ آپ نے طویل عمر پائی تھی۔ لاولد تھے ایک روز سلطان المشائخ نے آکر اپنی پیٹھ انکی پیٹھ سے ملائی اور ایک فرزند رشید کی خوشخبری دی جب لڑکا پیدا ہوا تو اسکا نام صدر الدین رکھا اور آپ کو سلطان المشائخ کی خدمت میں پیش کیا شیخ نے لڑکے کو اپنی گود میں لیا جب

تک وہ آپ کی گود میں رہا آپ کے جمال مبارک کو دیکھتا رہا۔ حاضرین مجلس نے یہ منظر دیکھا۔ حضرت سلطان المشائخ نے اپنے جبہ سے ایک ٹکڑا پھاڑ کر اس لڑکے کیلئے خرقہ اپنے دست مبارک سے سیا اور اسکو شیخ نصیر الدین محمود کے تفویض کیا۔ اور ان کے علو شان کی پیش گوئی کی۔ الغرض جب شیخ صدر الدین سن رشد کو پہونچے شیخ نصیر الدین سے بیعت کی اور انکی فیض تربیت سے مرتبۂ کمال کو پہونچے آپ کی تصنیفات مشتمل بر حقائق و معارف بہت ہیں مریدوں کے امراض دلی کو اپنی توجہ سے بطریق احسن زائل کر دیتے تھے اسی وجہ سے آپ کو شیخ صدر الدین طبیب قلوب کہا جاتا تھا اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ کو علم طب میں بھی مہارت حاصل تھی چنانچہ ایک بار ایک شخص کو بغرض علاج آپ کے پاس لایا گیا جب علاج موافق ہوا اور بیمار نے شفا پائی تو آپ نے ایک تحریر لکھ کر اسکے حوالے کی اور کہا کہ فلاں گلی میں ایک پتھر پر رکھنا چنانچہ اس نے حسب نشاندہی اس پتھر پر وہ تحریر رکھی پتھر ہٹ گیا اور ایک خزانہ برآمد ہوا شیخ نے بلند ہمتی سے اسکی جانب رغبت نہ کی۔ بمصداق سے

ہر کہ صاحب ہمت آمد مرد شد ∴ ہمچو خورشید از بلندی فرد شد

آپکا مزار دہلی میں واقع ہے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

ذکر شریف

سر حلقۂ اصحاب یقین ستودۂ ارباب دین پیشوائے قوم قاضی عبد المقتدر بن شیخ رکن الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ بھی حضرت شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلوی کے خلفائے کاملین سے تھے شان عظیم اور کرامات مشہور کے حامل تھے مریدوں کی تربیت میں یگانہ وقت تھے اپنے جمال ولایت کو حجاب دانشمندی میں مخفی رکھتے تھے نہایت فصیح و بلیغ تھے۔

صاحب اخبار الاخیار لکھتے ہیں کہ آپ ہمیشہ درس و تدریس اور علمی مشاغل میں مشغول رہتے اکثر فرماتے کہ ایک شرعی مسئلہ میں تفکر اس نماز کی ایک ہزار رکعتوں سے افضل ہے جو لب دریا

ادا کی جائیں ۔ اکثر فقر و فاقہ کی زندگی بسر کرتے ۔ امیر تیمور کے حملہ کے بعد جونپور چلے گئے اور وہاں متوطن ہوگئے آپکی وفات ۶/ محرم ۷۹۱ھ کو بزمانۂ سلطنت سلطان محمود بن سلطان محمد بن فیروز شاہ واقع ہوئی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ۔

ذکر شریف

جامع علوم معنی و صوری شاہد انوار مستوری مقتدائے وقت شیخ محمد متوکل کنتوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ بھی حضرت شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلوی کے مرید اور خلیفہ تھے تمام کمالات انسانی سے آراستہ تھے ۔ آپ کے صاحبزادے فرماتے ہیں کہ میرے والد شیخ عزیز الدین خواجہ افتخار الدین بن حسن ہرات سے ہندوستان آئے تھے وہ ترک تھے ۔ تحصیل علوم کے بعد حضرت شیخ نصیر الدین محمود سے بیعت کی اور سالہا سال تک آپ کی تربیت میں رہ کر مرتبۂ خلافت کو پہنچے اور حضرت شیخ کی اجازت سے قصبہ کنتور میں سکونت اختیار کی اور مریدوں کی رشد و ہدایت میں مصروف ہوگئے

وہ یہ بھی لکھتے ہیں کہ اہل تصوف پہ زکوٰۃ کا مال حرام ہے ۔ اتفاقاً اگر لے لیا جائے تو مستحقین کو دیدینا چاہیئے کیونکہ خواجگان زکوٰۃ نہیں لیتے تھے ۔

ایک دوسرے ملفوظ میں رقمطراز ہیں کہ ایک روز شیخ محمد متوکل بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک شخص جس کا نام عبد العزیز تھا آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اسکو علم کیمیا اور سیمیا میں کمال حاصل تھا شیخ کو ان دونوں علوم کی تعلیم دینی چاہی شیخ نے قبول نہ کیا پھر اس نے کہا کہ تھوڑی اکثیر حاضر ہے جسکو تانبہ پر ڈالنے سے وہ سونا ہو جائیگا ۔ شیخ نے دلچسپی نہ لی ۔ اور اپنے بھانجے شیخ علاء الدین سے فرمایا کہ اس شخص کو میرے سامنے سے لیجاؤ کہ اس کو فقرا کی حالت کا علم نہیں ہے آپ کا توکل نہایت بلند تھا جس کی وجہ سے آپ کو شیخ محمد متوکل کہا جاتا تھا ۔

آپ یہ بھی فرماتے ہیں کہ ہر وہ مرید جو اپنے پیر سے خلافت طلب کرے وہ خلافت کے لائق نہیں ہے مرید کو چاہیئے کہ خود کو خلافت کے قابل نہ سمجھے بلکہ پیر خود جسے چاہے خلافت عطا

یہ بھی فرماتے ہیں کہ انوار اسرار الٰہی کے لئے بلند حوصلہ کی ضرورت ہے تاکہ جو تجلی وارد ہو اس کا اظہار نہ کرے جب یہ حالت پیدا ہو جاتی ہے تو فیضان کا دروازہ کھل جاتا ہے ۔ کہتے ہیں کہ شیخ سعد اللہ کیسہ دار جو شیخ محمد متوکل کے فرزند تھے اپنے والد کے خلیفہ تھے ان کے متعدد کمالات تھے شیخ محمد مذکور کو سید امیر ماہ بہرائچی سے بڑا لگاؤ تھا اکثر آپ اس دوستی کے سبب بہرائچ جاتے پہلے شیخ سعد اللہ کو سید امیر ماہ کی خدمت میں مریدی کی غرض سے لے گئے انہوں نے کہا کہ اس فرزند کے سلب سے ایک لڑکا پیدا ہوگا جسکو مجھ سے نسبت ارادت ہوگی آخر ایسا ہی ہوا شیخ عین الدین بن شیخ سعد اللہ بن شیخ متوکل سید امیر ماہ کے مرید ہوئے ان کے احوال آگے آئیں گے اسکے بعد شیخ سعد اللہ اپنے پدر بزرگوار کے ہمراہ دہلی گئے اور حضرت شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلوی کی شرف بیعت سے مستفید ہوئے ۔

کہتے ہیں کہ حضرت خضر علیہ السلام نے شیخ سعد اللہ کو ایک کیسہ عنایت کیا تھا جو چاہے اس سے برآمد ہوتا اور وہ اسکو اپنے تصرف میں لاتے جب تک وہ بقید حیات رہے کیسہ خالی نہ ہوا ۔ اسی بناء پر شیخ سعد اللہ کنتوری کو کیسہ دار کہا جاتا ہے آپ اپنے ملفوظات میں اس گروہ کے کلمات بوجہ حسن بیان فرماتے ہیں ان کے منجملہ ایک یہ ہے کہ جب مرید کوئی گناہ کرتا ہے تو ہمارے پیر اس گناہ کی وجہ سے بظاہر متغیر نہ ہوتے بلکہ خود پر نظر ڈالتے اور کہتے کہ اگر میرے وجود کو برائی لاحق نہ ہوتی تو اس مرید سے یہ گناہ سرزد نہ ہوتا اور یہ کمال اخلاق ایسا تھا کہ اس کے گناہ کو ظاہر نہ کرتے ۔ اگر کچھ کہتے تو اشارۃً کنایتاً کہتے کیونکہ اگر مرید عقلمند ہے تو سمجھ جائے گا کیونکہ صریح طور پر کہنے سے مرید خیرہ ہو جاتا ہے جو اسکے لئے باعث نقصان ہے شیخ سعد اللہ کو حضرت میر سید اشرف جہانگیر سمنانی سے بھی خرقہ خلافت ملا تھا ۔ طریقہ اویسیہ کے بھی حامل تھے کہ اس طریقہ میں اکثر بزرگان دین کو راست حضرت اویس قرنی سے فیضان ہوتا تھا جو باطنی طور پر حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تربیت یافتہ تھے لہذا ہر وہ ولی جسکو باطنی طور پر حضرت پیغمبر علیہ السلام اور روحانیت اولیاء سے تربیت حاصل ہو اور وہ ظاہری طور پر کسی سے ارادت نہ رکھتا ہو اویسی کہلاتا ہے ۔

صوفیاء کے نزدیک یہ مقام بہت بلند ہے کیونکہ جو اس دولت سے سرفراز ہوتا ہے تو اس کے لئے در معرفت کھول دیا جاتا ہے الغرض شیخ سعد اللہ مقامات عالیہ پر فائز تھے آپ کی مرقد آپکے والد کے روضہ میں واقع ہے آپکا سن وفات نظر سے نہیں گذرا لیکن آپ کے ملفوظات ۸۰۴ھ تک تحریر یہ الہ پائے ہیں ہو سکتا ہے کہ آپکی وفات اسی سن کے لگ بھگ واقع ہوئی ہو رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

ذکر شریف

افضل الکاملین، اشرف الواصلین، شیخ عین الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ کے والد شیخ سعد اللہ بن شیخ محمد متوکل تھے جن کا ذکر اوپر کیا گیا ہے۔ شیخ عین الدین صاحب مقامات عالیہ اور نفس قاطع کے حامل تھے آپ میر سید امیر ماہ کے مرید تھے ایک مدت تک سید امیر ماہ کی صحبت میں ریاضات شاقہ میں مصروف رہے اور تربیت سلوک حاصل کیا تکمیل کے بعد اپنے والد بزرگوار کی خدمت میں پہونچے اپنے جمال ولایت کو پردۂ ملامت میں مستور رکھتے عشق و صحبت کو آپ نے اپنا وطیرہ بنا لیا تھا۔ اس بارے میں اکثر لوگ آپ کے والد شیخ سعد اللہ سے آپ کی شکایت کی۔ اس شکایت کی بناء پہ شیخ سعد اللہ نے آپکو اس حال سے منع فرمایا آپ کے پینے اور طہارت کے لئے جو پانی لایا جاتا وہ شراب میں تبدیل ہو جاتا۔ شیخ سعد اللہ نے کہا کہ کنوئیں سے پانی لایا جائے کنوئیں میں بھی شراب بر آمد ہوئی پھر لوگ وہاں سے دریا سے پانی لاتے گئے تو دریا کا سارا پانی شراب ہو گیا ایک اشرفی جو روز آنہ دیا کرتے تھے دیکر فرمایا کہ اپنے کام میں مصروف رہو۔ الغرض آپ کے خوارق بہت ہیں جب شیخ سعد اللہ کی وفات کا وقت قریب پہونچا تو آپ کے بڑے صاحبزادے شیخ عین الدین موجود نہ تھے آپ نے کہا کہ اس خراباتی کو بلا لاؤ جب لوگ آپ کی جستجو میں نکلے تو آپ کو خمار خانہ میں بیٹھا ہوا پایا آسمان کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ میرے نصیب کا ایک پیالہ رہ گیا ہے وہ بھی دے دے چنانچہ پیالہ خالی کر کے اس کو زمین پہ دے مارا اور واپس لوٹ گئے جب اپنے والد شیخ سعد اللہ کی خدمت میں پہونچے تو شیخ نے آپکو خرقہ خلافت اور تمام امانتیں عطا فرمائیں اور عالم بقا کیطرف رحلت فرمائی۔ شیخ عین الدین اپنے والد اور دادا کی مسند ارشاد پہ متمکن ہوئے اور مریدین کی رشد و ہدایت میں مشغول ہوئے آپ کے حالات حد تحریر کے باہر ہیں آپ کا سن وفات نظر سے نہیں گذرا آپکی مزار بھی آپکے والد کے روضہ عقب کنتور میں واقع ہے۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

ذکر شریف

مقرب حضرت معبود، شاہد مشہود، شیخ وقت شیخ دانیال عرف مولانا عود رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ کے والد کا نام بدرالدین بن حسن بن فضل ثالث بن عبداللہ بن عبداللہ الثانی بن یحییٰ بن فضل ثانی بن محمد بن فضل بن حسن بن عبداللہ بن سیدنا عباس بن امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام ہے آپ بھی حضرت نصیر الدین چراغ دہلوی کے مرید اور خلیفہ تھے تمام کمالات انسانی سے آراستہ تھے آپ کا سلسلۂ نسب حضرت عباس بن امیر المومنین علی علیہما السلام تک پہونچتا ہے۔

چنانچہ کتاب "عمدۃ المطالب فی نسب آل ابی طالب" میں جو بحرالانساب کے نام سے مشہور ہے اور ارباب سیر کے نزدیک معتبر ہے مذکور ہے کہ امیر المومنین علی علیہ السلام کے پانچ صاحبزادے تھے ۱۔ حضرت امام حسن علیہ السلام (۲) حضرت امام حسین علیہ السلام (۳) حضرت امام محمد حنیفہ (۴) حضرت سیدنا عمر بن امیر المومنین (۵) حضرت سیدنا عباس بن علی علیہ السلام۔

اس کتاب میں یہ بھی مسطور ہے کہ حضرت سیدۃ النساء علیہا السلام کی وفات کے بعد ام البنین بنت حزام بن خالد بن ربیعہ حضرت امیر المومنین کے حبالۂ عقد میں آئیں ان سے عباس بن علی متولد ہوئے وہ نہایت شجاع اور بلند ہمت تھے آپ کا نام عباس کنیت ابوالفضل اور لقب سقاء اہل بیت ہے کیونکہ کربلا کی جنگ میں حضرت امام حسین علیہ السلام کا علم اٹھائے ہوئے آپ نے عالم شہادت نوش کیا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ آپ کے ایک صاحبزادے تھے جن کا نام عبداللہ بن عباس تھا ان کے ایک صاحبزادے تھے جن کا نام حسن بن عبداللہ تھا ان کے پانچ صاحبزادے تھے جنکے نام حسب ذیل ہیں۔

۱۔ عبداللہ ۲۔ عباس ۳۔ حمزہ ۴۔ ابراہیم اور فضل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم۔

عبداللہ بن حسن مکہ اور مدینہ کے قاضی اور حاکم تھے حاصل تحریر یہ کہ ان پانچوں صاحبزادوں کی کثیر اولاد تھی جن میں سے بعض بغداد میں متوطن ہو گئے اور بعض سمرقند کو اپنا جائے سکونت بنایا۔ بعض نے شیراز میں سکونت اختیار کی اور بعض دیار خراسان میں مقیم ہو گئے چنانچہ ان تمام کے حالات کتاب مذکور میں مفصلاً درج ہیں۔ مولانا عبدالرحمن چشتی جو کتاب مراۃ الاسرار کے مصنف ہیں حضرت

شیخ دانیال عرف مولانا عود کی اولاد سے تھے ان کے والد کا نام عبدالرسول بن قاسم بن شاہ بدہ بن میاں شیخ بن میاں دانیال ثانی بن بدرالدین بن معین الدین بن قطب بن فرید بن نظام بن نصیر الدین بن دانیال عرف مولانا عود مذکور ہے رحمۃ اللہ علیہ

الغرض میر دانیال عرف مولانا عود کے والد بزرگوار میر بدرالدین خراسان سے سلطان غیاث الدین بلبن کے دور سلطنت میں ہندوستان آئے عرصہ دراز تک لباس اغنیا میں رہے اسکے بعد جذبۂ حق کا غلبہ ہوا اور آپ نے گوشہ نشینی اختیار کی الغرض شیخ دانیال عرف مولانا عود بن بدرالدین آپ کے صاحبزادے تھے مولانا عود نے تحصیل علوم کی غرض سے قصبۂ بانا کا قصد کیا وہاں پر قاضی عبداللہ سے عقلی و نقلی علوم حاصل کئے اور بالآخر انکی صاحبزادی آپ سے منسوب ہوئیں۔ اس کے بعد آپنے مرشد کامل کی صحبت حاصل کرنے کا قصد کیا اس وقت شیخ نصیر الدین محمود کی جو دہلی میں مقیم تھے بڑی شہرت تھی آپنے حضرت شیخ نصیر الدین سے بیعت کی اور خرقہ خلافت سے سرفراز ہوئے رحمۃ اللہ علیہ۔

ذکر شریف

ناطق بلسان حالی تفسیر مصحف مقالی شیخ الحق علاء الدین بنگالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ حضرت شیخ سراج الدین عثمان عرف اخی سراج کے مرید اور خلیفہ تھے اور وہ حضرت سلطان المشائخ کے خلفاء سے تھے آپ کے والد عمر بن سعد لاہوری حماۃ الملک بادشاہ بنگال کے وزیر تھے آپکے اعمام بھی لاہور سے بنگال آکر وہاں متوطن ہوگئے سلطنت بنگال کے امراء کبار میں شمار کئے جاتے تھے۔

صاحب لطائف اشرفی کے بموجب آپ کا سلسلہ نسب خالد بن ولید صحابی تک پہونچتا ہے آپکا لقب گنج نایاب تھا آپ کو شیخ علاء الدین تل گنج بھی کہتے ہیں۔

چنانچہ روایت معتبرہ سے مشہور ہے کہ آپ نے شیخ اخی سراج کی بیعت سے پہلے تکبر علم و زہد اور جاہ و حشمت کی بنا پر اپنا لقب گنج نایاب مشہور کیا تھا یہ بات سلطان المشائخ کو معلوم ہوئی تو ان کی حالت متغیر ہوگئی اپنا دست مبارک زانو پر رکھ کر فرمایا کہ میرے پیر گنج شکر تھے اور یہ خود کو گنج نایاب کہتے ہیں انکی زبان

تل یعنی بند کیوں نہ ہو گئی۔ آپ کا یہ فرمانا تھا کہ شیخ علاء الدین کی زبان تل ہو گئی یعنی بند ہو گئی۔

عرصہ دراز کے بعد آپ شیخ اخی سراج کے جو حضرت سلطان المشائخ کے خلفا سے تھے زمرۂ مریداں میں داخل ہو گئے اور ان کے فیض صحبت سے شفا پائی بعد ازاں تربیت شیخ اخی سراج سے آپ نے مقامات عالیہ حاصل کیا۔ اور جو امانتیں اخی سراج نے حضرت سلطان المشائخ سے حاصل کی تھیں اپنے انتقال کے وقت وہ تمام شیخ علاء الدین کو عطا فرمائیں اور اپنا جانشین کیا آپ کے مرتبۂ کمال کا اندازہ اسی سے کیا جا سکتا ہے کہ سید اشرف جہانگیر سمنانی جیسے شہباز آپکی صحبت میں رہے اور آپ سے ارشاد و تلقین حاصل کیا۔ چنانچہ کہتے ہیں کہ جب میر اشرف جہانگیر سمنانی بہ تلاش شیخ میں سمنان سے باہر نکلے تو راستہ میں چند اولیاء کبار سے ملاقات کی اتفاقاً ان سب نے ان سے کہا کہ تمہارے پیر بنگال میں ہیں۔

جب عازم بنگال ہوئے تو حضرت خضر علیہ السلام نے ستر مرتبہ شیخ علاء الدین کو یہ خبر پہونچائی کہ سمنان سے ایک باز نے پرواز کی ہے کئی مشائخین وقت نے اس کو اپنے دام میں پھانسنا چاہا لیکن وہ آپکے پاس آرہا ہے۔ حضرت میر اشرف جہانگیر کے کمالات آگے لکھے جائیں گے۔ الغرض شیخ علاء الدین کیلئے یہ دلیل کمال ہے کہ میر اشرف جہانگیر جیسے شخص آپ کے خلفاء کاملین سے تھے۔ آپ کے خوارق عادات اور کمالات بے حد ہیں۔ آپ کی وفات ماہ رجب ۸۰۰ھ میں واقع ہوئی آپ صاحب ولایت بنگال ہیں۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

ذکر شریف

فارغ از گفتگوئے اغیار صاحب کشف و اسرار شیخ تاج الدین شیر سوار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ حضرت قطب الدین منور کے مرید تھے جن کا تذکرہ خلفائے سلطان المشائخ میں گذر چکا ہے۔

صاحب اخبار الاخیار تحریر کہتے ہیں کہ آپ کوہستان نارنول میں ریاضت شاقہ میں مشغول رہتے تمام درندے زہریلے جانور اور وحشی سب آپ کے مسخر اور فرمانبردار ہو گئے تھے جب آپ نے ارادہ کیا کہ اپنے مرشد سے ملیں ہانسی جائیں جنگل سے ایک شیر کو پکڑ کر اس پر سوار ہو گئے ایک سانپ کو ہاتھ میں پکڑ لیا

اور روانہ ہوگئے جب قصبۂ ہانسی کے قریب پہونچے تو ان دونوں کو رہا کر دیا اور با پیادہ ہانسی میں داخل ہوئے ایک روز شیخ قطب الدین منور دیوار پر بیٹھے ہوئے تھے کہ شیخ تاج الدین حالت سکر و بیخودی میں شیر پر سوار ہو کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے جب شیخ کی نظر ان پر پڑی تو فرمایا کہ اے سید یہ تو جانور ہے اگر مردان حق دیوار کو حکم دیں جو کہ جماد ہے وہ بھی حرکت میں آجائیگی کہتے ہیں کہ شیخ جس دیوار پر بیٹھے تھے ہلنے لگی۔ شیخ نے فرمایا کہ اے دیوار میں نے برسبیل تذکرہ یہ بات کہی تھی تو اپنی جگہ رہ سید تاج الدین کا حال دگرگوں ہوگیا اور وہ فناء توحید میں مستغرق ہوگئے آپ کی مزار بیرون قصبۂ نارنول واقع ہے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

ذکر شریف

فارغ از حوادث سختی و تلخی، ثانی حضرت بایزید و کرخی قبلۂ وقت شیخ مظفر بن شیخ شمس الدین بلخی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ شیخ شرف الدین یحییٰ منیری کے مرید و خلیفہ تھے جن کا ذکر اس کے قبل گذر چکا ہے۔ آپ طبقۂ مشائخین میں شان عظیم ہمت بلند اور حال رفیع کے حامل تھے شیخ شمس الدین نے آپکو اپنے مکتوبات میں امام مظفر کے لقب سے یاد کیا ہے فی الحقیقت آپ امام ارباب توحید تھے۔

کتاب مناقب الاصفیا میں مرقوم ہے کہ حضرت شیخ شرف الدین یحییٰ منیری کے کئی ہزار مرید تھے جنکے منجملہ تین سو واصلین تھے کہتے ہیں کہ اوائل حال میں شیخ شمس الدین بلخی دہلی میں ملازمت کرتے تھے ایک روز آپ نے دیکھا کہ اہل دیوان میں سے ایک شخص نے کسی کو آنکھ سے کچھ اشارہ کیا آپنے خیال کیا کہ یہ علامت نفاق ہے اسی وقت سے آپ نے ترک دنیا کی ابتداء کی اور اپنے حرم میں لکھ بھیجا کہ میں دنیا کے تمام تعلقات ترک کر رہا ہوں اگر تم مجھ سے متفق ہو تو تمام املاک و اسباب اپنی اولاد میں تقسیم کر کے میرے پاس آؤ آپکی حرم نے اپنے دونوں فرزندوں شیخ مظفر اور شیخ معز الدین سے کہا کہ تم سارا مال و متاع آپس میں تقسیم کر لو میں تمہارے والد کی موافقت کرنا چاہتی ہوں۔ یہ دونوں صاحبزادے جو سعید مادرزاد تھے کہنے لگے کہ ہم بھی اپنے والد کا ساتھ دیں گے اسطرح سب

تارک الدنیا ہو گئے۔ شیخ شمس الدین اگرچہ کہ شیخ احمد چرم پوش بہاری کے مرید و خلیفہ تھے۔ اکثر کہتے تھے کہ شیخ احمد مرد بزرگ ہیں اور مختلف خوارق عادات رکھتے ہیں لیکن مجھے اس شخص پر اعتقاد آئے گا جو اپنے علم میں کامل ہو اس وقت شیخ شرف الدین یحیٰی منیری تمام علوم ظاہری و باطنی میں ممتاز تھے لہذا شیخ شمس الدین اور شیخ مظفر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے پہلی ہی مجلس میں جو مشکل مسائل علمی پر مباحثہ شروع کیا۔ شیخ کیونکہ اخلاق کریمانہ رکھتے تھے درشتی سے پیش نہیں آئے اور ان مشکل مسائل کی توضیح و تشریح بطریق احسن فرما دی۔ ختم مجلس پر شیخ مظفر اپنی حرکت پر نادم ہوئے اور آپ کے مرید ہو گئے اسکے بعد شیخ نے ان کو فقرا کی خانقاہ کی خدمت کے لئے نامزد کیا۔ جب انہوں نے کچھ عرصہ تک یہ خدمت بخوبی انجام دی تو شیخ نے انکی تربیت کی ابتدا کی ایک دفعہ شیخ نے انکو چلہ بٹھایا مگر شغل باطن میں جمعیت خاطر حاصل نہ ہوئی ہر وقت ان کی بیوی کی صورت سامنے آجاتی جس سے خلل پیدا ہوتا انہوں نے شیخ سے عرض کیا کہ میری منکوحہ حجاب راہ بن گئی ہے اسلئے میں نے اسکو طلاق دیدی۔

الغرض انہوں نے طلب حق میں اس طرح جدوجہد کی کہ تمام حجابات رفع ہو گئے اور ان پر ایسا حال غالب ہوا کہ یہ حسین منصور اور عین القضات کی طرح مست ہو گئے بالآخر شیخ کی توجہ سے مقام تمکین حاصل ہوا۔

کہتے ہیں کہ ایک روز شیخ مظفر اپنے شیخ کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے کہ منہاج الدین حامی بھی مجلس میں حاضر ہوئے اور فریضۂ حج کے بارے میں گفتگو کی بطریق تعرض شیخ کرنے لگے شیخ نے تجاہل سے کام لیا اور اٹھ گئے شیخ مظفر کو یہ گستاخانہ گفتگو پسند نہ آئی اور وہ منہاج الدین سے الجھ گئے بات یہاں تک پہونچی کہ شیخ مظفر نے اپنی آستین میں خانہ کعبہ کو دکھا دیا اور منہاج الدین پر الزام رکھا۔ جب یہ بات شیخ کو معلوم ہوئی تو فرمایا کہ تم نے جس قدر کرامت دکھائی اسی قدر تم نے اپنے مکارم سے روگردانی کی۔ کہتے ہیں کہ شیخ کو یہ بات ناگوار گذری اور اسی وقت سے شیخ مظفر کو اپنے پاس آنے نہ دیا اور پھر جب ان کے قصور کو درگذر کیا تو فرمایا کہ اب تم کو حرمین شریفین کی زیارت کے لئے جانا چاہیئے۔ چنانچہ شیخ مظفر اپنے شیخ کی ایما پر عازم بیت اللہ ہوئے۔ شیخ حسین بن معز الدین بلخی جو شیخ مظفر کے بھتیجے تھے اپنے مکتوبات میں لکھتے ہیں کہ جب شیخ مظفر زیارت حرمین شریفین سے فارغ ہونے کے بعد ہندوستان کو واپس ہو رہے تھے تو اثناء راہ میں انکو شیخ شرف الدین یحیٰی منیری

کی رحلت کی اطلاع ملی اور ان کو ہندوستان آنا دشوار ہو گیا انہی ایام میں حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ فرما رہے ہیں کہ اب جاؤ دوبارہ اپنے احباب کے ساتھ آؤ۔ چنانچہ جب دوسری دفعہ مکہ پہونچے تو کہا کہ اس سرزمین کے فضائل پہ رسالہ لکھا لیکن کون سمجھے گا۔ اگر حضرت شیخ ہوتے تو تحریر کرتا اور کہا کہ ہندوستان میں مجھے کوئی اہل اللہ نظر نہیں آتا لوگ کہتے ہیں کہ ہر مقام پر کوئی نہ کوئی مرد خدا رہتا ہے جسکی برکت سے وہاں کا نظم و نسق قائم رہتا ہے آپ نے فرمایا کہ وہ صلحا ہیں مرد خدا نہیں ہیں اگر میں ہندوستان میں کسی مرد خدا کو دیکھوں تو اسکی صحبت اختیار کروں۔

چنانچہ آپ نے باقی عمر مکہ معظمہ میں گزار دی۔ جب شیخ مظفر کا وقت رحلت قریب ہوا تو اکیس روز تک آپ نے کوئی غذا استعمال نہ کی اور نہ ہی کسی سے گفتگو کی۔ لیکن شیخ حسین سے اتنا کہا کہ میں حضرت کو دیکھ رہا ہوں لیکن آپ خاموش ہیں اسکا کیا سبب ہوگا۔ دوسری دفعہ شیخ حسین سے کہا کہ رات کو میں نے عجیب معاملہ دیکھا یہ راز تم سے بیان کرتا ہوں من احب لقاء اللہ احب اللہ لقاءہ یعنی جو شخص اللہ سے ملنا چاہے تو اللہ بھی اس سے ملنا چاہتا ہے اتنا کہا اور مستغرق ہو گئے۔ جب آخر وقت آپہونچا تو پیران فردوسیہ کے تبرکات اور اپنی خلافت شیخ حسین کے تفویض کی اور عالم بقا کی جانب رحلت فرمائی آپ کا سن وفات نظر سے نہیں گذرا لیکن آپ شیخ شرف الدین یحیٰی منیری کی وفات کے بعد پانچ یا چھ سال بقید حیات رہے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

ذکر شریف

کاشف رازہائے نہانی، قبلۂ اسرار معانی میر سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ گروہ مشائخین کامل سے تھے اور بستان عظیم، بلند ہمت اور حال قوی کے حامل تھے۔

صاحب نفحات تحریر کرتے ہیں کہ آپ علوم ظاہری و باطنی کے جامع تھے۔ آپ کی علوم باطنی میں کئی تصانیف ہیں مثلاً اسرار النقطہ، شرح اسماء اللہ، شرح فصوص وغیرہ آپ حضرت شیخ الدین محمد بن عبداللہ مزدقانی کے مرید اور خلیفہ تھے حق سبحانہ تعالیٰ نے میر سید علی کو ایسے اقوال عطا کئے تھے کہ آپ سے

سلسلہ ہمدانیہ کی اشاعت ہوئی اور ایک طریقہ سے آپ کا سلسلہ چند واسطوں سے خواجہ کمیل بن زیاد تک پہونچتا ہے۔ انہوں نے اپنے شیخ کی اجازت سے تین بار اعظم کی سیاحت کی تھی۔ اور چودہ سو پیروں کی صحبت پائی تھی اور ان سب کے فیضان سے استفادہ کیا۔ میر سید اشرف جہانگیر سمنانی اپنی تصنیفات میں تحریر فرماتے ہیں کہ ربع مسکون کے ایک سفر میں مجھے بھی سید علی ہمدانی کے ساتھ رہنے کا اتفاق ہوا تھا میں نے ان سے کئی فیوض حاصل کئے میں نے ان کے اتنے کمالات کا مشاہدہ کیا کہ اس سے بڑھ کر کسی سے کم ظاہر ہوئے ہونگے۔

کہتے ہیں کہ میر سید علی ہمدانی اور امیر تیمور میں نااتفاقی پیدا ہوئی۔ لہذا سید علی ہمدانی نے کشمیر کی جانب رخ کیا آپکے قدموں کی برکت سے اس علاقہ کے لوگ مشرف باسلام ہوئے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے بعد انبیاء اور اولیاء سے کسی کا وہاں گذر نہیں ہوا تھا امیر سید علی ہمدانی نے اپنے نور باطن سے وہاں کی ظلمت کفر کو ناپید کردیا۔ چنانچہ اب تک کشمیر میں تخت سلیمانی کے آثار اور میر سید علی ہمدانی کی خانقاہ موجود ہے چونکہ آپ کشمیر کے صاحب ولایت تھے اس لئے اس مقام کا مختصر ذکر کیا جاتا ہے۔

کشمیر چوتھی اقلیم میں واقع ہے یہ ملک پہلے راجاؤں کے زیر تصرف رہا جنکی چار ہزار سال تک حکومت رہی ۷۱۲ھ میں مسلمانوں کے تصرف میں آیا اور (۳۲) مسلمان حکمرانوں نے یکے بعد دیگرے (۲۸۲) سال تک اس ملک پر حکومت کی اسکے بعد ۹۹۴ھ میں جلال الدین محمد اکبر بادشاہ دہلی نے کشمیر فتح کیا جب کشمیر میں اسلام کی رونق دو چند ہوگئی تو میر سید علی ہمدانی عازم بیت اللہ ہوئے۔ بتاریخ ۶ ذی الحجہ ۷۸۶ھ میں بزمانہ سلطنت قطب الدین تبریز کے قریب آپ کی وفات واقع ہوئی وہاں سے آپ کے مریدوں نے آپ کے جسد مبارک کو ختلان کو منتقل کیا جو حکومت بدخشاں کے توابع سے تھا اور وہاں آپ کو دفن کیا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

میر سید محمد بن سید علی ہمدانی اپنے والد بزرگوار کے جانشین ہوئے آپ ۲۲ سال کی عمر میں اپنے مریدان صادق کے ساتھ بزمانہ سلطان سکندر بن قطب الدین تشریف لائے سلطان سکندر آپکا بہت معتقد ہوگیا۔ میر سید محمد ہمدانی نے سلطان کے نام سے علم تصوف میں ایک رسالہ تحریر کیا۔ شرح شمسیہ بھی علم منطق میں آپ کی یادگار ہے۔ سلطان سکندر کے زمانے میں جو سادات، اشراف اور فضلا کشمیر آئے ان میں میر سید محمد اصفہانی مصنف کتاب معتبرہ در شرح فرائض سراجی اور میر سید محمد خاوری

مصنف شرح لمعات در تصوف بھی شامل تھے یہ دونوں بزرگ میر سید محمد بن میر سید علی ہمدانی کے مریدین خاص تھے ۔ الغرض جب کشمیر میں اسلام کی جڑیں مضبوط ہوگئیں تو میر سید محمد بن ہمدانی نے سلطان سکندر سے رخصت لی اور عازم مکہ معظمہ ہوئے بعد زیارت وہاں سے ختلان آگئے اور وہاں وفات پائی والد بزرگوار کے پہلو میں دفن ہوئے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ۔

ذکر شریف

ہادی حق الیقین، مقتدائے دین، قطب وقت شیخ جلال الحق والدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ شیخ شمس الدین ترک کے مرید اور خلیفہ تھے اور وہ شیخ علاء الدین علی صابر کے اور وہ حضرت شیخ فرید الدین گنج شکر کے مرید اور خلیفہ تھے ۔ الغرض آپ اس گروہ کے مجانین سے تھے ۔ شان عظیم اور حال مستقیم کے حامل تھے آپ نے اسقدر ریاضت و مجاہدات شاقہ کیا کہ آپ کے نفس امارہ کی صورت موہوم مجسم ہو کر آپ کے جسم مبارک سے جدا ہو گئی لیکن آپ کے پائے استقامت متزلزل نہیں ہوئے آخر حال میں آپ کے استغراق کا یہ عالم تھا کہ کسی اور کام کی طرف مطلقاً توجہ نہ فرماتے لیکن نماز پنجگانہ اور مراقبہ میں کوئی فرق نہ آتا جو کچھ زبان سے قہر و لطف و کرم کی بات نکلتی تو اسکے مطابق عمل ہو کے رہتا ۔ مریدوں کی تربیت میں آپ بے نظیر تھے آپ کے کمالات کا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے کہ حضرت شیخ عبدالحق ردولوی جیسے شہباز وقت نے آپ کی آغوش تربیت میں پرورش پائی تھی ۔

کہتے ہیں کہ آپ کے پدر بزرگوار صاحب جمال تھے اور قصبہ پانی پت میں رہتے تھے آپ کا سلسلہ نسب چند واسطوں سے حضرت عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہ تک پہونچتا ہے شاہ جلال الحق جمال باکمال کے حامل تھے اور اپنے والد کی وراثت میں کافی دولت پائی تھی اور اغنیاء و اشراف کا لباس پہنا کرتے تھے عنفوان شباب میں ایک روز عطر بیز لباس فاخرہ پہنے عراقی گھوڑے پر سوار شیخ شمس الدین ترک کے سامنے سے گذرے شیخ کی نظر جمال شیخ جلال پر پڑی اور اپنے

تصرف ولایت سے آپ نے ان کو کھینچ لیا گھوڑے سے اتر کر آپ نے شیخ کے قدموں پر سر رکھا اور تصرف ارادت سے سرفراز ہوئے کئی سال تک شیخ کی خدمت میں رہے یہاں تک کہ درجۂ کمال پر فائز ہوگئے حضرت شیخ شمس الدین ترک کی وفات کے بعد آپ کے جانشین ہوئے اور ساکنان بادیۂ ضلالت کو راہِ ہدایت دکھلائی آپ کی شہرت بہت ہوگئی اور لوگ ہر سمت سے جوق در جوق آنے لگے آپ کا حسنِ باطنی ظاہر ہوا اور نہایت جود و سخا سے فیاضی کرنے لگے۔

کہتے ہیں کہ کلاہ عنایت کرتے وقت حضرت شیخ شمس الدین ترک نے فرمایا کہ تجھکو یہ بھی دیا اور وہ بھی دیا اسی بنا پر باوجود جود و کرم کے آپکی معیشت میں فرق نہ آیا اپنے پیران طریقت کی طرح آپ بھی قلندرانہ مشرب کے پیرو تھے۔

شیخ جلال الحق کی وفات ۱۳ ربیع الاول کو واقع ہوئی آپ کا سن وفات نظر سے نہیں گذرا لیکن آپ سلطان محمود بن فیروز شاہ کے ہم عصر تھے اور سلطان محمود کی وفات ۸۲۵ھ میں واقع ہوئی آپ کی مزار قصبۂ پانی پت میں واقع ہے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

مشکوٰۃ بستم

ذکر شریف

مخزن اسرار خفی محرم انوار جلی قدوۃ العارفین سیدنا سید علاء الدین ابوالحسن علی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ کی کنیت ابوالحسن اور نام علی بن محمد بن یحییٰ تھا۔ چنانچہ صاحب تحفۃ الابرار تحریر فرماتے ہیں کہ حیث قال وھو علی بن محمد بن یحییٰ بن احمد بن محمد بن نصر بن عبدالرزاق بن عبدالقادر الجیلانی رضی اللہ عنہ کان رجلاً حافظاً شجاعاً وکان کثیر الاسفار وجھد فی نشر الخرقۃ القادریۃ ببلاد الشام ومصر وغیرھما۔

یعنی علی بن یحییٰ حافظ قرآن، حافظ حدیث اور شجاع زماں تھے آپ نے کئی ملک کا سفر کیا اور ممالک مصر شام وغیرہ میں خرقہ قادریہ کی تشہیر میں سعی بلیغ فرمائی۔

وہاں سب لوگ آپ کے مرید تھے یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جب علاء الدین علی بیت المقدس سے بیت الحرام پہنچے اور وہاں سے مدینہ منورہ آئے تو چاہا کہ روضہ شریف میں داخل ہوں۔ دربانوں اور نقیب وقت یہ جانتے ہوئے بھی کہ آپ بھی حماۃ سے تعلق رکھتے ہیں آپ کو اندر داخل ہونے سے منع کیا مجبوراً حرم شریف سے متصل ایک حجرہ میں ٹھہر گئے۔

اس کا حال اجمالاً صاحب تحفۃ الابرار اس طرح لکھتے ہیں کہ فلما کان تلک اللیلۃ نام الناظر ابن جماعۃ المذکور فرای فی منامہ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وھو جالس فی الحرم الشریف وحولہ جماعۃ من اصحابہ وھو یکلمھم بکلام فقام ابن جماعۃ من مکانہ واقبل علی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وقصد تقبیل یدہ الکریمۃ فاعرض عنہ بوجھہ الکریم فرجع الی الجھۃ الاخری

فاعرض عنه بوجهه اربع مرات يصد عنه ثم قال عليه السلام لواحد من حوله قل لابن جماعة انني عليه غضبان لسبب واحد من اهلبيتي وهو علي بن عبد القادر انكسر قلبه ولا ارضى حتى يرضى فاسقط من منامه وهو يبكي حتى وصل الى المكان الذي نزل به الشيخ علاء الدين علي فقال ما ارى في منامه والحج وفزع وخرّ على قدمه والتمس العفو فقال له ما تاتينا الا بشفاعة عفى الله عنك الى اخره۔

یعنی اسی رات کو ناظر ابن جماعۃ نے خواب دیکھا کہ آنحضرت علیہ السلام حرم شریف میں تشریف فرما ہیں اور آپ کے گرداگرد صحابہ کرام ہیں جن سے آنحضرتؐ گفتگو فرما رہے ہیں۔ ابن جماعۃ اپنی جگہ سے اٹھے اور حضورؐ کے سامنے آکر دست مبارک کو بوسہ دینا چاہا آنحضرتؐ نے اپنا روئے مبارک پلٹا لیا۔ ابن جماعۃ دوسری جانب سے حضورؐ کے سامنے آئے حضورؐ نے اعراض فرمایا اسی طرح چار دفعہ یہ صورت پیش آئی اسکے بعد آنحضرت علیہ السلام نے حاضرین میں سے ایک شخص سے مخاطب ہوکر فرمایا کہ اے فلاں ابن جماعۃ سے کہو کہ میں تجھ سے ناراض ہوں کیونکہ میرے اہل بیت کے ایک فرد علی بن عبد القادر کا دل اس نے توڑ دیا میں اس وقت تک راضی نہ ہونگا جب تک کہ میرا فرزند راضی نہ ہو۔ ابن جماعۃ اس خواب سے روتے ہوئے اٹھے اور مکان سے نکلے اور حضرت علاء الدین علی کی جائے سکونت پر پہونچے اور جو کچھ خواب میں دیکھا تھا بیان کیا۔ نہایت الحاح و عاجزی کی اور آپکے قدموں پر گر کر اپنے قصور کی معافی چاہی۔ سید علاء الدین علی نے فرمایا کہ ہم اسی لئے پیدا ہوئے ہیں کہ خطاکاروں کی شفاعت کریں۔ اسکے بعد جب تک حضرت علاء الدین مدینہ منورہ میں رہے تمام حاضرین بقعہ مبارکہ آپ کے سامنے نہایت باادب رہتے جب اس واقعہ کی شہرت ہوگئی تو تقریباً سولہ سو سادات اشراف اور شریف بنی حسن آپ سے ملنے کے لئے آئے۔ ابن جماعۃ جو مقرب سلطان تھا آپکے حلقہ ارادت میں شامل ہوگیا۔ اور سلطان بھی آپ کا معتقد ہوگیا۔ الحاصل سید علاء الدین علی صاحب کرامات ولی تھے۔

چنانچہ علامہ وقت ابو الصدق قاضی شہاب فرماتے ہیں کہ وكان ذا فراسة صادقة ثم قال توفي الى رحمة الله تعالى يوم الثلاثاء رابع عشر شهر جمادى الاخر في سنة ثلث وتسعين وسبعمائة بالقاهرة وكانت جنازة عظيمة وازدحم الناس على حمل نعشه حتى العلماء والفقهاء والجند والامراء والمشائخ و

الفقراء والصوفية وصلى الله عليه صلواةً بشوارع مصر وجوامعها و دفن بالصرافة الصغرىٰ رحمة الله عليه۔

یعنی سید علاء الدین صاحب فراست صادقہ تھے جو مقام کشف ہے اور قاضی مذکور یہ بھی فرماتے ہیں کہ سید علاء الدین علی کی وفات بروز سہ شنبہ بتاریخ ۱۴؍ جمادی الثانی سنہ ۸۹۳ھ میں قاہرہ میں واقع ہوئی آپ کے جنازہ پر خلق خدا کا اژدحام ہوا۔ علماء فقہاء افواج امراء مشائخین فقراء صوفیہ جنازہ کو اٹھانے کیلئے ایک دوسرے پر سبقت لیجانے کی کوشش کررہے تھے آپ کی نماز جنازہ بازار مصر کی سڑکوں پر اور جامع مسجد میں پڑھی گئی اور آپ کو صرافہ صغریٰ میں دفن کیا گیا رحمۃ اللہ علیہ۔

وہ یہ بھی لکھتے ہیں کہ آپ کی اولاد حماۃ میں رہتی ہے۔ آپ کے تین فرزند تھے ۱۔ شمس الدین محمد ۲۔ بدر الدین حسن۔ ۳۔ نور الدین حسین۔

وہ یہ بھی لکھتے ہیں کہ ظهر على ايديهم من الكرامات وخوق العادات كآبائهم رحمة الله تعالىٰ عليهم۔

یعنی قاضی صاحب مذکور کہتے ہیں کہ تینوں صاحبزادے اپنے آباؤ اجداد کی طرح صاحب خرق عادات تھے خدا کی ان پر رحمت ہو۔

آپکے بڑے صاحبزادے شمس الدین محمد ابو عبد اللہ الثانی مرد صالح، زاہد شیخ وقت اور صاحب خوارق ظاہرہ تھے آپ کی وفات آپ کے دونوں بھائیوں سے پہلے واقع ہوئی آپ کو آپ کے چچا سید عبد القادر ثانی کی مزار کے نزدیک جوز کے درخت کے نیچے باب الناعورہ میں دفن کیا گیا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

چھوٹے صاحبزادے سید نور الدین حسین مرد صالح صاحب خوارق عادات و کرامات ظاہرہ تھے۔ قاضی مذکور اور صاحب تحفۃ الابرار کہتے ہیں کہ آپ کی وفات حماۃ میں واقع ہوئی۔ اپنے بھائی اور جد بزرگوار کی مزاروں کے نزدیک باب الناعورہ میں مدفون ہوئے۔

سید بدر الدین حسن رحمۃ اللہ علیہ کے احوال آئندہ مشکوٰۃ میں علیحدہ لکھے جائیں گے انشاء اللہ تعالیٰ

ذکر شریف

صاحب سمع و بصر، معدن عشق و نظر، ابو البصر فخر الاولیاء سید محمد اکبر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ کا نام سید حسین عرف محمد اکبر تھا آپ حضرت سید محمد حسینی گیسو دراز کے صاحبزادے تھے۔ تمام علوم صوری و باطنی آپ نے اپنے پدر بزرگوار سے حاصل فرمائے تھے آپ کے فضائل بہت زیادہ ہیں۔

چنانچہ صاحب تاریخ حسینی لکھتے ہیں کہ آپ اپنی پیدائش کے بعد ماکولات و مشروبات سے بجز مجبور کچھ استعمال نہ کرتے تھے وہ بھی کبھی کبھی تناول فرماتے تھے اور مدت العمر میں کبھی مکروہات و منہیات کی جانب التفات تک نہ فرمایا۔ حضرت مخدوم اکثر فرماتے تھے کہ اگر محمد اکبر میرے فرزند نہ ہوتے تو میں ان کے لئے وضو کا پانی رکھتا۔

اور یہ بھی فرماتے تھے کہ کوئی مرید اپنے پیر سے بہتر نہ نکلا بجز دو افراد کے اول شیخ قطب الدین خلیفہ حضرت شیخ معین الدین اور دوسرے سید محمد اکبر جو مجھ سے بہتر ہے۔

آپ نے یہ بھی فرمایا کہ میں نے دو اشخاص کو غسل دیا اول اپنے شیخ حضرت نصیر الدین چراغ دہلوی کو انکی حسب وصیت غسل دیا اور دوسرے اپنے فرزند محمد اکبر کو۔

صاحب سیر محمدی لکھتے ہیں کہ حضرت مخدوم ہر چہار شنبہ کو آپکی زیارت کے لئے جایا کرتے تھے۔ کوئی کھانے کی چیز صدقہ دے کر انکی قبر کے سامنے زمین پہ سر رکھ دیتے ایک روز حضرت مخدوم اس حجرہ میں تھے اور باہر سماع ہو رہا تھا قوال یہ ابیات گا رہے تھے۔

اے باد بہار عنبریں بوئے دریائے لطافت تو بیرم
اے مونس روزگار سعدی رفتی و نرفتی از ضمیرم

حضرت مخدوم کپڑا پہنے ہوئے حجرہ سے برآمد ہوئے اور آپ کو سماع سے اسقدر حظ ملا کہ دیدۂ سیاہ یکلخت غائب ہو کر تمام آنکھ سفید ہو گئی اور منہ سے کف نکلنے لگا اس حال میں آپ اپنا پیرہن کھینچنے لگے تو سید محمد اکبر نے آپ کو ایسا کرنے سے باز رکھنے کی کوشش کی حضرت مخدوم نے فرمایا کہ کون ہے جو دو دوستوں کے مابین حائل ہو رہا ہے محمد اکبر خوفزدہ ہو گئے بعض کہتے ہیں کہ مخدوم اس وقت دو تین گز زمین سے بلند ہو گئے

تھے تو محمد اکبرؒ نے آپ کے دونوں قدم پکڑ لئے اس پر مخدومؒ نے ایسا فرمایا۔ اسکے کچھ دن بعد محمد اکبرؒ کا انتقال ہوگیا۔ آپ کی وفات کی حکایت مشہور ہے۔

وہ یہ بھی لکھتے ہیں کہ محمد اکبرؒ کو خلافت و ارادت حضرت مخدومؒ سے حاصل تھی۔ آپ کی وفات ۱۲ر ربیع الثانی سنہ ۸۱۲ھ کو واقع ہوئی آپ کی وفات کے بعد حضرت مخدومؒ نے آپکے صاحبزادہ شاہ نصیر اللہ بن محمد اکبرؒ کو خلافت و اجازت بیعت عطا فرمائی ان کا ذکر مناسب مقام پر کیا جائیگا

الغرض محمد اکبرؒ صاحب خوارق عادات تھے چنانچہ سیر محمدی میں مرقوم ہے کہ جب مولانا علاء الدین گوالیاری حضرت مخدومؒ کی پابوسی کے ارادہ سے گلبرگہ آئے تو تین روز کے بعد التماس کی کہ اگر حضرت مخدومؒ اجازت دیں تو مخدومؒ زادہ بزرگ کی زیارت کے لئے جاؤں۔ حضرت مخدومؒ نے فرمایا کہ تم محمد اکبرؒ کو پہچانتے ہو انھوں نے عرض کیا میں انھیں کیا جانوں۔ مخدومؒ نے کہا میں ایک دفعہ گوالیار گیا تھا مولانا شمس الدین کو تمہاری عمر میں ایک مرض لاحق ہوا ان کے بھائی علاء الدین میرے پاس آئے اور مولانا کی صحت کے لئے دعا کی استدعا کی میں نے کہا کہ ان کی عمر پوری ہو چکی ہے لیکن محمد اکبرؒ نے مجھ سے کہا کہ مجھے فرمان ہوا ہے اگر یہ مریض مجھکو (۲۲) درہم دیں تو اسکی عمر میں دس سال کا اضافہ کر دیا جائے گا۔ تو ان کے بھائی تندرست ہو جائیں گے لیکن انہیں گمان ہوگا کہ ہم دہلی سے شکستہ حال آئے ہیں اور لالچ میں یہ بات کہہ رہے ہیں بالآخر انکو صحت ہوگئی

سیر محمدی میں یہ بھی مذکور ہے کہ مخدومؒ زادہ بزرگ کے ابتدائے حال میں حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات ہوئی حضرت خضرؑ نے کہا کہ مانگو کیا مانگنا چاہتے ہو مخدومؒ زادہ نے کہا کہ میرا مقصود اس قسم کا نہیں جو آپ سے طلب کیا جائے۔ الغرض محمد اکبرؒ کو اپنے والد بزرگوار سے بیعت و خلافت بھی آپ کے ایک صاحبزادے تھے جنکا نام شاہ نصیر اللہ بن محمد اکبرؒ تھا انکو بھی حضرت مخدومؒ سے بیعت و خلافت حاصل تھی انکی وفات بتاریخ ۲۸ر ذیلقعدہ واقع ہوئی انکے ایک صاحبزادے تھے جنکا نام شاہ عسکری اللہ تھا اور جو شاہ حسن اللہ بن محمد اصغرؒ کے مرید اور خلیفہ تھے انکے ایک صاحبزادے تھے جنکا نام شاہ اسد اللہ تھا ان کے بھی ایک صاحبزادے تھے جنکا نام شاہ سفیر اللہ تھا جو شاہ ابو الحسنؒ کے مرید اور خلیفہ تھے ان کے ایک فرزند تھے جنکا نام شاہ اسد اللہ ثانی تھا اور جو درگاہ حضرت مخدومؒ کے سجادہ تھے ان کے فرزند کا نام عسکر اللہ ثانی تھا انکو دوسری زوجہ سے اور دو صاحبزادے تھے جنکے نام ابی عبد اللہ الحسن المشہور بہ حسینی شاہ ولی اور شاہ راجو تھے۔

ہ میں نے کہا مولانا علاء الدین سے کہو انہوں نے کہا کہ اگر میں کہوں

مسکین روضہ شاہ اسد اللہ ثانی کے سجادہ شاہ سفیر عسکر اللہ ہوئے اور شاہ ولی کو ابراہیم قطب شاہ نے حیدرآباد طلب کرکے اپنی لڑکی آپ کے حبالۂ عقد میں دی دونوں بھائی محمد آباد یعنی گولکنڈہ گئے اور وہیں مدفون ہوئے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم ۔

ذکر شریف

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

قبلۂ اولاد کعبۂ اطہر، مقتدائے وقت سید محمد اصغر

آپ کا نام سید یوسف بن سید محمد حسینی گیسودراز تھا آپ حضرت مخدوم کے دوسرے صاحبزادے تھے آپ کے فضائل حیطۂ تحریر میں سما نہیں سکتے ۔

چنانچہ عشیر محمدی تحریر کرتے ہیں کہ آپ نے سات سال کی عمر میں راہ سلوک میں قدم رکھا اور آپ پر تجلیات جمالی و جلالی کی بارش ہونے لگی ایک دفعہ آپ چھت پر مشغول تھے اچانک آپ کے دوسرے صاحبزادے سید عبدالرحمن وہاں پہونچے اور کھیلنے اور گڑبڑ کرنے لگے جس سے آپ کی عبادت میں خلل واقع ہوا اسی وقت آپ نے انکو پکڑ کر چھت پر سے صحن میں پھینک دیا جب گھر کے لوگوں نے ان کو اٹھایا تو کہیں زخم نظر نہ آیا۔ الغرض سید محمد اصغر کو صحبت خلق سے تنفر تھا زیادہ تر تنہائی پسند تھے گھوڑے کی سواری ناپسند کرتے اور جامع مسجد کو پاپیادہ جاتے تھے کسی کو مصافحہ کے لئے ہاتھ نہ دیتے ۔

صاحب تاریخ حسینی لکھتے ہیں کہ آپ اپنی والد کے وفات کے دوسرے روز مسند ارشاد پر متمکن ہوئے اس وقت کسی نے آپ سے بیعت نہ کی اسکے دوسرے روز سب لوگ آپکے حلقہ ارادت میں داخل ہوگئے آپ اپنے اعمال و افعال میں اہل سنت والجماعت کے ہم مشرب تھے حضرت مخدوم کے دیگر خلفا کہتے ہیں کہ حضرت مخدوم کے بڑے صاحبزادے حضرت مخدوم کے عاشق تھے اور حضرت مخدوم مخدوم زادۂ خورد کے عاشق تھے یہ بھی کہتے ہیں کہ ابتدائے مشیخت میں آپ نے بے شمار لوگوں کو شرف بیعت سے سرفراز فرمایا اور مطابق مسلک اہل سنت والجماعت ارشاد و تلقین کی جب کبھی آپ کے بڑے فرزند سید ید اللہ آپکے پاس حاضر ہوتے تو حضرت سید محمد اصغر انکو سجادہ خلافت پر بٹھاتے اور اکثر فرماتے کہ یہ تمہارا مقام ہے آؤ یہاں بیٹھو

اور حضرت مخدوم کے کام کو آگے بڑھاؤ اور لوگوں کو دولت اخلاص سے مالا مال کرو مجھے اس سے جمعیت خاطر حاصل ہوگی۔ شاہ یداللہ سر جھکا کر خاموش ہو جاتے۔ حضرت سید محمد اصغر کو سات صاحبزادے تھے جنکے نام حسب ذیل ہیں:۔

شاہ یداللہ عرف شاہ قبول اللہ، یمین اللہ، یمین الرحمن، میاں باللہ، شاہ من اللہ اور شاہ صبغۃ اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

حضرت مخدوم شاہ یداللہ بن محمد اصغر سے فرماتے تھے کہ اے یداللہ محمد اصغر مہمان ہے جو کچھ ہے سب تمہارا ہے اسی بنا پر محمد اصغر اکثر فرماتے تھے کہ اے یداللہ آؤ اور بیٹھو کہ حضرت مخدوم نے مسند خلافت تمہیں عطا کی ہے۔

صاحب تاریخ حسینی یہ بھی لکھتے ہیں کہ اواخر عمر میں حضرت مخدوم نے گیارہ اصحاب کے خلافت نامہ اپنے دست مبارک سے تحریر کئے اور لکھا کہ میرے بعد محمد اصغر جانشین ہونگے اور بیعت لیں گے اسمیں بھی محمد اصغر کے اپنے بڑے صاحبزادے شاہ یداللہ کو مندرجہ بالا کلمات سے یاد فرمانے کا تذکرہ ہے۔

صاحب تاریخ لکھتے ہیں کہ جب سواد گجرات میں شاہ یداللہ پیدا ہوئے حضرت مخدوم خطہ پٹن میں تھے جب وہاں سے لوٹے تو فرمایا کہ اے محمد اصغر تم کو وہ لڑکا پیدا ہوا ہے جو جہانگیر ہوگا۔ الغرض حضرت محمد اصغر حضرت مخدوم کی وفات کے بعد دو سال دو ماہ اور چودہ روز تک سجادہ نشین رہے۔ اور بتاریخ ۲۱ر محرم ۸۲۸ھ رحلت فرمائی۔ اسکے بعد شاہ یداللہ اپنے پدر بزرگوار کے جانشین ہوئے آپ کے دونوں بھائی شاہ من اللہ اور شاہ صبغۃ اللہ آپ کے حلقہ ارادت میں داخل ہوئے شاہ یداللہ کی وفات ۲۰ر ربیع الثانی ۸۵۲ھ کو واقع ہوئی شاہ یداللہ کو اپنے دادا سے بیعت و خلافت حاصل تھی۔ آپکی عمر ۴۹ سال تھی آپکا مزار گلبرگہ میں آپ کے والد کے روضہ میں ہے۔ شاہ یداللہ کے تین فرزند تھے جنکے نام حسب ذیل ہیں:۔

(۱) شاہ ندیم اللہ (۲) شاہ محمد عرف شاہ نہتی (۳) شاہ علی۔ شاہ محمد نے اپنے پدر بزرگوار سے بیعت و خلافت حاصل کرنے کے بعد نقل مقام کیا اور بیدر چلے گئے انکا مدفن بھی گلبرگہ میں ہے انکے صاحبزادے شاہ یداللہ ثانی تھے۔ شاہ یداللہ ثانی کو اپنے والد ماجد سے خلافت حاصل تھی شاہ یداللہ کی اولاد امجاد کا تفصیلی تذکرہ تاریخ تبصرۃ الخوارق میں مرقوم ہے۔ شاہ من اللہ کے کئی فرزند تھے انکی وفات ۷ر ربیع الاول کو واقع ہوئی۔ الغرض حضرت مخدوم شاہ یداللہ کو بہت عزیز رکھتے تھے۔ ایک دفعہ مولانا

ابو الفتح اور شاہ ید اللہ ساتھ بیٹھے ہوئے تھے حضرت مخدوم نے فرمایا کہ اے ابو الفتح ید اللہ کے ساتھ ایک جا مشغول رہو ہر چند ید اللہ چھوٹے ہیں لیکن مجھ سے ہیں بعد ازاں یہ بیت پڑھی ؎

بچۂ بطا گرچہ دوشینہ بود ∴ آب دریا در لبس سینہ بود

الکلام شاہ ید اللہ کے کمالات اور خوارق عادات بہت ہیں۔ صاحب مرآۃ الاسرار کہتے ہیں کہ آپ بہت بلند ہمت تھے مشرب عشق میں آپ کا نظیر نہ تھا۔ آپ اپنے جد بزرگوار حضرت میر سید محمد حسینی گیسو دراز کے مرید اور خلیفہ تھے۔

صاحب اخبار الاخیار تحریر کرتے ہیں کہ ایک روز حضرت سید محمد گیسو دراز وضو کر رہے تھے اپنی ٹوپی مسح کے لئے نکالی شاہ ید اللہ اس وقت کم سن تھے انہوں نے عادت اطفال کے بموجب وہ ٹوپی اپنے سر پر پہن لی حضرت سید محمد حسینی نے کمال مہربانی سے فرمایا کہ تم کو یہ خلعت مبارک ہو اور فرمایا الحمد للہ میں نے اپنی نعمت اپنے اہل کو دیدی اس کے بعد جب کبھی آپ کسی کو مرید کرتے تو انابت سید ید اللہ کے ہاتھ پر کرواتے اور ذکر کی تلقین خود کرتے۔

وہ یہ بھی لکھتے ہیں کہ سید ید اللہ کو ایک عورت سے محبت پیدا ہو گئی تھی آپ نے ایک عرصہ تک اس محبت کو پردۂ فراق میں مستور رکھا بعد ازاں اس عورت کو اپنے حبالہ عقد میں لے آئے۔ جلوہ کے وقت جب حضرت سید ید اللہ کی نظر اشتیاق اسکے حسن و جمال پر پڑی تو بے اختیار ہو گئے۔ اور ذوق اور حالت کا عجب عالم ہو گیا دردِ عشق سے آپ نے ایک آہ کھینچی اور جان جان آفریں کے سپرد کر دی عروس نے محافہ میں بیٹھ کر آپ کو اپنی آغوش میں لے لیا اور خود بھی جان بحق تسلیم ہو گئی۔ ان دونوں کو ایک ہی قبر میں دفن کر دیا گیا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما۔

مختصر یہ کہ آپ کے کمالات کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ شیخ پیادہ جیسے بزرگ آپکے مرید اور خلیفہ تھے شیخ مذکور بھی مرتبہ تکمیل پر فائز تھے اور شاہ جلال گجراتی جیسے مرد با کمال انکے مرید تھے ان کے احوال مناسب مقام پر لکھے جائیں گے ہندوستان میں حضرت شیخ پیادہ کا سلسلۂ ارشاد شاہ جلال اور شاہ محمد مصباح العاشقین کے باعث بہت مشہور ہوا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم۔

ذکر شریف

صادق قوی، قطب ابدال عالی، قبلہ خواصاں، شیخ احمد عبد الحق رودولوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ شانِ عظیم حال قوی، ہمت بلند اور نفس قاطع کے حامل تھے آپ کی زبان سے جو بھی بھلی یا بری بات نکلتی وہ فوراً ظہور پذیر ہو جاتی ۔ آپ نے اسقدر ریاضت شاقہ کی تھی جس کی مثال اس گروہ میں کم ملتی ہے آپ حضرت جلال الحق والدین پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید اور خلیفہ تھے جنکا ذکر پہلے گذر چکا ہے آپ ہمیشہ مشاہدہ جمال حق میں مستغرق رہتے تھے خدائے تعالیٰ کی جانب سے آپکو عبد الحق کا خطاب ملا تھا آپ کبھی مراقبہ سے آنکھ نہ کھولتے بجز دو تین مواقع کے نماز پنجگانہ کے لئے تہجد کے لئے یا پھر مریدین کی ہدایت اور تربیت کے لئے کہتے ہیں کہ جب کبھی نماز کا وقت آجاتا اور آپ آنکھیں نہ کھولتے تو آپ کے مریدین باآواز بلند اسم حق کہتے اس وقت آپ اپنی چشم حق پرست کھولدیتے اور مریدوں سے اسکی وجہ پوچھتے اور پھر فناء احدیت میں مستغرق ہو جاتے اور جب کبھی آپ نماز جمعہ کیلئے نکلتے تو ایک خادم آپ کے آگے آگے اسم حق بلند کرتا ہوا چلتا اور آپ اس آواز حق کے پیچھے چلتے ۔ اگر اتفاقاً خادم خاموش ہو جاتا تو آپ متحیر ہو جاتے کیونکہ اسوقت آپ کو گردو پیش کی کچھ خبر نہ رہتی آپ کے ذوق کی وجہ سے مریدوں کا یہ حال ہو گیا تھا کہ وہ ہمیشہ یاد حق میں مشغول رہتے انکا ایک لمحہ بھی بغیر یاد حق نہ گذرتا اور ایک قدم بھی بغیر ذکر حق کے نہ اٹھتا یہانتک کہ سلام، جواب سلام چھینکنے کے بعد نماز کے شروع کرنے سے قبل اور بعد دیگر تمام ظاہری و باطنی امور کی ابتدا اور انتہام اسم حق سے کرتے الغرض شیخ کے مقام استغراق و تحیر اس درجہ بلند تھا کہ سلسلۂ چشتیہ میں اسکی مثال نہیں ملتی ۔ مخفی نماند کہ مقام تحیر بلند ترین مقام ہے ۔

چنانچہ لطائف اشرفی میں حضرت گنج شکر سے منقول ہے کہ تمام انبیاء اور اولیاء مقام تحیر میں رہتے ہیں اسی بنا پر حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ اللھم زدنی تحیرًا اس مقام کو صوفیاء مقام نہیں کہتے بلکہ حال سے موسوم کرتے ہیں کیونکہ جو چیز کسب سے حاصل ہوتی ہے اسکو مقام کہتے ہیں جو چیز وہبی ہوتی ہے اسکو حال کہا جاتا ہے ۔

حضرت شیخ عبدالحق کا سلسلہ نسب چند واسطوں سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تک پہونچتا ہے آپ کے جد امجد شیخ داؤد ہلاکو کے حادثہ میں بلخ سے ہندوستان آئے اور سلطان علاء الدین خلجی نے آپکی گذر بسر کے لئے تنخواہ مقرر کردی اسی بناء پر آپ شہر سے قریب قصبۂ اُدونی میں آکر مقیم ہوگئے شیخ داؤد مرد عظیم تھے اور حضرت شیخ نصیر الدین چراغ دہلوی سے نسبت ارادت رکھتے تھے آپ کا مدفن قصبۂ مذکور میں واقع ہے لیکن اسکا کوئی نشان نہیں آپ کے ایک فرزند تھے جن کا نام شیخ عمر بن شیخ داؤد تھا وہ بھی مرد با برکت اور مشائخ صفت تھے انکی قبر بھی اپنے پدر بزرگوار کی مزار کے متصل ہے۔ انکے دو فرزند تھے شیخ تقی الدین بن عمر اور شیخ احمد عبدالحق بن عمر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم شیخ احمد عبدالحق کے مفصل احوال شیخ عبدالقدوس بن شیخ اسمٰعیل حنفی نے اپنے ملفوظ میں تحریر کئے ہیں اس ملفوظ میں لکھتے ہیں کہ شیخ عبدالحق سات سال کی عمر سے اپنے والد کے ساتھ نماز تہجد کے لئے اٹھتے تھے۔

ایک روز آپکی والدہ نے شفقت سے کہا کہ اے بابا احمد تمہارے والد ضعیف ہیں اور تم ابھی کمسن ہو تم پر نماز فرض نہیں ہوئی سن بلوغ سے قبل نماز نفل کی ادائیگی میں اتنی کوشش کیوں کرتے ہو شیخ نے کچھ کہا اور گھر سے نکل کر سفر پر روانہ ہوگئے بڑی مسافت طے کرکے دہلی میں اپنے بھائی کے پاس پہونچ گئے آپ کے بھائی نہایت دانشمند تھے ہر چند کہ علم معرفت اور حق آگاہی میں دستگاہ رکھتے تھے لیکن علم ظاہری کے حصول میں مشغول تھے ان دونوں کی باہم محبت موافق نہ ہوئی ایک روز شیخ تقی الدین نے انکے حال سے متحیر ہوکر انکو علمائے دہلی کے پاس لے گئے اور انکے احوال کا تذکرہ کیا تاکہ علماء کچھ تدبیر کرسکیں ان لوگوں نے انکی استعداد کے موافق غور کیا اور کتاب میزان سامنے رکھکر انکی تعلیم شروع کی جب نصر و ینصر کی گردان پڑھانے لگے تو شیخ نے کہا کہ جاہ حق میں دم مارنا کیا معنیٰ رکھتا ہے مجھے آپ وہ علم کیوں نہیں سکھاتے جس سے معرفت حق حاصل ہو علماء متحیر ہوگئے شیخ تقی الدین نے کہا کہ میرے اس بھائی پر ایک دوسرا حال طاری ہے انکو انکی حالت پر چھوڑ دینا مناسب ہے ہمارا اس میں دخل دینا ٹھیک نہ ہوگا۔

ملفوظ میں یہ بھی مذکور ہے کہ انکو دہلی کے شاہزادہ سے بیحد محبت ہوگئی تھی چند دن دہلی میں رہ کر حسب الحکم السکون علیٰ قلوب الاولیاء حرام۔ دہلی سے روانہ ہوگئے جہاں بھی کسی بزرگ عارف کا تذکرہ سنتے اسکی خدمت میں پہونچ کر اپنے دردِ دل کی دوا طلب کرتے۔ لیکن کسی نے ان کے مقصود کو پورا نہ کیا آخر کار ڈھونڈتے ڈھونڈتے قصبۂ پانی پت پہونچے اور

حضرت جلال الحق والدین کے حلقہ ارادت میں شامل ہو گئے۔

ملفوظ شیخ عبدالقدوسؒ میں یہ بھی مسطور ہے کہ اگرچہ کہ آپ نے حضرت جلال الحق کے دست مبارک سے کلاہ ارادت پہنی تھی لیکن تجرید و تفرید سے اتنی الفت تھی کہ شیخ کے اسباب ظاہری سے متنفر ہو گئے ایک روز حضرت جلال الحق کے بعض مریدین نے آپ کو مدعو کیا وہاں کھانے کے ساتھ منکرات بھی مہیا کئے گئے تھے جب آپکی ان پر نظر پڑی تو فرمایا یہ کیسی مشیخت ہے اور اس مجلس سے بے ذوقی ہو کر اٹھ گئے اور شیخ کی خدمت میں پہونچکر لباس ارادت ان کے سامنے رکھدیا اور باہر نکل گئے۔ شہر سے صحرا کی راہ لی صحرا نوردی میں کوئی راستہ نہ سوجھا مجبوراً ایک درخت پر چڑھ گئے ناگاہ مردان غیب نمودار ہوئے اور ان کے قریب پہونچے شیخ نے ان سے دریافت کیا کہ راستہ کس طرف ہے انہوں نے جواب دیا کہ تم شیخ جلال الحق کے در پہ تم نے راستہ گم کر دیا اور اسی بات کو دہرانے لگے اور پھر یہ دو مردان غیب شیخ احمدؒ کی نظروں سے غائب ہو گئے شیخ کو یقین ہو گیا کہ یہ فرستادۂ حق تھے اور امر حق سے مجھکو یہ ہدایت دینے آئے تھے کہ تم کشود کار کا شیخ جلال الحق کے در سے ہوگا جو لغزش ان سے سرزد ہوئی تھی اس سے توبہ کی اور با حال ندامت حضرت شیخ جلال الحق کی خدمت میں حاضر ہوئے دیکھا کہ حضرت شیخ انکے لباس ارادت کو ہاتھ میں لئے ہوئے دروازہ پہ انکے منتظر کھڑے ہیں آپ بے اختیار ان کے قدموں پہ گر پڑے شیخ نے کمال مہربانی سے ان کا سر اٹھایا اور از سر نو کلاہ ارادت پہنا کر اسرار حق سے آشنا کر دیا اور فرمایا کہ بابا آج ہمارے مہمان رہو اسکے بعد خادم خانقاہ سے فرمایا کہ ہر طرح کا کھانا اور مسکرات حاضر کرو جب یہ چیزیں لائی گئیں تو شیخ احمد سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ جس کو تم غیر حق سمجھتے ہو اس کو ہاتھ نہ لگاؤ اور اس سے پرہیز کرو بمجرد کلام سنتے کہ آپ کی نظر جمال توحید پر پڑی اور نہایت تجلیات حق سے آپ بیخود ہو گئے ایک عرصہ تک خانقاہ کے ایک گوشہ میں پڑے رہے ایک روز شیخ جلال الحق نے کمال الطاف سے ان کے پاس پہونچکر فرمایا کہ بابا احمد استغراق سے ہوش میں آؤ ماسوی اللہ کا نقش ان کے لوح سینہ سے محو ہو گیا سبحان اللہ یہ عجیب مقام ہے کہ جو بعد تکمیل کے جس کسی کو حاصل ہوتا ہے اسکے دل میں کیفیت جذب پیدا ہو جاتی ہے۔ اسکے بعد شیخ نے آپ کی خدمت میں تربیت پائی پھر اپنے مرشد کی اجازت کے بموجب قصبہ سنام آئے وہاں مختلف ریاضتیں کیں۔ فاطمہؒ نامی ایک عورت کے گھر میں قیام کیا۔ اس صالحہ کو شغل باطن سے بہت الفت تھی۔ شیخ عبدالحقؒ قیام شب میں اس پر سبقت

لے گئے۔ اور اس صالحہ کو اپنے فرزندوں سے زیادہ چاہتے تھے۔ ستام میں ایک دیوانہ تھا جو مسجد میں پڑا رہتا تھا۔ وہ مجذوب بان حق سے تھا شیخ عبدالحق کو اس سے بھی بحد محبت تھی آپ اکثر اس کے پاس جاتے تھے۔ ایک روز خراسان کی جانب سے ایک دیوانہ آیا اور ستام کے دیوانہ نے بطور اعتراض کہا کہ تم میرا ملک تباہ کر کے آرہے ہو اب میں تمہارے ملک کو تباہ کر دوں گا۔ دوسرے روز فاطمہ مذکورہ نے شیخ عبدالحق سے کہا کہ میں نے ایک خواب دیکھا ہے کہ ایک حوض میں مچھلیوں کو مارا جا رہا ہے اس خواب کی کیا تعبیر ہے شیخ نے کہا کہ میں نے بھی ایسا ہی خواب دیکھا ہے۔ تمہارے خواب کی تعبیر یہ ہے کہ ستام تباہ ہو جائیگا اور میرے خواب کی تعبیر یہ ہے کہ دہلی تباہ ہو جائے گا ان ہی ایام میں مغل فوج کا حملہ ہوا اور دنیا تہ و بالا ہوگئی یہ حادثہ ۸۰۱ھ میں پیش آیا۔ امیر تیمور صاحب قرآن اسی سال دریائے سندھ کی جانب سے غرہ محرم کو لاہور آیا اور قتل و غارت گری کا آغاز کیا اسی سال ماہ ربیع الثانی میں سلطان فیروز شاہ نے دہلی میں سلطان محمود سے جنگ کی اور فتح پائی اس تباہی کی تفصیل تاریخ فیروز شاہی میں درج ہے۔

شیخ عبدالحق ستام کے دیوانہ کے پاس گئے اور پوچھا کہ کیا کیا جائے اس نے کہا کہ قہر نازل ہوا ہے شیخ عبدالحق وہاں سے اپنے شیخ کی خدمت میں پانی پت پہونچے دیکھا کہ شیخ بھی نکلنے کی تیاری کر رہے ہیں اور کوہ شمال کی جانب روانگی کا ارادہ ہے جب ان سے ملاقات ہوئی تو فرمایا کہ بابا احمد قہر نازل ہے میں تم کو خدا کے سپرد کرتا ہوں۔ دوسری ملاقات میں فرمایا کہ بابا احمد تمہارے کمال ولایت کی مجھے کوئی انتہا نظر نہیں آرہی ہے میرے فرزندوں کی گرفتاری کے وقت انکی مدد کرنا اور روانگی کے وقت اپنے فرزندوں کو بھی یہ وصیت کی کہ تمہاری اسیری کے وقت تمہارے لئے شیخ احمد کافی ہیں۔ اسی لئے شیخ عبدالحق حضرت شیخ جلال الحق کی وفات کے بعد ایک بار وہاں گئے تھے اور حضرت شیخ کے فرزند کی جو صاحب سجادہ تھے تربیت بھی کی تھی۔

صاحب مراۃ الاسرار تحریر کرتے ہیں کہ یہی وجہ ہے کہ شیخ جلال الحق کی اولاد آج بھی شیخ عبدالحق کے سلسلہ ارادت سے فیضیاب ہوتے ہیں۔

وہ یہ بھی لکھتے ہیں کہ ایک روز عالم سکر میں شیخ عبدالحق نے فرمایا کہ خدا کی قسم محمد واپس حجاب آئے ورنہ ذات حق بے حجاب ہو جاتی اور بعض کلمات شطحیات بھی آپ کی زبان سے نکلے۔ جب عالم صحو میں لوٹے خدام نے کہا آج آپ کی زبان مبارک سے خلاف شرع کلمات کیسے نکلے فرمایا نعوذ

باللہ منہا میں گناہ کبیرہ کا مرتکب ہو گیا اس کا کفارہ دینا چاہیئے کہتے ہیں کہ موسم سرما کی ٹھنڈی ہوائیں چل رہی تھیں کہ آدھی رات کو آپ دریائے سندھ گئے اور برف کو توڑ کر ایک پاؤں سے اس پر کھڑے ہو گئے اور دوسرا پاؤں ران پر رکھ کر فرمانے لگے کہ دین محمد قائم و دائم ہے۔ سردی کی شدت سے جا بجا بدن تڑک کر خون بہنے لگا صبح کو غسل کیا اور نماز فجر ادا کی۔

یہی عمل آپ نے چھ ماہ تک جاری رکھا حالانکہ یہ کلمات اصطلاحات صوفیاء کے منافی نہ تھے کیونکہ وحدت حقیقت محمدی ہے اور احدیت کے مابین برزخ حائل اور حجاب ہے۔ لیکن آپ نے حفظ آداب شریعت کے لئے اس قدر مجاہدہ کیا تاکہ لوگ گمراہی میں نہ پڑیں۔ بیشک اولیائے کاملین کا حفظ شریعت یہی ہے کہ اولیاء محفوظ ہوتے ہیں اور انبیاء معصوم ہوتے ہیں۔

آمدم برسر مطلب جب شیخ جلال الحق نے نعمت سجادگی آپ کے تفویض کی اور اپنے صاحبزادوں کی تربیت بھی ذمہ کی تو خود دارالبقا کی سمت رحلت فرمائی۔

چند دن بعد شیخ عبد الحق بنگال تشریف لے گئے وہاں شیخ قطب عالم سے ملاقات کی وہاں سے اپنے وطن ردولی واپس ہوئے اس اثناء میں آپ نے کئی سالکان و مجاذیب وقت سے ملاقات کی اور ان سے استفادہ فرما کر تمام اہل صورت سے ترک تعلقات کر کے گوشہ تنہائی میں مشغول بحق رہے اسکے بعد مسند ارشاد پر متمکن ہو کر مریدین کی تربیت میں مشغول ہو گئے۔ آپ گے گوشہ تنہائی سے نکلنے کے بعد ارباب حاجت روٹی کو گھی میں تر کر کے تھوڑی سی شکر اس پر ڈالتے اور آنحضرت کی خدمت میں بطور نذر پیش کرتے شیخ پہلے اس روٹی کا کچھ حصہ تناول فرماتے اور اسکے بعد حاضرین مجلس میں تقسیم فرما دیتے اور فرماتے کہ بغیر ہماری اجازت کے جو شخص کھائیگا یہ سمجھ کہ اس کی زندگی کا خاتمہ ہو گیا یہ طریقہ اب تک جاری ہے کہ آپکی اولاد کی اجازت کے بغیر آپ کے ارادت مند روٹی نہیں کھاتے۔

اسکے بعد ردولی میں آکر اپنے دایہ کی استدعا پر جسکی عمر سو سال کی ہو چکی تھی اسکی لڑکی سے عقد کیا اس منکوحہ سے چار فرزند تولد ہوئے کہتے ہیں کہ جو صاحبزادے تولد ہوتے تو ولادت کے ساتھ ہی ان کی زبان پر حق حق جاری ہو جاتا حضرت شیخ فرماتے کہ احمد نے شور اختیار نہیں کیا یہ لڑکا چاہتا ہے کہ عالم میں شور پیدا کرے لہذا یہ جینے کا مستحق نہیں وہ لڑکا چند روز میں فوت ہو جاتا اس طرح تین لڑکے ابدی نیند سو گئے تینوں کے بعد شیخ عارف متولد ہوئے انکی زبان پر حق حق جاری

نہ ہوا۔ شیخ نے فرمایا کہ یہ بچہ رہنے کے قابل ہے کہتے ہیں کہ آپ کی وفات کے بعد آپ کے یہی صاحبزادے مسند ارشاد پر متمکن ہوئے انکے حالات آگے لکھے جائیں گے۔

صاحب مرآۃ تحریر کرتے ہیں کہ جب سلطان ابراہیم شرقی بادشاہ جونپور نے قاضی رضی کے توسط سے خانقاہ کے مصارف کی یابجائی کے لئے کچھ نقد رقم اور چار مواضعات کی سند روانہ کی اور انتہائی عجز و انکساری سے اسکی قبولیت کی گذارش کی تو آپ نے قبول نہ فرمایا اور قاضی مذکور سے کہا کہ ابراہیم رزاقی کا دعوی کر رہا ہے جو خاص اللہ جل جلالہٗ کی صفت ہے۔

کہتے ہیں کہ آپ بعض اوقات فرماتے تھے کہ ہمارے جان کا مالک بھی بغیر ہماری رضامندی کے جان قبض نہیں کرتا۔ کہا جاتا ہے کہ ایک دفعہ شیخ اپنے مریدین کے ساتھ سفر کو نکلے اثنائے راہ میں ایک درخت کے پاس پہونچے جو نہایت سرسبز و شاداب تھا اس درخت کے نیچے ٹہر گئے اور فنائے مطلق میں مشغول ہوگئے جسد خاکی سے آپ کی روح پرواز کر گئی تو مریدین گریہ و زاری کرنے لگے اور کہنے لگے کہ لوگ ہم کو بدنام کریں گے کہ ان کو کافی سیم و زر مل گیا اور آخرکار انہوں نے شیخ کو قتل کر دیا جب انکی الحاح و زاری بہت بڑھ گئی تو شیخ حالت اصلی میں عود کر آئے اور فرمائے کہ مجھے یہ مقام پسند آیا تھا میں نے چاہا کہ یہیں استراحت کروں جب تم لوگ اسطرح آہ و زاری کر رہے ہو تو چند اور روز بھی اس عالم میں گذاروں گا۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ کے مریدین میں سے کسی کو سفر آخرت درپیش ہوتا تو وہ آپ سے رخصت چاہتا اگر آپ اجازت دیتے تو وہ اس عالم فانی سے انتقال کرتا ورنہ نہیں۔ چنانچہ شیخ عبدالقدوس فرماتے ہیں کہ آپ کے مریدین ایک شخص شیخ مخلق بھی تھا مرتبہ تکمیل پر پہونچنے کے بعد اسکو عالم کشف پسند نہ آیا اس نے ایک روز شیخ کی خدمت میں التماس کیا کہ یہ جامہ پرانا ہو چکا ہے اگر اجازت ہو تو اس عالم سے رحلت کر جاؤں آپ نے فرمایا کہ چند روز صبر کرو میں تمہیں اپنے ساتھ لے جاؤں گا شیخ مخلق سمجھ گئے کہ شیخ رخصت کی اجازت نہیں دے رہے ہیں ایک دن شیخ مخلق نے اپنے صاحبزادے بہرام سے فرمایا کہ میں اس عالم فانی سے رخصت ہونا چاہتا ہوں تمکو چاہیئے کہ میری وفات کے بعد بعجلت تمام میری تجہیز و تکفین کرنا اسکے بعد میرے شیخ کو اطلاع دینا۔ بہرام حیران ہوگئے کہ میرے والد کیا کہہ رہے ہیں شیخ مخلق نے سر تک چادر کھینچ لی اور جان بحق تسلیم ہوگئے۔ بہرام سراسیمہ ہوگئے اور اپنے والد کو ویسا ہی چھوڑ کر حضرت شیخ عبدالحق کے پاس گئے اور معروضہ

کیا۔ شیخ نے فرمایا وہ میری رضا کے بغیر چلا گیا اسکے کیا معنی ہیں پھر آپ اٹھے اور شیخ مخلص کے پاس گئے اور ان کے کان کے پاس با آواز بلند مخلص پکارنے لگے تقریباً چالیس پچاس دفعہ پکارا تھا کہ مخلص کی جان قالب میں دوبارہ لوٹ آئی انہوں نے فوراً اپنا سر شیخ کے قدموں میں رکھدیا کچھ عرصہ بعد شیخ کی اجازت سے انہوں نے رحلت فرمائی۔

جب شیخ کی عمر ۱۲۰ سال کی ہوگئی تو آپ نے اپنے گھر والوں سے فرمایا کہ چند دفعہ فرشتے مجھے طلب کرنے آئے تھے ہمیشہ میں یہ جواب دیتا رہا کہ دنیا کے مال و متاع میں میرا صرف ایک لڑکا ہے جب تک اسکی شادی نہ دیکھ لوں اس جہاں سے انتقال نہ کروں گا اب مجھے شرم آنے لگی ہے چاہیئے کہ میرے فرزند شیخ عارف کی جلد از جلد شادی کردی جائے چنانچہ چند روز میں اس کار خیر سے فارغ ہوگئے اور اپنے فرزند کی تربیت صوری و معنوی فرمانے کے بعد انکو خرقہ خلافت سے سرفراز فرمایا اور اپنا جانشین مقرر کیا اور پھر اس سرائے فانی سے رحلت فرمائی۔

آپ کے تصرفات حین حیات اور بعد ممات یکساں ہیں اگرچہ بعض اصحاب نے لکھا ہے کہ انتقال کے چالیس سال بعد اولیاء اللہ کا تصرف باقی نہیں رہتا کیونکہ وہ مرتبہ ولایت صوری سے مرتبہ ولایت معنوی کو نقل کر جاتے ہیں۔ اور عالم بالا سے عالم اسفل کی جانب پھر نہیں آتے۔

لیکن صاحب نفحات لکھتے ہیں کہ چار اولیاء قبر سے زندوں کی طرح تصرف کرتے ہیں۔ ا۔ شیخ معروف کرخی ۲۔ شیخ الثقلین عبد القادر الجیلانی ۳۔ عقیل یحییٰ اور ۴۔ شیخ حیات بن قیس حرانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم۔

کتاب تکملہ میں بھی بعض اولیاء اور شہداء کے احوال منقول ہیں کہ یہ قبر سے مانند حیات تصرفات کرتے ہیں۔ حضرت میر اشرف جہانگیر لطائف اشرفی میں فرماتے ہیں کہ جس طرح بزرگان مذکور دیار ولایت میں تصرفات کرتے ہیں اسی طرح ملک ہند میں خواجہ معین الدین چشتی وغیرہ اپنے مزار سے تصرف فرماتے ہیں بیشک یہی وجہ ہے کہ شیخ عبد القدوس نے حضرت عبد الحق کی رحلت کے پچاس سال بعد ان کی روحانیت سے تربیت پائی اور مرتبہ تکمیل کو پہونچے۔

صاحب مراۃ الاسرار تحریر فرماتے ہیں کہ اس فقیر نے حضرت کے انتقال کے دو سو سے زائد سال کے بعد آپ کی روحانیت سے استفادہ کیا الغرض آپ کے کمالات اور خوارق عادات حد تحریر و تقریر سے متجاوز ہیں آپ کی وفات ۱۵ رجادی الثانی ۸۳۴ھ کو بزمانہ سلطنت سلطان ابراہیم

شرفی واقع ہوئی آپکی مرقد مقدسہ پنڈوہ میں حاجت روائے خلق ہے رحمتہ اللہ علیہ۔

ذکر شریف

فائز بمقامات عالی، قطب الاقطاب اجلالی، ابدال وقت شیخ نور قطب عالم بنگالی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ کا نام احمد اور لقب نور الحق تھا آپ کے والد بزرگوار شیخ عمر عرف شیخ علاء الدین علاء الحق بن مولانا اسعد لاہوری تھے آپ سر حلقۂ اقطاب تھے اور اس طریقہ میں نہایت شان بزرگ کے حامل تھے آپ کو غایت شوق میں کبھی گریہ وزاری سے فرصت نہ ہوتی اور ذوق سماع میں آپ غلو تام رکھتے تھے مریدین کی تربیت میں بے نظیر وقت تھے ابتدائے حال سے انتہائے سلوک تک آپ اپنے پدر بزرگوار کے سایۂ تربیت میں رہے اور بعد از تربیت اپنے والد کے مرید، خلیفہ اور جانشین ہوئے چنانچہ شیخ علاء الحق کے حالات اس کتاب میں تحریر پا چکے ہیں اگرچہ کہ شیخ کو کئی صاحبزادے تھے لیکن آپ نے شیخ نور الحق کے علاوہ کسی کی جانب توجہ نہ فرمائی شیخ نور الحق نہایت ریاضت کیش اور اپنی والد کی خانقاہ کے خادم تھے۔

چنانچہ صاحب اخبار الاخیار تحریر فرماتے ہیں کہ فقراء اور والد بزرگوار کی خانقاہ کی خدمت آپ خود فرماتے تھے۔ کتاب رفیق العارفین میں جو شیخ حسام الدین مانکپوری کے ملفوظات پر مشتمل ہے مرقوم ہے کہ شیخ نور الحق نے آٹھ سال تک اپنے پیر کی خانقاہ میں ہیزم کشی کی ایک روز شیخ علاء الحق نے دیکھا کہ شیخ نور الحق لکڑیوں کا گٹھا لا رہے ہیں انہوں نے فرمایا کہ اے لکڑی کے گٹھے تجھے کیا یہ اندازہ ہے کہ تو میرے نور چشم کے سر پر ہے گٹھا ہوا ایسا بلند ہو کہ اترنے لگا۔ الغرض آپ نے عبادات ریاضات اور مجاہدات میں اس طرح مشغول رہتے کہ جو طاقت بشری سے باہر ہے بہت زمانے تک نماز معکوس پڑھتے رہے پہلے دن آپ نے چار سو رکعتیں پڑھیں ماحصل تحریر یہ کہ آپ نے اس طائفہ کے تمام مقامات اور منازل بتدریج طے کئے اور مرتبۂ تکمیل و ارشاد کو پہنچے اس وقت شیخ علاء الحق نے آپ کو اپنے مسند ارشاد پر فائز فرمایا اور خود اس جہان فانی سے رحلت کر گئے۔

صاحب لطائف اشرفی تحریر کرتے ہیں کہ شیخ علاء الحق کی وفات کے بعد شیخ نور الحق کے بھائی اپنے پدر بزرگوار کے خرقہ اور سجادہ کے لئے مزاحم ہوئے چنانچہ اس قصہ نے بہت طوالت اختیار کی اتفاق سے اس زمانہ میں میر سید اشرف جہانگیر اپنے پیر شیخ علاء الحق کی فاتحہ کے لئے وہاں پہونچے اپنے شیخ کی وصیت کے بموجب آپ سمجھ گئے کہ شیخ نور الحق حق بجانب ہیں اسلئے ایک روز شیخ نور الحق کو بیرون شہر لے گئے جب ایک پہاڑ کے قریب پہونچے تو ان سے کہا کہ یہ بے دلیل مدعیوں کی جماعت شدت سے کوتاہی نہ کرے گی مصلحت اس میں ہے کہ کل تم ان مدعیوں کو اپنے ساتھ لے کر یہاں آؤ اور وہیں مسئلہ پیش کرو اور کہو کہ جو شخص اس پہاڑ کو ہلا دے وہی اپنے پدر بزرگوار کا جانشین و مستحق اور صاحب سجادہ ہوگا ابھی یہ کلمہ پورا نہ ہوا تھا کہ پہاڑ ہلنے لگا میر سید نے فرمایا کہ میں اپنے مخدوم زادہ سے گفتگو کر رہا ہوں تو ساکن رہ دوسرے روز فریقین تمام خلق کے ساتھ وہاں حاضر ہوئے مدعیوں نے ہر چند دعا کی اور گریہ وزاری سے کام لیا لیکن اسکا کوئی اثر ظاہر نہ ہوا اسکے بعد شیخ نور الحق کے اشارے کے ساتھ ہی پہاڑ ہلنے اور چلنے لگا اس روز سے آپ بغیر کسی رکاوٹ کے اپنے والد ماجد کے مسلمہ جانشین ہوگئے کئی سلاطین وقت اور قصبہ کے لوگوں نے یکبارگی سر نیاز خم کر دیا۔ آپ کے کمالات کی شہرت مشرق سے مغرب تک پہونچ گئی اس کمال کے باوجود آپ اپنے والد کی مسند مشیخت پر نہیں بیٹھے اور فرمانے لگے کہ حق سجادگی کی ادائی مجھ سے ممکن نہیں اور فرمایا کہ حق سجادگی یہ ہے کہ جو بھی مسند سجادگی پر بیٹھے اسکے لئے مناسب نہیں کہ وہ دائیں بائیں دیکھے آپ نے یہ بھی فرمایا کہ ہمارے پیروں میں نفسانیت نہ ہوتی تھی اور وہ جس کسی کو نعمت دیتے تو اس کے خورد و نوش کا خیال رکھتے اور ایثار سے کام لیتے اور جب کبھی کوئی ان کی خدمت میں التماس کرتا تو اسکی حاجت پوری کرتے اور بے نفسی کا مظاہرہ کرتے۔

لطائف اشرفی میں یہ بھی مرقوم ہے کہ نور الحق کے ایک مرید تھے جن کا نام سید علی اکبر تھا وہ بہت ریاضات و مجاہدات کے عادی تھے ایک دفعہ جب ان پر غلبۂ حال ہوا تو اس حالت میں انہوں نے کہا کہ جو کوئی علی اکبر کی صورت دیکھ لے اس پر آتش دوزخ حرام ہے اس بات پر لوگوں کی کثرت نے یقین کر لیا اور انبوہ کثیر کی شکل میں آنے لگے جب یہ بات شیخ نور الحق تک پہونچی تو آپ نے سید کو طلب کیا اور ان پر نگاہ کی اور کچھ شیرنی ان کو دی اور کہا کہ کھاؤ بمجرد شیرنی استعمال کرنے کے سید کے احوال سلب ہوگئے اسکے بعد آپ نے فرمایا کہ میں چاہتا تھا کہ تمکو مقامات عالی پر پہونچاؤں لیکن تم نے خود اپنے پاؤں پر کلہاڑی ماری۔ الغرض آپ کو ستر حال بہت پسند تھا اور آپ بہت تواضع اور

انکساری سے کام لیتے کہتے ہیں کہ ایک روز سلطان غیاث الدین بادشاہ بنگالہ نے آپکے پاس خوان بھیجا شیخ نے اسکو تعظیماً کھڑے ہوکر قبول کیا شیخ حسام الدین مانکپوری کو خیال گذرا کہ بھیجنے والا دنیا کا بادشاہ ہے اور حضرت سلطان دین ہیں اسقدر تعظیم کی کیا وجہ۔ شیخ انکے اس خطرہ سے آگاہ ہوگئے دوسرے روز کتاب مصابیح لاکر ان کو دی اور فرمایا کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ امراء میری تعظیم کرتے ہیں اور میں ان کی تعظیم کرتا ہوں الی آخرہ"

اس میں یہ بھی مسطور تھا کہ ایک دفعہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ فرمارہے ہیں کہ بابا نور الحق تم امامت کیا کرو کہ تمہاری برکت سے دوسروں کی نماز قبول ہو۔ اسکے بعد شیخ نے کئی مرتبہ امامت کی ایک دفعہ نماز فجر کی امامت کررہے تھے کہ آپ پر حالت استغراق اسقدر طاری ہوئی کہ سلام پھیرنے کا خیال نہ رہا اور آپ اسی طرح بیٹھے رہے یہانتک کہ آفتاب طلوع ہوگیا اور ایک دفعہ نماز کے لئے کھڑے رہے تو فرمایا کہ میں حق تعالیٰ کا مشاہدہ کررہا ہوں الصلوٰۃ معراج المومنین سے اسی جانب اشارہ ہے بعد میں جب اس حال سے واقف ہوئے تو فرمایا کہ تمام عمر میں دو مرتبہ مجھ سے شطحیات سرزد ہوئیں۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ شیخ نور الحق نے فرمایا کہ بزرگوں نے لکھا ہے کہ سلوک کے حسب تعداد اسمائے الٰہی (۹۹) منازل ہیں پیران چشت نے پندرہ منازل کا تعین کیا ہے اور اس فقیر نے تین منازل اختیار کی ہیں۔ منزل اول حاسبوا قبل ان تحاسبوا۔ منزل دوم من استوی یومین مائی الدین فھو امغبون۔ منزل سوم عبادۃ الفقر نفی الخواطر۔

یعنی منزل اول یہ ہے کہ سالک وہ ہے جو اپنے نفس کا محاسبہ کرے کہ رات اور دن میں کسقدر نیکیاں اور کس قدر برائیاں سرزد ہوئیں۔ اور اسکو ایسی کوشش کرنی چاہیئے کہ ہر ساعت نیکیاں زیادہ ہوں اور برائیاں محو ہوجائیں۔

منزل دوم یہ ہے کہ دو روز اسکے احوال برابر گذریں اور ان احوال میں کارہائے دین زیادہ نہ ہوں تو وہ زیاں زدہ ہے۔

منزل سوم یہ ہے کہ ہر وقت اپنے قلب کی نگرانی کرے اور خطرہ غیر کو دل میں نہ آنے دے؎

ہر خیالے غیر حق را بند زداں ٭ ایں ریاضت سالکان مقصود داں

پس چاہیئے کہ بغیر ذکر و فکر اور شوق و محبت حق تعالیٰ سبحانہ کے وقت ضائع نہ کرے اس عمل سے

سالک اپنی منزل مقصود کو پہونچ جائے گا اور انتہائی ریاضت یہ ہے کہ دل ہمیشہ مشغول بہ حق رہے۔ خواب میں ہو یا بیداری میں۔

صاحب مراۃ الاسرار تحریر کرتے ہیں کہ جب حسام الدین مانکپوری کو بابا نور الحق نے خرقہ خلافت دیا تو آپکو قصبۂ مانکپور کی جانب روانہ کر دیا اور اس مقام کی ولایت آپ کے تفویض کی اور وصیت فرمائی کہ سخاوت میں مثل آفتاب کے رہو تواضع میں پانی کے مانند تحمل میں زمین کی طرح رہو اور لوگوں کی تکالیف خود برداشت کرو چنانچہ حضرت شیخ حسام الدین مانکپوری کے حالات آگے آئیں گے۔

الغرض حضرت شیخ نور قطب عالم کے کمالات اور خوارق عادات اظہر من الشمس ہیں اس مختصر رسالہ میں ان کا تفصیلی ذکر کرنا ممکن نہیں۔ آپ کے مکتوبات حقائق اور معارف پر مشتمل ہیں ان کے منجملہ چند ارشادات یہاں نقل کئے جاتے ہیں:۔

آپ فرماتے ہیں کہ درویش کا قرار اسکی بیقراری میں ہے اور درویش کی عبادت غیر حق سے بیزاری اور مشغول بحق ہے۔ باطنی استغراق کے بغیر طاعت بیکار ہے صرف ظاہری آرستگی بدکاری ہے۔ خون جگر نوش کرنا بزرگواری ہے غیر حق سے آنکھ بند کر لینا برخورداری ہے عوام ظاہری طہارت کے لئے کوشاں رہتے ہیں اور خواص طہارت باطنی کے لئے سرگرداں رہتے ہیں۔

دل مردان دیں پُر درد باید ✽ ز محنت فرق شان پر گرد باید

اس طرح آپ کے کئی کلمات عالیہ جو پُر از استفادہ ہیں اور جن کی کوئی نہایت نہیں۔ حضرت شیخ نور الحق قطب عالم کی وفات بتاریخ ۱۰ ذیقعدہ ؁۸۱۸ھ کو واقع ہوئی آپ سلطان ابراہیم شرقی کے معاصر تھے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

ذکر شریف

مقبول خاص ربّانی، مظہر فیض صمدانی، غوث وقت میر سید اشرف جہانگیر سمنانی رحمۃ اللہ علیہ

آپ بے نظیر روزگار سے تھے۔ شان رفیع ہمت بلند اور کرامت بیشمار کے حامل تھے آپ شیخ علاء الحق بنگالی

سکے مرید اور خلیفہ تھے جن کا ذکر گذشتہ مشکوٰۃ میں ہو چکا ہے آپ کو چودہ خانوادوں میں خلافت حاصل تھی۔ کیونکہ آپ نے تمام مشائخین وقت سے ملاقات کی اور ان سے فیوضات باطنی حاصل کئے۔ آپ بیان حقائق و معارف اور تشریح کلام الٰہی، احادیث نبوی اور اقوال مرتضوی میں ممتاز تھے۔

مصنف لطائف اشرفی تحریر کرتے ہیں کہ آپ کے پدر عالی قدر سلطان ابراہیم سادات نوربخشیہ سے تھے آپ سلطنت و ولایت سمنانی کے حامل تھے حضرت میر سید اشرف ولی مادر زاد تھے۔ علم لدنی کے کے دروازے آپ پر کھل گئے تھے سات سال کی عمر میں قرآن مجید کو طریقہ سبعہ سے حفظ کیا تھا۔ چودہ سال کی عمر میں تمام علوم اصلی و نقلی کا اکتساب مکمل ہونے پر سماعت حدیث فرمانے لگے اس وقت سلطان ابراہیم کا انتقال ہو گیا ارکان دولت اور امرائے سلطنت نے آپ کو اپنے والد کی جگہ تخت سمنان پر بٹھایا۔ لیکن آپ اس سے متنفر تھے اکثر اوقات حضرت رکن الدین علاء الدولہ سمنانی اور دیگر مشائخین وقت کی صحبت میں بسر کرتے تھے لیکن مشائخین وقت کو یہ معلوم ہو چکا تھا کہ آپ کا حصہ کسی اور جگہ مقدر ہے اس بناء پر آپ کی تربیت پر انہوں نے توجہ نہ کی ایک رات آپ نے خضر علیہ السلام کو دیکھا کہ وہ فرماتے ہیں کہ ابھی تم کو کار سلطنت در پیش ہے البتہ اسمائے الٰہی کے معانی پر بواسطہ زبان۔ صنوبری دل سے متوجہ رہو اور پاس انفاس کیا کرو۔ کبھی اس سے غافل نہ رہو پس آپ نے دو سال تک اس میں مشغول رہے اس کے بعد روحانیت حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کو خواب میں دیکھا کہ حضرت نے آپ کو خرقہ اویسیہ عطا فرمایا دیگر سات سال کسب و مجاہدات میں مشغول رہے اتفاقاً آخر عشرہ ماہ رمضان میں جو شب قدر سے منسوب ہے آپ شب بیداری میں مشغول تھے کہ دوسری دفعہ حضرت خضر علیہ السلام کو دیکھا۔ حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ اے اشرف امور سلطنت میں اس امر کا کشید کار دشوار ہے اگر وصال دوست کے خواہش مند ہو تو اٹھو اور بلاد ہند کی جانب نکل چلو کیونکہ تمہارا رہ حق نما شیخ علاؤ الحق وہاں متوطن ہیں۔ چنانچہ آپ نے کاروبار دنیا سے دست کشی کی اور سمنان کی سلطنت اپنے بھائی سلطان محمد کے تفویض کر کے اپنی والدہ ماجدہ جو حضرت خواجہ احمد یسوی کی اولاد سے تھیں رخصت کی درخواست کی انہوں نے کہا کہ اے فرزند اس سے پہلے کہ تم عالم وجود میں آتے حضرت شیخ احمد یسوی کی روحانیت نے مجھے بشارت دی تھی کہ تجھکو ایک فرزند ہوگا جس کے نور ولایت سے دنیا منور ہو جائے گی اب وہ وقت آچکا ہے تمہیں مبارک ہو میں نے تجھے جو کچھ دینا تھا دیدیا اور خدا کے سپرد کر دیا۔

چنانچہ (۲۳) سال کی عمر میں کمال ہمت و جوانمردی سے آپ ملک سمنان سے نکلے شیخ علاؤ الدولہ سمنانی

نے ازراہ مہربانی چند منازل تک رفاقت کی اور رخصت کیا سمرقند تک کئی لوگ آپ کے ہمراہ تھے۔ وہاں آپ نے سب کو رخصت کر دیا اور تن تنہا وہاں سے آگے بڑھے خطہ اوچ میں حضرت مخدوم جہانیاں کی صحبت سے مشرف ہوئے اس کے بعد دہلی پہونچے وہاں کے کئی مشائخین وقت سے ملاقات کی پھر آپ شہر بہار پہونچے اور حضرت شیخ شرف الدین یحیٰی منیری کی نماز جنازہ ادا فرمائی اس کی تفصیل گذر چکی ہے اس کے بعد آپ شیخ علاء الحق کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ کے سمنان سے روانہ ہونے سے آپکی منزل مقصود پر پہونچنے تک حضرت خضر علیہ السلام نے ستر دفعہ حضرت شیخ علاء الحق کو آپکی آمد آمد کی اطلاع دی کہ سمنان سے شاہباز وقت قطع تعلق کر کے نکل چکا ہے اور تمام مشائخین وقت میں ایک ہلچل پیدا ہو گئی لیکن وہ آپ سے ملنے کے لئے آ رہے ہیں جب آپ منزل مقصود سے دو کروہ کے فاصلہ پر آئے حضرت خضر علیہ السلام کے حسب ایما شیخ اپنے اصحاب کے ساتھ آپ کے استقبال کے لئے نکلے شیخ نے کمال مہربانی سے آپ کا استقبال کیا اور جو پالکی شیخ کو اپنے پیر شیخ اخی سراج سے ملی تھی اس میں آپ کو سوار کیا اور خود دوسری پالکی میں بیٹھے اور آپ کی مزاج پرسی اور حالات دریافت کرتے ہوئے خانقاہ کی جانب رخ کیا خادم خانقاہ نے شربت اور روٹی پیش کی شیخ نے پہلے چند قاش روٹی استعمال کئے اور پھر باقی آپ کو دئے اسکے بعد پان کے چند بیڑے اپنے ہاتھ سے عطا کر دئے بعد ازاں آپکو حجرہ میں لے گئے اور بیعت و خلافت سے سرفراز فرمایا اور اشغال و اذکار کی تلقین کی آپ چار سال تک شیخ کی خدمت میں رہے اور درجہ تکمیل و ارشاد پر پہونچ گئے۔ شیخ آپ کے لقب کے لئے حجرہ میں مراقب تھے کہ ہاتف غیبی نے آواز دی کہ یہ اشرف جہانگیر ہے اسی وقت سے آپ کا جہانگیر لقب ہو گیا۔ چنانچہ آپ خود فرماتے ہیں ؎

مرا از حضرت پیر جہاں بخش ؞ خطاب آمد کہ اے اشرف جہانگیر
کنوں گیرم جہان معنوی را ؞ کہ فرمان آمد از شاہم جہانگیر

اسکے بعد شیخ علاء الحق نے حضرت نظام الدین محبوب الٰہی کا وہ خرقہ جو آپ کو شیخ اخی سراج سے حاصل ہوا تھا اپنے پیروں کے تمام تبرکات کے ساتھ آپ کے حوالہ کیا اور آپ کو جونپور کا صاحب ولایت کر دیا کچھوچھہ کو آپ کا مستقر قرار دیا اور علم، طوغ اور نقارہ بھی عنایت فرمایا اسکے بعد آپ حضرت شیخ کی خدمت میں دو سال رہے اسکے بعد چونکہ آپ کو جونپور کی ولایت دی گئی تھی آپ نے حضرت شیخ کی خدمت میں معروضہ کیا کہ وہاں ایک شیر ہے اسکے ساتھ میری کیسی گذر ہو گی اس شیر سے

آپکی مراد حاجی چراغ ہند سہروردی سے تھی جو شیخ رکن الدین ابوالفتح ملتانی کے مرید و خلیفہ تھے اور ظفر آباد میں مقیم تھے۔ شیخ نے فرمایا کہ شیر شرزہ کو کیا کر سکتا ہے وہاں تمہیں ایک شیر کا بچہ بھی مل جائے تو تم اس شیر کا مقابلہ کر سکو گے چنانچہ پہلے ظفر آباد میں فتح حاصل ہوگی۔ الغرض آپ شیخ کی اجازت کے بموجب متوجہ جونپور ہوئے۔ قصبہ میر پہونچے اور سید شمس الدین اودھی آپ کی ملازمت سے مشرف ہوئے لیکن شیخ سید اشرف جہانگیر کی یہ عادت تھی کہ جب آپ سفر پر نکلتے تو آپ کے ہمراہ گھوڑے۔ اونٹ۔ خیمہ۔ خدمتگار اور فقراء کی ایک بڑی جماعت رہتی۔ شیخ شمس الدین آپ کے یہ ظاہری وجاہت اور شاہانہ ٹھاٹ کو دیکھ کر متنفر ہوگئے کہ درویشوں کو اس ظاہری شان و شوکت سے کیا واسطہ میر سید اشرف انکے اس خطرہ سے آگاہ ہوگئے اور فرمایا کہ ؎

غرض از حاصلی کاریست اے یار ۔ بہر نوعی کہ ظاہر ہست گو باش
ہر کس نیست لازم راہ تجرید ۔ چو او گشت آن تو شد تو آن او باش

پھر وہاں سے آپ قصبہ محمد پور پہونچے وہاں کے علماء اور فضلاء آپ کی ملاقات کے لئے آئے ہر قسم کی گفتگو ہوئی رفتہ رفتہ آپ کے خلفائے راشدین کی منقبت میں جو رسالہ تالیف فرمایا تھا اسکا بھی ذکر نکلا ہر شخص نے اس رسالہ کو دیکھنے کا اشتیاق ظاہر کیا۔ ملا حسین کتابدار نے آپ کی اجازت سے رسالہ مذکور پیش کیا جب علماء ظاہر نے حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام کے مناقب دوسروں سے زیادہ پائے تو نہایت شد و مد سے حجت و تکرار شروع کی سید اشرف جہانگیر نے لطیف معقول اور منقول دلائل سے انکو قائل کرنا چاہا لیکن ان لوگوں نے تعصب سے کام لیا اور آپ کے ارشادات کو تسلیم نہیں کیا اور گھروں میں جانے کے بعد آپ کو رفض سے منسوب کر کے یہ طے کیا کہ جمعہ کی نماز کے بعد آپ کو ایذا پہونچائیں۔ سید خاں کو جو نہایت دانشمند اور سر حلقہ فضلا تھے خواب میں مطلع کیا گیا کہ جیسے تم سید موصوف کو سمجھ رہے ہو وہ ویسے نہیں ہیں اور تم میں قوت مقاومت بھی نہیں ہے اگر تم کو خیریت دارین مطلوب ہو تو توبہ کرو۔ سید خاں مضطرب ہوگئے اور وقت صبح آ کر حضرت اشرف جہانگیر کے قدموں پر سر رکھدیا اور کہا کہ علماء کا میں جواب دونگا۔ حضرت کو جواب دینے کی ضرورت نہیں ہے بعد نماز جمعہ جب سب حاضر ہوئے اور استفتاء پیش کیا تو سید خاں نے پوچھا کہ تمہارے استفتاء میں یہ درج ہے کہ حضرت علی علیہ السلام کی منقبت کچھ زیادہ ہوگئی ہے انہوں نے اثبات میں جواب دیا سید خاں نے کہا تمہاری یہ حجت غیر سید پر منطبق ہو سکتی ہے نہ کہ

سیدیہ۔ اگر کوئی شخص اپنے ماں باپ کی ستائش میں غلو کرے تو مضائقہ نہیں۔ علماء نے کہا کہ ہمکو اس بات کی دلیل چاہیئے۔ سید خاں نے کتاب جامع العلوم سے نقل کیا کہ الناس ابناء الدنیا ولا ملایم الرجل علی حب ابویہ وبمدحھا یعنی لوگ دنیا میں ایک دوسرے کے فرزند ہوتے ہیں اور اگر کوئی اپنے ماں باپ کی محبت میں مدح و توصیف سے کام لے تو اس پہ ملامت نہیں کی جا سکتی۔

اس روایت کے سنتے ہی معترضین دم بخود ہو گئے بالآخر ہر ایک نے معذرت خواہی کی۔ سید میر اشرف نے اپنے مخلص کے لئے دعائے خیر کی اور سید خاں کو بشارت دی کہ منافقین اپنے کیفر و کردار کو پہونچیں گے چنانچہ یہ لوگ ہر قسم کی بلاؤں اور ظلم و زیادتی کا شکار ہوئے۔ نعوذ باللہ منہا

پروانہ ازاں سوختہ کہ با شمع بر افتاد ۔ با سوختگاں ہر کہ در افتاد بر افتاد

پھر آپ وہاں سے ظفرآباد آئے ہر طبقہ کے لوگ آپ سے نیازمندی سے پیش آئے۔ ایک روز چند مسخروں نے جنکو زبان سندی میں بھانڈ کہا جاتا ہے ایک حاسد کو نعش کی طرح کفن پہنا کر اس کا جنازہ لاکر سامنے رکھا آہ و زاری کرنے لگے اور درخواست کی کہ اسکی نماز جنازہ ادا کی جائے ہر چند آپ نے گریز کیا لیکن ان کا اصرار بڑھتا گیا جب حد سے زیادہ اصرار ہوا تو حضرت میر سید اشرف جہانگیر نے اپنے اصحاب میں سے ایک درویش سے فرمایا کہ یہ لوگ جو چاہتے ہیں ویسا کر دو تکبیر نماز جنازہ کے ساتھ ہی اس شخص کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی ان مسخروں نے ہر چند اس کو اشارہ کیا کہ حرکت کرے تاکہ مذاق اڑایا جائے لیکن سود مند نہ ہوا اور اس نے جنبش نہیں کی بالآخر یہ لوگ شرمندہ ہو گئے اور اس شخص کو دفن کر دیا۔ اس واقعہ سے قصبہ میں دھوم مچ گئی لوگ جوق در جوق آپ کی خدمت میں آنے لگے انہی ایام میں شیخ سریہ نوری نے تحصیل علوم سے فارغ ہو کر چاہا کہ کسی کے حلقۂ ارادت میں داخل ہو جائیں ایک رات انہوں نے خواب میں دیکھا کہ ایک بزرگ سرخ اندام جنکی صورت نورانی تھی ان کا ہاتھ پکڑ کر مرید کیا ان کے دل میں یہ بات گذری کہ اس ولایت کے صاحب ولایت حاجی چراغ ہند ہیں ان کی خدمت میں حاضر ہونا چاہیئے جب انکی خدمت میں پہونچے تو وہ صورت نظر نہیں آئی جو آپ نے خواب میں دیکھی تھی آپ انکی خانقاہ میں متحیر حالت میں تھے کہ حضرت میر سید اشرف جہانگیر کا غلغلۂ ولایت آپ کے کان میں پڑا تو آپ ان کی طرف متوجہ ہوئے جب آپکو دیکھا تو وہی صورت نظر آئی اپنا سر ان کے قدموں پہ رکھ دیا اور مرید ہو گئے۔ حضرت

سید اشرف جہانگیر نے اپنے اصحاب سے مخاطب ہو کر فرمایا یہ وہی شیر کا بچہ ہے جسکا ذکر شیخ علاء الحق نے کیا تھا میں اس کا انتظار کر رہا تھا جب اسکی اطلاع حاجی چراغ ہند کو ملی تو انہوں نے کہا کہ یہ جوان کبر ہلاک ہو جائے گا۔ یہ بات جب حضرت میر اشرف سید جہانگیر کے گوش گذار ہوئی تو آپ نے فرمایا فرزند کبر غم نہ کرو تم پیر کبیر ہو جاؤ گے لیکن جو بات مقدر ہو چکی ہے انکو کچھ کہہ سناؤ۔ سر پر نوری نے کہا کہ پہلے حاجی چراغ ہند کا انتقال ہو جائیگا اس کے بعد ان دونوں بزرگوں کی بات صحیح ہوئی۔

شیخ کبر یعنی سر پر نوری کو ۲۵ سال کی عمر میں ضعیفی کے آثار ظاہر ہوئے اور حاجی چراغ ہند ان سے پانچ سال پہلے رحلت کر گئے اسکے بعد حضرت سید اشرف جہانگیر جونپور پہونچ کر قاضی شہاب الدین کو اپنے فیض ارشاد سے مستفیض کیا اور وہاں سے اپنے شیخ کی وصیت کے بموجب کچھوچھہ کی جانب روانہ ہوئے وہاں بابا کمال جو جوگی تھے مشرف باسلام ہوئے اور اولیائے کاملین سے ہوئے اس علاقہ کے بہت لوگ حضرت کے حلقہ ارادت میں داخل ہوئے بہرحال سید اشرف جہانگیر نے وہاں سکونت اختیار کی اور کئی عمارات، خانقاہیں حجرے اور دوسرے مقامات پر متعدد باغات کی بنیاد ڈالی۔ اور اس علاقہ کو روح آباد کے نام سے موسوم کیا۔ چنانچہ خود فرماتے ہیں۔

اشرف از دل بروں کن میل سمنان ∴ کہ روح آباد سمنا گشت مارا

روح آباد میں سکونت اختیار کرنے کے بعد آپ نے کئی مقامات کی سیر و سیاحت فرمائی کئی دفعہ حرمین شریفین کی زیارت کے لئے روانہ ہوئے۔

لطائف اشرفی میں مرقوم ہے کہ مکہ معظمہ کے ایک سفر میں شیخ بدیع الدین مدار آپ کے ہمراہ تھے بہرحال ان سیر و سیاحت آپ نے اکثر بزرگان وقت سے ملاقات کی۔ چنانچہ سلطان اولد سے روم میں اور شیخ عبد الرزاق کاشی سے کاشان میں ملاقات کی اسکے علاوہ دیگر مشائخین وقت سے ان کے مقامات مثلاً بغداد۔ مصر۔ یمن۔ شام۔ دمشق۔ نجف۔ روم۔ خراسان وغیرہ میں ملاقات کی۔ ماوراء النہر میں خواجہ بہاء الدین نقشبند کی خدمت میں کچھ عرصہ رہے اور انکے دست حق پرست سے خرقہ پہنا وہاں سے ترکستان روانہ ہوئے وہاں کے بزرگوں سے مل کر ملتان پہونچے وہاں کے بزرگوں کی صحبت سے مشرف ہوئے ہندوستان میں ولایت دکن آئے اور حضرت سید محمد حسینی گیسو دراز سے ملاقات کی سیر و سیاحت کرتے کرتے قصبہ گجرات پہونچے اس طرح آپ نے ربع مسکون کا دورہ کر سید علی ہمدانی کی رفاقت میں کیا جب کبھی سفر سے لوٹتے تو اپنے شیخ حضرت علاء الحق کی خدمت

میں حاضر ہوتے اور کچھ عرصہ تک آپ کے پاس رہتے اکثر اوقات بارہ روز آپ کی خدمت میں رہتے حضرت شیخ علاء الحق کی وفات کے بعد بھی بغرض زیارت سمنان گئے اور وہاں صاحب سجادہ شیخ نور قطب عالم بن شیخ علاء الحق سے ملاقی ہوئے۔ مختصر یہ کہ حضرت میر سید اشرف جہانگیر سمنانی نے تقریباً ایک سو سے زیادہ اصحاب سے نعمت فیض حاصل کیا جب آخر دفعہ حضرت مخدوم جہانیاں کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے جو نعمت چار سو سے زیادہ اولیاء کبار سے آپکو حاصل تھیں تمام انکے حوالہ کر دیں۔ الغرض اس گروہ میں ایسا کمال کسی اور کو حاصل نہ ہوا ایک روز آپ قصبہ روح آباد یعنی کچھوچھہ میں تشریف فرما تھے اور کئی بزرگان وقت بھی موجود تھے کہ علی نامی ایک قلندر پانچ سو قلندروں کے ساتھ آپکی محفل میں بے ادبانہ داخل ہوئے ہر چند سید اشرف نرمی سے پیش آئے لیکن اسکو حرف اعتراض کے علاوہ کچھ معلوم نہ تھا پوچھنے لگا کہ یہ خطاب جہانگیر کہاں سے ملا آپ نے اپنے شیخ کی جانب اشارہ کیا الغرض اس قلندر نے کئی لایعنی باتیں کی آپ نے ہر چند اسکو دلائل علمی و حالی سے قائل کرنا چاہا لیکن سود مند نہ ہوا بات یہاں تک پہونچی کہ برہان طلب کرنے لگا اس وقت سید اشرف نے فرمایا کہ اے فلاں جہانگیر کیا میں تو جہانگیر ہوں۔ اسی مجلس میں وہ قلندر بیہوش ہو کر گر پڑا اور اسکی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی اسی طرح ایک دفعہ شہر بنارس میں علمائے ہند سے مباحثہ کی نوبت آئی آپ نے پتھر کے ایک بت کو زندہ کر دیا اور اس نے کلمہ توحید پڑھا کئی ہزار ہندو اس روز مسلمان ہو گئے جب آپکی عمر شریف سو سال سے زیادہ ہو گئی تو آپ نے روح آباد میں مستقل سکونت اختیار کر لی آپ نے عمارت روضہ کے صحن میں ایک حوض تیار کروایا۔ آج بھی پرندے اس حوض پر سے پرواز کرتے ہوئے پاخانہ نہیں کرتے اور اس حوض کا پانی گندہ نہیں ہوتا اس پانی سے آسیب زدہ اشخاص شفا پاتے ہیں اس کے بعد آپ پر بیماری کی علامات ظاہر ہوئیں انہی ایام میں شیخ نور قطب عالم سیر کناں یہاں تشریف لائے اور جونپور کے دیگر بزرگ بھی حاضر ہوئے شیخ نور الحق نے فرمایا کہ خدائے تعالیٰ آپ کو صحت دے کہ آپ خلق کی ہدایت فرمائیں۔ آپ نے کہا کہ بقاء صحت آپ کو مبارک ہو میں اپنے رفیق اعلیٰ سے ملنے والا ہوں بمصداق یوصل الحبیب الی الحبیب اور آپ نے یہ شعر پڑھا ؎

دل زمن عریاں شد جاں از خیال ٭ میحر آمد در ہنا بات وصال

بتاریخ ۲۳ محرم اس علاقہ کے تمام لوگ حاضر ہو گئے آپکی شرف بیعت سے مشرف ہوئے بعد

بعض اہل صفا نے خرقہ خلافت بھی پایا اسکے بعد آپ نے فرمایا کہ اینٹ کی قبر تیار کرو اور اسکا عرض وطول بتا دیا۔ جب قبر تیار ہو گئی تو ہاتھ میں چند سادہ کاغذ لے کر آپ قبر کے پاس گئے اور ایک رات اور ایک دن وہاں رہے اور واقعات قبور اور دیگر مقامات عالیہ کی روداد قلمبند کیں۔ چنانچہ یہ تمام احوال رسالۃ القبریہ میں موجود ہیں آپ نے فرمایا جو کوئی میری مرقد پہ بخلوص تمام آئے گا انشاء اللہ تعالیٰ ہرگز نامراد نہ لوٹے گا اور اکثر رجال اللہ ہو جائیں گے اور میرے فیض سے مستفیض ہونگے۔ چنانچہ یہ صورتحال اب تک اہل بصیرت دیکھ سکتے ہیں۔

اسی وجہ سے صاحب مرآۃ الاسرار لکھتے ہیں کہ جب اس فقیر نے کئی رجال اللہ اور حضرت خضر علیہ السلام کو دیکھا تو حضرت خواجہ بزرگ نے اشارہ کیا کہ میر سید اشرف کی مزار پر جاؤ وہاں تمہاری مراد پوری ہوگی اس کمترین نے پوچھا کہ وہاں جانے کی کیا شرط ہے آنحضرت نے فرمایا کہ باری حق سبحانہ تعالیٰ نے ہر مقام کو ایک خاصیت اور برکت عطا کی ہے اور ہر کشود کار کے لئے ایک وقت معین کیا گیا ہے لہذا چاہیئے کہ اسی وقت اس مقام پر پہونچے تاکہ اس عطا اور فیض سے مستفیض ہو سکے۔ پھر شیخ عبدالرحمٰن چشتی وہاں جاکر انواع فیض سے بہرہ مند ہوئے الغرض ۲۷ ماہ مذکور کو اپنے فرزند وہبی حاجی سید عبدالرزاق کو جو حضور غوث الثقلین کی اولاد سے تھے خرقہ خلافت عطا کیا اور انکو اپنا جانشین قرار دیا نماز ظہر کے بعد مردانہ میں بحالت ذوق تشریف فرما ہو کر قوالوں کو طلب کیا اور سماع سنا ایک مطرب نے حضرت سعدی کا ایک شعر پڑھا آپ نے بھی غلبۂ شوق میں اسکی مطابقت میں یہ شعر پڑھا ؎

گر بدست تو آمدست اجلم ٭ قدر میدانی اے حبیبہ قلم

آپ نے یہ ابیات بھی پڑھی ؎

خوب تر زیں دگر نباشد کار ٭ یار خنداں رود بجانب یار
سیر بند جاں جاناں را ٭ جاں سپارد نگار خستہ انرا
نیک را گر بکار بر گیرد ٭ تا قیامت بخواب در گیرد

الغرض آپ نے عین حالت مشاہدہ میں جان جان آفریں کے سپرد کی آپکی تاریخ وصال ۲۸ محرم ۸۰۸ھ ہے یہ سلطان ابراہیم شرقی کا زمانہ سلطنت تھا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ آپکی مزار مبارک روح آباد عرف کچھوچھہ شریف میں واقع ہے سلطان مذکور جونپور کے سلاطین شرقیہ کا پہلا بادشاہ تھا وہ مرد پہلے خواجہ سرا تھا اور اسکا نام سرور تھا سلطان محمد بن سلطان فیروز شاہ نے اسکو خواجہ جہاں

بیخودی طاری ہو جاتی۔ ایک دفعہ حجاز کے ارادہ سے شیراز پہونچے وہاں کے ایک صاحب کمال جو آپ سے نسبت اخلاص رکھتے تھے کسی مرض میں مبتلا تھے۔ خواجہ حسن عطار جب وہاں پہونچے تو انکو شفا ہو گئی اور خود خواجہ بیمار ہو گئے اس بیماری سے آپ کا انتقال ہو گیا۔ آپ کا جسد مبارک وہاں سے توجغانیان لایا گیا جہاں آپ کے پدر بزرگوار کا مدفن ہے۔ آپ کی وفات شب عید قربان میں ۸۲۶ھ بزمانہ سلطنت مرزا شاہ رخ بن امیر تیمور واقع ہوئی توجغانیان میں اپنے پدر بزرگوار کے پہلو میں مدفون ہوئے۔ رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ۔

ذکر شریف

زبدۂ ابرار قدوۂ اخیار خواجہ یوسف بن خواجہ حسن عطار
رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

کہتے ہیں کہ ایک روز شیخ بہاء الدین عمر نے حضرت خواجہ کی مجلس میں کہا کہ بعض اکابر طریقت ذکر کے دوران حبس نفس کیا کرتے ہیں اور اسکو ذکر کی شرط سمجھتے ہیں۔ حالانکہ حبس دم جوگیوں کا طریقہ ہے اور ہمارے مشرب میں شرط ذکر حضور نفس سے ہے نہ کہ حبس نفس۔ جب یہ بات خواجہ یوسف عطار کے علم میں آئی تو آپ نے شیخ بہاء الدین عمر کے نام ایک مکتوب تحریر کیا کہ میں نے سنا ہے کہ تم حبس نفس کا انکار کرتے ہو اور کہتے ہو کہ کسی مشائخ طریقت نے یہ عمل نہیں کیا حالانکہ تحقیق سے ثابت ہے کہ خواجہ بہاء الدین نقشبند اور آپ کے خلفاء حبس دم کے ساتھ ذکر کیا کرتے تھے۔ تم کس طرح اس کا انکار کرتے ہو انہوں نے جواب میں لکھا کہ میرا مقصد اس طریقہ کا انکار نہ تھا۔

خواجہ یوسف کے ایسے کئی کمالات ہیں آپ کا سلسلہ ولایت تا حال جاری ہے آپکے خلفا مانند حضرت عبدالرزاق۔ مولانا ابوسعید۔ خواجہ عبید اللہ اصفہانی۔ شیخ عمر۔ مولانا احمد۔ میر سید اشرف جرجانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کا تذکرہ رشحات میں مرقوم ہے یہ تمام حضرات صاحب ارشاد اور مقام تکمیل پر فائز تھے۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم۔

کلمات طیبات بے شمار ہیں ۔

صاحب رشحات تحریر کرتے ہیں کہ خواجہ نقشبند کی وفات کے بعد انکے تمام اصحاب خواجہ علاء الدین عطار کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوئے خواجہ علاء الدین عطار کی وفات بعد نماز عشاء بتاریخ ۲۰ رجب ۸۰۲ھ کو بزمانہ سلطنت امیر تیمور صاحب قران واقع ہوئی۔ آپ ماوراء النہر میں بمقام قوچغانیان مدفون ہوئے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

ذکر شریف

قبلۂ ابرار، کعبۂ انوار خواجہ حسن عطار بن علاء الدین عطار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

کہتے ہیں کہ آپ صورتاً اور سیرتاً اپنے پدر بزرگوار کے حقیقی جانشین و خلیفہ تھے اور حضرت خواجہ نقشبند کے نواسے تھے ایام طفلی میں حضرت نقشبند کے منظورِ نظر تھے۔

صاحب رشحات رقمطراز ہیں کہ ایک روز خواجہ حسن ہم عمر بچوں کے ساتھ باغبانی میں مصروف تھے آپ ایک بچھیرے پر سوار تھے اس اثناء میں خواجہ بہاء الدین نقشبند وہاں آ پہونچے اور آپ نے فرمایا کہ بہت جلد یہ لڑکا سوار ہوگا اور بادشاہان وقت اس کے ہمرکاب ہونگے چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ جب خواجہ حسن عطار خراساں روانہ ہوئے تو بادشاہ خراساں مرزا شاہ رخ بن امیر تیمور نے ایک اونٹ انتہائی عقیدت سے پیش کرکے خواہش کی کہ آپ اس پر سوار ہوں اور خود ایک ہاتھ سے اونٹ کی رکاب اور دوسرے ہاتھ سے اسکی عنان لئے آپ کو سوار کیا اونٹ نے تیزروی اختیار کی تو مرزا نے اسی طرح رکاب تھامے ہوئے دوڑنا شروع کیا اور جب اونٹ کی رفتار کم ہوئی تو وہ ٹھیر گیا اور بیٹھ گیا اور اس وقت آپ کو حضرت خواجہ نقشبند کی پیشین گوئی یاد آئی۔

صاحب نفحات تحریر فرماتے ہیں کہ آپ صاحب جذب قوی تھے جسکو چاہتے اپنی طرف کھینچ لیتے اور تصرف فرماتے اور اسکو عالم شعور سے عالم بیخودی میں پہونچا دیتے ماوراء النہر اور خراساں میں آپکی شہرت ہوگئی جو کوئی آپ کی دست بوسی کرتا تو وہ قدموں میں گر جاتا اور اسیر

کو پہونچے حضرت میر سید اشرف جرجانی آپ کے اصحاب سے تھے وہ بارہا فرماتے تھے کہ جب تک مجھے زین الدین بن علی کلاہ باری کی صحبت نہ ملی تھی رفض سے نجات نہ ملی تھی۔ شیخ مذکور شیراز کے رہنے والے تھے اور تین واسطوں سے ان کا سلسلہ شیخ الشیوخ تک پہونچتا ہے۔

وہ یہ بھی کہا کرتے تھے کہ جب تک میں نے خواجہ علاء الدین عطار کی صحبت نہ پائی تھی خدا کو نہ پہچانا تھا اور رشحات میں مرقوم ہے کہ علمائے بخارا میں بچشم سر رویت باری تعالیٰ کے مسئلہ پر اختلاف پیدا ہوا یہ تمام حضرت خواجہ علاء الدین عطار کے معتقد تھے چنانچہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ مسئلہ پیش کیا خواجہ نے منکرین رویت سے فرمایا کہ مسلسل تین روز تک میرے پاس آؤ ہمہ تن گوش بر آواز اور مہر بر لب رہو انہوں نے ایسا ہی کیا کہا جاتا ہے کہ تیسرے روز یہ جماعت بیخود ہو گئی اور زمین پر لوٹنے لگی ہوش میں آنے کے بعد اس پر ایمان لائے کہ رویت حق برحق ہے۔ آپ کے بعض کلمات قدسیہ خواجہ محمد پارسا نے جمع کئے تھے۔

صاحب نفحات نے ان کا انتخاب کیا ہے ان کے منجملہ چند یہاں نقل کئے جاتے ہیں۔

فرماتے ہیں کہ ہمیشہ عنایت ازلی کو پیش نظر رکھنا اور بلاوجہ اس سے غافل نہ ہونا چاہیئے۔ اور اس سے بے نیازی نہ برتنی چاہیئے۔ اور استغنائے حقیقی اور استغراق خاموشی کا ظہور تین حالتوں سے خالی نہیں ہوتا جسکی نگہبانی ضروری ہے۔ جو مشاہدات احوال دل پر ظاہر ہوں بیرونی خطرات سے انکو محفوظ رکھنا چاہیئے۔ اور ہر وقت خطرات نفسانی کی نفی کرنی چاہیئے۔ علامات خودی خود سے بے خبری ہیں۔ غیبت با خود اور حضور با حق بقدر عشق ہوتے ہیں یہ ہر دو صفات خود سے بیگانگی اور معشوق کے مشاہدہ سے حاصل ہوتی ہیں جب ابتداءً ملک اور ملکوت طالب سے پوشیدہ ہوتے ہیں تو وہ مقام فنا میں ہوتا ہے۔ جب ہستی سالک خود سالک سے نہاں ہو جائے تو یہ مقام فناء الفنا ہے۔ جب ذکر خفی کیا جاتا ہے تو وہ دل سے کیا جانا چاہیئے اور اس سے زیادہ اظہار کی چنداں ضرورت نہیں۔ ایک نہیں تین مرتبہ اس طرح کہنا چاہیئے کہ سیدھی جانب سے لا الہ الا اللہ کا آغاز ہو اور پھر بائیں جانب محمد الرسول اللہ کی ضرب لگائے ہو سکے تو نو دفعہ اس طرح عمل کرے اگر پندرہ دفعہ کیا جائے تو مستحسن ہے سیر و سیاحت کرنی چاہیئے اور مشائخین کبار کے مزارات کی زیارت کرنی چاہیئے اور ان سے اسقدر فیض حاصل کیا جانا چاہیئے کہ ان بزرگوں کی صفات خود میں بھی پیدا ہو جائیں طریقۂ مراقبہ اثبات و نفی سے اعلیٰ ہے۔ الغرض آپ کے کمالات، خوارق عادات اور

کا خطاب دیا تھا اور سلطان محمود بن محمد بن فیروز نے سلطان الشرق کا خطاب دیکر اسے سنہ ۷۹۰ھ میں ولایت جونپور روانہ کیا تھا سلطان فیروز شاہ نے شہر جونپور کی بنیاد ڈالی تھی اور اسے اپنے نام سے منسوب کیا تھا اس کا اصلی نام سلطان محمد تغلق ملک جونہ تھا اس بناء پر جونپور نام رکھا گیا۔ جب دولت خاندان فیروز شاہی روبزوال ہوئی تو سلطان ابراہیم شرقی نے علم سلطنت بلند کیا اسکے بعد اپنے پروردہ فرزند سلطان مبارک شاہ کو اپنا قائم مقام بنایا اسکی تفصیل کتب تواریخ شاہی میں مرقوم ہے سلاطین شرقیہ کا سلسلہ چند واسطوں تک باقی رہا اور سلطان حسین شرقی پر سنہ ۸۸۱ھ میں ختم ہو گیا اسکے بعد جونپور شاہان دہلی کے تصرف میں آ گیا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

ذکر شریف

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

فارغ از اندیشۂ اغیار، گنجینۂ کشف اسرار، مقتدائے اوقت خواجہ علاء الدین عطار

آپ کا نام محمد بن محمد البخاری ہے آپ کبار سلسلہ نقشبندیہ سے تھے شان رفیع اور ہمت بلند کے حامل تھے آپ حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند کے مرید و خلیفہ تھے اور ان سے شرف دامادی بھی حاصل تھا۔ حضرت خواجہ بہاء الدین کو نرینہ اولاد نہ تھی آج تک آپ کا سلسلہ نسب آپ کی صاحبزادی سے جاری ہے آپ کی ایک اور صاحبزادی تھیں جو امیر ابو الخیر ترکستانی کے حبالہ عقد میں گئی تھیں اپنے عالم فانی سے سفر آخرت کے وقت امیر مذکور کو اپنا جانشین نامزد کیا تھا۔ چنانچہ آج ان کی اولاد بخارا میں آستانہ حضرت نقشبند کی خدمت گذار ہے خواجہ علاء الدین عطار سے خواجہ نقشبند نے اشارۂ باطنی اپنی صاحبزادی منسوب کی تھی اور بکمال مہربانی سے انکی تربیت بھی فرمائی تھی یہاں تک کہ وہ مرتبہ تکمیل و ارشاد پر پہونچ گئے۔

صاحب نفحات تحریر کرتے ہیں کہ حضرت خواجہ نے اپنی زندگی میں کئی طالبان حق کی تربیت انکے ذمہ کی تھی اور فرمایا تھا کہ علاء الدین جتبلی نے میرا بوجھ ہلکا کر دیا بے شک ان سے انوار ولایت اور آثار ہویت علی وجہ الاتمام والاکمل آشکار ہیں۔ اور ان کی صحبت اور تربیت سے اکثر طالبان حق مرتبۂ کمال

ذکر شریف

آشنائے بحر توحید و صفا قبلۂ ارباب جود و عطا حضرت خواجہ محمد بن محمود پارسا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ حافظ بخارا اور خواجہ بہاء الدین نقشبند کے اصحاب کبار سے تھے شان بزرگ حال بلند اور کرامات وافر کے حامل تھے سلسلہ نقشبندیہ میں اسرار حقانی اور معارف توحید کے بیان میں کوئی آپ کا ہم پایہ نہ تھا۔ محبت اہل بیت رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بے اختیار تھے جیساکہ آپکی تصنیف فصل الخطاب سے ظاہر ہے۔

صاحب نفحات تحریر فرماتے ہیں کہ خواجہ نقشبند نے اپنے اصحاب کے سامنے آپ سے مخاطب ہو کر فرمایا تھا کہ جو کچھ حق اور امانت مجھے خلفائے خاندان خواجگان سے اور اپنے کسب سے حاصل ہوئے ہیں وہ میں نے تمہیں عطا کیا اور مرض آخر میں جبکہ آپ حاضر نہ تھے اپنے اصحاب سے حضرت خواجہ نے فرمایا کہ ہمارے ظہور کا مقصد انکا وجود ہے کہتے ہیں کہ خواجہ نے آپ کو ذکر خفی کی تلقین کی تھی خواجہ نقشبند کے انتقال کے بعد آپ ان کے مسند ارشاد پر متمکن ہوئے ایک عالم آپکے فیض تربیت سے مستفیض ہوا اور انکی اکثیریت درجہ تکمیل و ارشاد تک پہونچی۔

صاحب رشحات رقمطراز ہیں کہ جبوقت مرزا خلیل بن میران شاہ بن امیر تیمور سمرقند کا حاکم تھا اور مرزا شاہ رخ بن امیر تیمور خراسان کا والی سلطنت تھا خواجہ محمد پارسا کبھی کبھی اہل اسلام کی حالت بیداری کیلئے مرزا شاہ رخ کو خطوط لکھا کرتے تھے یہ بات مرزا خلیل کو بہت ناگوار گزرتی تھی بالآخر یہ حد اتنا بڑھا کہ مرزا خلیل نے ایک قاصد کو بخارا روانہ کیا تاکہ خواجہ محمد پارسا کو جانب دمشق روانہ کر دیا جائے خواجہ نے کہا کہ میں پیروں کی مزارات کا طواف کرکے روانہ ہو جاؤنگا اسی وقت گھوڑا طلب کیا اور اس پر سوار ہو گئے پہلے قصر عارفان میں حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند کی زیارت کے لئے گئے اور وہاں سے شاداں و فرحاں باہر نکلے اسکے بعد موضع سوخار میں امیر کلال کی زیارت سے بہرہ مند ہوئے اسکے بعد گھوڑے پر سوار ہو کر تازیانہ لگایا اور خراسان کا رخ کرکے یہ بیت پڑھی ؎

ہمہ را زیر و زبر کن نہ زبر ماند نہ زیر ٭ تا بدانند کہ امروز درمیان کیست

وہاں سے اپنے گھر آئے اس زمانہ میں مرزا شاہ رخ نے عَلَم مرزا خلیل کی جانب روانہ کر کے کہلا بھیجا کہ مقام جنگ کا تعین کرو میں بہت جلد پہونچ رہا ہوں اسکے بعد مرزا شاہ رخ نے مرزا خلیل پر حملہ کیا اور اسے قتل کر دیا اس طرح کے آپکے کئی خوارق عادات مشہور ہیں جب آپکی عمر شریف (۷۰) سال سے تجاوز کر گئی تو آپ طواف حرمین شریفین کی غرض سے روانہ ہوئے مولا عبد الرحمٰن جامی فرماتے ہیں کہ جب آپ ولایت جام سے گذر رہے تھے تو میری عمر (۵۰) سال کی تھی میں نے اپنے والد کے ساتھ حضرت خواجہ کی قدمبوسی کا شرف حاصل کیا آپ نے کمال شفقت سے مجھے مہری عنایت فرمائی اب میری ساٹھ سال کی عمر ہو چکی ہے لیکن اب تک صفائی طبیعت آپکے نور سے میری آنکھوں میں موجود ہے۔ جب آپ مکہ معظمہ کی زیارت سے مشرف ہوئے اور ارکان حج تمام و کمال بجالائے تو مکہ ہی میں مرض میں مبتلا ہوئے اسی حالت میں اونٹ پر سوار ہو کر آپ مدینہ منورہ کی جانب روانہ ہوئے حضرت خواجہ عالم کی زیارت سے مستفیض ہو کر بتاریخ ۲۴ر ذی الحجہ ۸۲۲ھ بزمانہ سلطنت مرزا شاہ رخ بن امیر تیمور واصل بحق ہوئے۔ شیخ رکن الدین خوافی مصر سے سنگ سفید تراش کر لائے اور لوح مزار کے طور پر نصب کیا جس کے باعث آپ کا مزار دوسرے مزارات سے ممتاز و ممیز ہو گیا۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

ذکر شریف

قدوۂ ارباب کبریٰ، زبدۂ اصحاب عرفا، خواجہ ابو النصر پارسا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ کے والد ماجد حضرت خواجہ محمد پارسا تھے جنکا تذکرہ اوپر ہو چکا ہے آپ اپنے والد کے مرید تھے والد ماجد کے انتقال کے بعد ان کی مسند ارشاد پر متمکن ہوئے۔

چنانچہ صاحب نفحات تحریر کرتے ہیں کہ اگر کوئی آپ سے کوئی مسئلہ پوچھتا تو جوں ہی آپ کتاب کھولتے اسی مقام پر اس مسئلہ کا جواب برآمد ہوتا ایک دو ورق بھی الٹنے کی ضرورت پیش نہ آتی

صاحب مراۃ الاسرار لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ مجلس دعا میں شیخ اکبر شیخ محی الدین ابن علی العربی اور انکی تصنیفات کا ذکر ہوا آپ نے اپنے والد سے یہ روایت کی کہ وہ فرماتے تھے کہ فصوص جان ہے اور فتوحات دل۔ اور یہ بھی فرماتے تھے کہ جو فصوص اچھی طرح پڑھ لے تو اس میں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت کا داعیہ قوی پیدا ہو جاتا ہے۔ سبحان اللہ اپنے وقت کے بعض ارکان سلسلہ نقشبندیہ سے آپ کی ملاقات ہوئی جو حضرت شیخ اکبر اور انکی تصنیفات کے بشدت منکر تھے انہوں نے خود اپنے پیروں کے عقائد کا مطالعہ نہیں کیا تھا الغرض خواجہ ابو النصر پارسا کے کمالات اظہر من الشمس تھے جو حیطۂ تحریر سے باہر ہیں۔ آپ کی وفات ۸۶۵ھ میں واقع ہوئی اور آپ بلخ میں مدفون ہوئے رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ۔

ذکر شریف

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

صاحب ارباب وجدانی، قدوہ ابرار پنہانی، قبلہ وقت خواجہ علاء الدین عجدوانی

صاحب نفحات نقل کرتے ہیں کہ آپ حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند کے اکمل اصحاب سے تھے۔ حضرت خواجہ کے ایما پر آپ حضرت خواجہ محمد پارسا کی خدمت میں رہا کرتے تھے۔ آپ کو استغراق تام حاصل تھا اور آپ نہایت شیریں گفتار تھے کبھی ایسا ہوتا کہ اثنائے کلام میں بیخود ہو جاتے۔ ایک دفعہ خواجہ محمد پارسا عازم حرمین شریفین ہوئے تو آپکو بھی اپنے ہمراہ لے گئے۔ اکابر سمرقند سے ایک بزرگ نے خواجہ سے استدعا کی کہ علاء الدین بہت ضعیف ہو چکے ہیں ان سے کچھ کام نہیں ہوتا اگر انکو اس سفر سے معذور رکھا جائے تو مہربانی ہوگی۔ خواجہ نے فرمایا کہ ان سے مجھے کچھ کام نہیں ہے بجز اسکے کہ میں ان کو دیکھتا رہوں کیونکہ ان کے دیدار سے حضرت عزیزاں یاد آتے ہیں آپ کا سن وفات نظر سے نہیں گذرا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

ذکر شریف

موصوف بصفات جنید و کرخی، مقتدائے ارباب غربی و شرقی، شیخ وقت خواجہ یعقوب چرخی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

صاحب نفحات تحریر فرماتے ہیں کہ آپ کا وطن چرخ تھا جو غزنی کا ایک دیہات ہے تحصیل علوم کے بعد خواجہ نقشبند کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بیعت و ارادت کی استدعا کی خواجہ نے فرمایا کہ میں خود سے کوئی کام نہیں کرتا اگر تم کو قبول کر لیا جائے تو میں بھی قبول کر لوں گا۔ خواجہ یعقوب چرخی کہتے ہیں کہ مجھ پر اس شب سے زیادہ سخت تر اور کوئی شب نہیں گذری جب صبح کو حضرت خواجہ کی خدمت میں پہونچا تو آپ نے فرمایا کہ تم کو قبول کر لیا گیا لیکن تمہیں علاؤالدین عطار کی صحبت میں رہنا ہوگا بعد ازاں مجھے آپ نے اپنے حلقۂ ارادت میں شامل کیا اور اذکار و اشغال کی تلقین فرمائی میں کچھ عرصہ تک آپ کی خدمت میں رہا یہاں تک کہ آپ نے مجھے سفر اور ارشاد کی اجازت عطا فرمائی اسکے بعد میں جانب بدخشاں روانہ ہوا لکھتے ہیں کہ خواجہ یعقوب بہاؤالدین نقشبندی کی وفات کے بعد حضرت علاؤالدین عطار سے وابستہ ہوئے اور ان کی خدمت میں حصول نعمت فرمایا یہاں تک کہ آپ مرتبۂ تکمیل و ارشاد تک پہونچ گئے جبتک کہ خواجہ علاؤالدین عطار بقید حیات رہے آپ انکی خدمت سے علٰحدہ نہیں ہوئے اسکے بعد مسند ارشاد پر بیٹھے اور اپنے فیض سے خلق کو مستفیض کیا نوبت یہاں تک پہونچی کہ خواجہ ناصرالدین عبیداللہ احرار جیسے باکمال بزرگ نے آپکی آغوش تربیت میں پرورش پائی۔

نفحات میں خواجہ عبیداللہ احرار سے مروی ہے کہ میں ہرات میں تھا کہ حضرت خواجہ یعقوب چرخی سے ملنے کا اشتیاق پیدا ہوا میں نے ولایت چغانیان کا رخ کیا بہت محنت و مشقت کے بعد وہاں پہونچا جب مولانا کی صحبت سے مشرف ہوا تو دیکھا کہ آپ کے روئے مبارک پر چیز دھبے ہیں جو میری نفرت کا باعث ہوئے انہوں نے مجھ سے درشت لہجہ میں بات چیت کی جس سے میرا باطن ان سے منقطع ہو گیا اور مجھے مایوسی ہونے لگی بہت رنجیدہ خاطر ہو گیا دوسری دفعہ پھر آپکی مجلس میں پہونچا اس دفعہ مجھ سے اسقدر صفت محبوبیت سے پیش آئے کہ ایسا محبوب کسی اور کو نہ دیکھا تھا۔ اسوقت

آپ مجھے ایک عزیز کی صورت سے مشابہ نظر آئے جس سے مجھے بہت محبت تھی اس عزیز کو دنیا سے گزر کر ایک عرصہ ہوا تھا اسی وقت آپ نے وہ شکل و صورت ترک کر دی۔ اس عزیز سے میری مراد مولانا سعد الدین کاشغری ہیں پھر خواجہ یعقوب نے فرمایا کہ جو طالب کسی عزیز کی صحبت میں آئے تو اسکو چاہیئے کہ خواجہ عبید اللہ کی طرح آئے جنہوں نے پہلے چراغ مہیا کیا پھر تیل اور فتیلہ فراہم کیا اور پھر اس چراغ کو روشن کیا۔

خواجہ عبید اللہ فرماتے ہیں کہ ایک روز خواجہ یعقوب چرخی نے مجھ سے پوچھا کہ تم خراسان میں تھے۔ تم نے سنا ہوگا کہ شیخ زین الدین خوافی اپنے مریدوں کے خوابوں کی تعبیر بیان کرتے ہیں میں نے کہا کہ بیشک ایسا ہی ہے اسی وقت آپ از خود غائب ہو گئے۔ حضرت کا طریقہ تھا وقفہ وقفہ سے آپ غائب ہو جاتے تھے جب حالت بیخودی سے واپس لوٹے تو یہ بیت پڑھی ؎

چوں غلام آفتابم ہمہ ز آفتاب گویم
نہ شبم نہ شب پرستم کہ حدیث خواب گویم

آپ کے کمالات اور خوارق عادات بے شمار تھے آپکا سب سے بڑا کمال یہ ہے کہ خواجہ عبید اللہ جیسے بزرگ آپ کے مرید اور خلیفہ تھے انکے احوال مناسب مقام پر تحریر کئے جائیں گے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

ذکر شریف

عارف دریا نوش، سالک ناہوش، مقتدائے وقت، مولانا نظام الدین خاموش رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ

آپ حضرت علاؤ الدین عطار کے کامل اصحاب سے تھے اور ابتدائے حال میں خواجہ بہاؤ الدین نقشبند کو بھی دیکھا تھا۔

صاحب نفحات تحریر فرماتے ہیں کہ آپ حضرت علاؤ الدین عطار کی خدمت میں حاضر ہونے سے پہلے انواع و اقسام کی ریاضتوں میں مشغول رہے اور تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب کے لئے سعی بلیغ کی تھی۔ جب پہلی دفعہ حضرت علاؤ الدین عطار کی خدمت میں حاضر ہونے کا ارادہ کیا تو حضرت خواجہ نقشبند کے ایک مصاحب آپکے برابر بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے کہا کہ مولانا نظام الدین پر گراں گذری

جب حضرت خواجہ علاؤالدین عطار کے روبرو حاضر ہوئے خواجہ نے بھی وہی بات کہی لیکن اس دفعہ یہ بات ان کے دل پر گراں گذری اس کے بعد آپ نے حضرت خواجہ علاؤالدین عطار سے تربیت پائی اور مرتبہ کمال وارشاد پر پہونچ گئے آپ صاحب استغراق اور حال قوی تھے ۔

صاحب نفحات یہ بھی لکھتے ہیں کہ ایک روز خواجہ علاؤالدین عطار خواجہ محمد علی حکیم ترمذیؒ کی زیارت کے لئے گئے خواجہ نظام الدین فرماتے ہیں کہ میں حضرت خواجہ کے ساتھ نہیں گیا اور جہاں تھا وہیں سے روحانی طور پر متوجہ ہو گیا تو دیکھا کہ حکیم ترمذیؒ کی روح موجود نہیں ہے جب حضرت خواجہ انکی مزار پہ پہونچے تو یہ حال دیکھا اور اسکی وجہ سمجھ کر چاہا کہ واپس لوٹ جائیں اور مراقب ہو کر مجھ پر تصرف کریں میں بھی مراقب ہوا اور اپنے وجود کو کبوتر کی انند پایا اور حضرت خواجہ کو شہباز کی مانند دیکھا جو میرے پیچھے پرواز کر رہے ہیں میں جس طرف بھاگتا وہ میرا پیچھا کرتے بالآخر میں مضطرب ہو گیا۔

اور حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روحانیت کی پناہ لے لی اور آپ کے آستانۂ پُرانوار کے تصور میں گم ہو گیا اسکے بعد خواجہ کو تصرف کی مجال باقی نہ رہی غیرت سے آپ بیمار ہو گئے اور کوئی آپکی بیماری کی وجہ نہ سمجھ سکا چند روز کے بعد صحت حاصل ہوئی دوسری دفعہ مولانا نظام الدین کے ہمراہ خواجہ محمد علی ترمذیؒ کی زیارت کے لئے حاضر ہوئے اور حضرت محمد علی ترمذیؒ کی روحانی شفاعت سے مولانا کی تقصیر سے درگذر کیا اور مہربان ہو گئے آپکے کمالات اور خوارق عادات بہت ہیں رحمۃ اللہ علیہ۔

ذکر شریف

خواجۂ سروری قبلہ رہبری قدوۂ وقت خواجہ مولانا سعد الدین کاشغری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ حضرت خواجہ نظام الدین خاموشی کے کامل اصحاب سے تھے ابتدائے حال میں تحصیل علوم میں منہمک رہے جمیع علوم صوری میں بھی آپ کو کمال حاصل تھا جب طریقۂ باطنی کا داعیہ پیدا ہوا تو آپ نے تجرید وتفرید کی زندگی اختیار کی اور حضرت مولانا نظام الدین خاموشی کی خدمت سے وابستہ ہو گئے اور ان کے فیض تربیت سے مرتبہ ارشاد کو پہونچ گئے آپ پر استغراق غالب رہتا تھا لیکن کوئی

اس کیفیت سے واقف نہ تھا لوگ سمجھتے تھے کہ آپ حالت خواب میں رہتے ہیں۔

چنانچہ صاحب نفحات فرماتے ہیں کہ جب پہلے میں آپ سے وابستہ ہوا تو اس وقت میں جامع مسجد میں بیٹھا تھا۔ آپ پر حسب عادت حالت استغراق طاری ہوئی مجھے یہ گمان ہوا کہ آپ پر نیند غالب ہوئی ہے لہذا میں نے التماس کیا کہ اگر آپ کچھ دیر آرام فرمائیں تو بہتر ہوگا۔ آپ مسکرانے لگے اور فرمایا شاید تمکو اس کا یقین نہیں ہے کہ مجھے سونے کے علاوہ اور بھی مصروفیات ہیں۔

الغرض آپ کے کمالات اور خوارق عادات بہت ہیں اور رشحات میں تفصیل سے مذکور ہیں آپ کا کونسا کمال اس سے زیادہ ہوگا کہ مولانا نورالدین عبدالرحمٰن جامی جیسی شخصیت آپ کے حلقہ ارادت وخلافت میں شامل تھی آپکی وفات بتاریخ ۷ جمادی الثانی ۸۶۰ھ کو واقع ہوئی۔ رحمۃ اللہ علیہ

ذکر شریف

ذاکر اسم ہو اللہ الکافی، صوفی صافی قطب ولایت شیخ زین الدین ابوبکر الخوافی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ گروہ محققین کامل سے تھے آپکی شان اس درجہ بلند تھی کہ خواجہ محمد پارسا کے آپ منظور نظر تھے آپ کو حضرت شیخ نورالدین عبدالرحمٰن مصری سے بیعت و تربیت حاصل تھی اور انکو شیخ جمال الدین یوسف کورانی سے ان کو شیخ نجم الدین محمود اصفہانی سے انکو عبدالرحمٰن نطری سے ان کو حضرت شیخ علی مرعش شیرازی سے بیعت و ارادت حاصل تھی۔ جو حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی کے بزرگ ترین خلفا سے تھے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم۔

صاحب نفحات تحریر کرتے ہیں کہ شیخ زین الدین جامع علوم ظاہری و باطنی تھے ابتداء سے انتہاء تک آپ متبع شریعت و سنت نبویہ رہے جو آپ کی سب سے بڑی کرامت ہے۔ حضرت شیخ نورالدین عبدالرحمٰن مصری نے آپ کی تربیت فرمانے کے بعد محققین کے ایک گروہ کے سامنے آپکو اجازت نامہ دے کر سرفراز فرمایا اور مرتبہ ارشاد پر پہونچا کر آپ کو ولایت خراسان تفویض کی جو آپکا وطن مالوف تھا۔ اس کے بعد سے آپ خراسان میں تربیت مریدین میں مشغول ہوگئے اور بہت شہرت پائی

شیخ زین الدین خوافی فرماتے ہیں کہ شیخ نورالدین نے جو اجازت نامہ مجھے عطا فرمایا تھا گم ہو گیا کئی سال بعد میں جب مصر پہونچا تو شیخ کی وفات ہو چکی تھی جب شیخ کے خلوت خانہ میں داخل ہوا تو بلا تگ و دو مجھے اپنا اجازت نامہ مل گیا ۔

آپ یہ بھی فرماتے ہیں کہ جب میں مصر پہونچا اور وہاں سے بغداد آیا تو وہ ٹوپی جو شیخ نورالدین نے مجھے عنایت کی تھی میرے سر پہ تھی ۔ سید تاج گیلانی سے اتفاقاً ملاقات ہوئی انھوں نے وہ ٹوپی مجھ سے طلب کی حسب اقتضای فقیر و درویشی فوراً میں نے ان کے حوالے کر دی خواب میں دیکھا کہ وہ ٹوپی مجھ سے استغاثہ کر رہی ہے اور ان بزرگوں کے نام گنا رہی ہے جن سے سلسلہ بسلسلہ مجھ تک پہونچی تھی اور کہہ رہی ہے کہ میں فلاں فلاں کے سر پہ رہی اور اب تم نے مجھے ایک گدھے کے سر پہ رکھ دیا جو شراب پینے میں مشغول ہے جب میں انکے گھر پہونچا تو دیکھا کہ وہ مست پڑے ہوئے ہیں اور ٹوپی انکے سر پہ ہے ایک رفیق نے وہ ٹوپی ان کے سر سے اتار کر میرے حوالے کر دی ۔

نفحات اور اسکے حاشیہ میں لکھا ہے کہ آپ درس و تدریس میں مشغول تھے کہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو دیکھا کہ آپ فرما رہے ہیں کہ فصوص کا درس دو آپ نے عرض کیا یارسول اللہ فرعون کے بارے میں کیا کہوں فرمایا جو کچھ لکھا ہے وہی کہو ۔ آپ نے کہا وجود کے بارے میں کیا فرماتے ہیں فرمایا کیا تم نے فصوص میں نہیں دیکھا کہ خلق میں وجود خلق ہے اور حق میں وجود حق ہے ۔

الغرض آپ بیشمار کمالات اور خوارق عادات کے حامل تھے آخر حیات میں تین شب و روز آپ بے خود رہے آپکی وفات ۲ر شوال ۸۳۸ھ کو بزمانہ سلطنت مرزا شاہ رخ بن امیر تیمور قریہ بلبین میں جو ہرات کے توابع سے تھا واقع ہوئی ۔ وہاں سے آپ کو درویش آباد لایا گیا اور آپ جوار عیدگاہ میں مدفون ہوئے ۔ کہتے ہیں کہ مولانا شیخ زین الدین ابوبکر تایبادی حضرت شیخ زین الدین الخوافی سے مقدم تھے وہ بھی صاحب کمال و عالی مقام تھے ۔ بحسب ظاہر مولانا نظام الدین ہروی کے شاگرد تھے اور بحسب باطن حضرت شیخ احمد جام کی روحانیت سے سلسلہ اویسی میں مستفید تھے ۔ حاصل کلام یہ کہ خواجہ بہاؤالدین نقشبند نے ان کو دیکھا تھا وہ شیخ وقت تھے ۔ امیر تیمور صاحب قران مولانا کا مرید تھا ۔ انکی وفات بزمانہ سلطنت امیر تیمور بتاریخ ۲۹ر محرم ۷۹۱ھ کو واقع ہوئی ۔ وہ تایباد میں مدفون ہوئے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما ۔

ذکر شریف

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

شیخ سراج الدین عالم بن قوام الدین ملتانی

آپ حضرت شیخ زین الدین خوافی کے اصحاب کاملین سے تھے جب شیخ واصل بحق ہوگئے تو ان کی وصیت کے مطابق شیخ سراج عالم کو جو کامل وقت تھے ان کا جانشین کیا گیا۔

کہتے ہیں کہ قوام الدین ملتانی سنجانی حضرت زین الدین خوافی کے ہم عصر تھے۔ صاحب نفحات تحریر کرتے ہیں کہ آپ قریہ سنجان کی حکومت کے ملازم تھے یکایک جذبۂ الٰہی مستولی ہوا اور آپ نے اپنا مال ومتاع راہ حق میں لٹا کر طریق سلوک اختیار کیا آپ نے مولانا روم کی بعض غزلیات کا جواب لکھ کر اس کو ایک کتاب کی شکل دی جسکا نام بعنوان "المجانین" رکھا اس میں عجیب و غریب باتیں درج کی ہیں آپکی وفات ۸۲۰ھ میں واقع ہوئی رحمۃ اللہ تعالے علیہ

ذکر شریف

رحمۃ اللہ تعالے علیہ

مخزن اسرار، معدن ابرار، قبلۂ خاصان میر سید قاسم انوار

آپ کا اصلی وطن تبریز تھا ابتداءً آپ شیخ صدر الدین بن صفی الدین کے حلقہ ارادت سے منسلک تھے جن کا ذکر گذر چکا ہے بعد ازاں شیخ صدر الدین علی یمنی کی صحبت میں پہونچے جو شیخ اوحد الدین کرمانی کے اصحاب سے تھے۔

صاحب نفحات فرماتے ہیں کہ آپ کے متعلق دو فرقہ ہوگئے تھے ایک آپ کو ماننے والے اور دوسرے آپ کا انکار کرنے والے آپ کی جو یادگاریں ہیں ایک دیوان اشعار جو ایسے حقائق و اسرار پر مشتمل ہے جس سے انوار کشف و عرفان اور آثار ذوق و وجدان ظاہر ہوتے ہیں دوسرے وہ جماعت جو خود کو

آپ سے منسوب کرتی ہے آپ کے بیشمار مریدین ہیں ان کی اکثریت دائرہ اسلام سے خارج تھی شاید اس طائفہ کا یہی منشاء ہوگا کہ مشرب توحید غالب رہے اور جملہ امور میں یہی پیش نظر ہے چنانچہ کہا جاتا ہے کہ ؎

محقق را کہ وحدت در شہود است ٭ نخستین نظر بر نور وجود است

حاشیہ نفحات میں مرقوم ہے کہ خواجہ عبید اللہ احرار فرماتے تھے کہ جب کبھی میر سید قاسم کی خدمت میں حاضر ہوتا تو مجھے ایسا نظر آتا کہ پوری دنیا ان کے گرد گھوم رہی ہے اور ان میں جذب ہو رہا ہے۔

وہ یہ بھی فرماتے ہیں کہ سید مذکور حضرت نقشبند کو دیکھے ہوئے تھے ان کی صحبت سے مستفیض تھے اور ان کے طریق کے معتقد رہتے تھے اس سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ خود آپ بھی اس طریق کے پیرو تھے الغرض میر قاسم کے کئی کمالات تھے اور بے شمار کرامات و خوارق عادات آپ سے سرزد ہوئیں۔ آپکی وفات ۸۳۷ھ میں واقع ہوئی آپکا مرقد خرجام میں زیارتگاہ خاص عام ہے۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

ذکر شریف

عارف مقام بلندی، قبلہ خردمندی، شیخ کمال خجندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

صاحب نفحات کہتے ہیں کہ آپ بہت بزرگ تھے شعر و سخن آپ کا مشغلہ تھا اس سے آپکا مخصوص ستر حال تھا بلکہ ممکن ہے کہ اس سے آپکا مقصود یہ ہو کہ ظاہر پہ باطن غالب رہے۔ اور رعایت ظاہر سے عبودیت پہ کوئی اثر نہ پڑے۔ چنانچہ خود اپنے شعر میں فرماتے ہیں ؎

ایں تکلفہائی من از شعر من ٭ حکمتی از کار اجرائی منست

حاصل تحریر یہ کہ آپ ریاضات و مجاہدات میں ہمیشہ مشغول رہتے تھے ابدالوں کے مشرب کے موافق آپ کسی جانور کا گوشت استعمال نہیں کرتے تھے آپ سے کئی خوارق عادات ظاہر ہوئے۔

نفحات میں یہ بھی مرقوم ہے کہ تبریز میں آپ کا ایک زاویہ تھا جس میں آپ کا مقام خلوت تھا

جہاں بجز آپ کے کوئی دوسرا نہ جا سکتا تھا - آپ کی وفات کے بعد وہاں دیکھا گیا تو صرف ایک بوریا اور ایک پتھر نظر آیا جس سے آپ تکیہ کا کام لیتے تھے آپ کی وفات سنہ ۸۰۳ھ میں واقع ہوئی آپکا مرقد بھی تبریز میں واقع ہے آپکی لوح مزار پر یہ عبارت اور بیت کندہ ہے ؎

اللھم صل علیٰ محمد و علیٰ ال محمد و بارک وسلم

کمال از کعبہ رفتی بر در یار ٭ ہزارت آفریں مردانہ رفتی

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

ذکر شریف

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

صوفی صفا مشربی عارف حق مذہبی مولانا اعزالدین مغربی

صاحب نفحات سے مروی ہے کہ آپ حضرت شیخ اسمٰعیل کے مرید تھے اور وہ جب سیر و سیاحت کرتے ہوئے دریائے مغرب کے کنارے پہونچے تو وہاں ایک بزرگ سے خرقہ خلافت حاصل کیا جو اپنی نسبت حضرت شیخ اکبر سے رکھتے تھے آپ حضرت کمال خجندی کے معاصر تھے اور انکے ہم صحبت رہے جب شیخ کمال خجندی نے یہ مطلع کہا ؎

چشم گر اینست و ابرو ایں و ناز و عشوہ ایں ٭ الوداع اے زہد و تقویٰ الفراق اے عقل و دیں

جب مولانا مغربی نے یہ مطلع کسی سے سنا تو فرمایا کہ شیخ بہت بزرگ ہیں انکو چاہیئے کہ بجز معنیٔ حقیقی کے مجازی مضامین نہ کہا کریں اسکے بعد دونوں کی ملاقات ہوئی تو شیخ نے یہ مطلع پڑھا اور کہا کہ چشم عین ہے جس سے عین ذات مراد ہے اور ابرو حاجب ہے اس سے اشارہ حجاب ذات کیطرف ہے مولانا نے یہ سنکر تواضع سے داد دی - ایک دفعہ شیخ اسمٰعیل ستی نے اپنے مریدوں کو چلہ کشی کا حکم دیا مولانا کو بھی بلایا گیا مولانا نے یہ غزل لکھ کر روانہ کر دی ؎

ما مہر تو دیدیم ز ذرات گزشتیم ٭ از جملہ جہاں از پئے آں ذات گذشتیم

دیدیم کہ ایں باہمہ خواب است و خیالات ٭ مردانہ ازیں خواب و خیالات گذشتیم
باما سخن از کشف و کرامات چہ گوئی ٭ چوں ما ز سر کشف و کرامات گذشتیم
اے شیخ اگر جملہ کرامات تو آنست ٭ خوش باش کزیں جملہ کمالات گذشتیم
ایں بحر حقیقت ہمہ آفاق طریق اند ٭ ما در طلبش از ہمہ آفات گذشتیم
ما از پئے نورے کہ بود مشرب انوار ٭ از مغرب کوکب و مشکوٰت گذشتیم

جب شیخ نے یہ غزل سنی تو بہت خوش ہوئے بہت تعریف کی اور چلہ سے انہیں مستثنیٰ کر دیا آپکی علو شان آپ کی تالیف جام جہاں نما سے ظاہر ہے آپ نے (۱۰۶) سال کی عمر رخت ہستی موہوم کیا آپ کی وفات بزمانہ سلطنت مرزا شاہ رخ بن امیر تیمور ۸۰۹ھ میں واقع ہوئی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

ذکر شریف

مخزن انوار جلی، معدن اسرار علی، سلطان الفقراء میر سید نعمت اللہ ولی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ بزرگ ترین صوفیا سے تھے اور اپنے اجداد کرام کے قدم بقدم تھے آپ کو استغنائی تمام حاصل تھا۔ عارف ترین اہل صفا اور عالم و کامل وقت تھے آپ نے فصوص الحکم کی شرح لکھی تھی۔

صاحب تذکرۂ دولت شاہی رقمطراز ہیں کہ اکابر وقت سے آپ نے تربیت پائی تھی لیکن نسبت ارادت حضرت عبد اللہ یافعیؒ سے تھی آپ کا کشود کار کوہ صافؒ میں ہوا جو نواح بلخ میں واقع ہے وہ پہاڑ رجال اللہ کی قدم گاہ کی حیثیت سے مشہور ہے حضرت نعمت اللہ نے اس پہاڑ میں چالیس چلے کھینچے چنانچہ آپ اپنے اشعار میں فرماتے ہیں؎

ظاہرم اندر کہستاں باطنم در کوہ صاف ٭ صوفیان صاف را صد مرحبا باید زدن

صاحب مخازن المومنین تحریر کرتے ہیں کہ آپ امام عبد اللہ یافعیؒ کے مرید تھے لیکن شیخ صدر الدین شیرازی کے بھی ہم صحبت رہے آپ کا مشرب عالیہ تھا۔ حکام اور اہل دنیا کی جانب سے ہمیشہ آپکی خدمت میں ہدایا آیا کرتے تھے اور آپ استعمال نہیں فرماتے مرزا شاہ رخ بن امیر تیمورؒ نے آپ سے سوال کیا کہ

میں نے سنا ہے کہ آپ امراء کی بھیجی ہوئی نعمتیں مشتبہ کا تناول نہیں فرماتے اس میں کیا حکمت ہے
حضرت نے یہ بیت لکھ کر مرزا شاہ رخ کے پاس بھیج دی ؎

کہ شود چوں جملہ عالم قال قال　　کے خورد مرد خدا الا حلال

امیر شاہ رخ کو بات ناگوار گذری اور آپ کا امتحان کرنا چاہا ایک دن ایک شخص کی بکری کو غصب کر کے اسکو پکایا اور آپ کو دعوت دی وہ کھانا آپ کے سامنے پیش کیا گیا سید مذکور نے بے تکلف وہ کھانا استعمال فرمایا۔ مرزا شاہ رخ نے پوچھا کہ کیسے آپ نے یہ مشتبہ غذا استعمال کی سید نے فرمایا تحقیق کر لیں گے اسکے مالک کو بلایا گیا اور دریافت کیا گیا اس نے کہا کہ میں نے بکری سید نعمت اللہ کے لئے منت کی تھی۔ اسکو بادشاہ کے لوگوں نے چھین لیا اس وقت مرزا شاہ رخ کو معلوم ہوا کہ اولیاء کے باطن حق سبحانہ تعالیٰ حرام اور شبہ سے محفوظ رکھتا ہے اس کے بعد اس نے کوئی آزمائش کی ہمت نہیں کی۔

ہرات میں ایک شخص تھا جو اہل کرمان سے تھا اور حضرت میر سید سے عداوت پہ کمر باندھی تھی اور مرزا شاہ رخ نے حضرت میر سید نعمت اللہ کی حمایت کی۔ آپ کے کمالات صوری و معنوی بیرون از قیاس ہیں چنانچہ آپ کی مدح میں کہا جاتا ہے کہ ؎

تاج بخشی چنیں کند شاہاں　÷　دست در سید خرقہ درماہان

اسکی تفصیل یوں ہے کہ فیروز شاہ بہمنی جو بادشاہ دکن تھا اپنے چھوٹے بھائی سلطان احمد کو شہر بدر کر دیا تھا وہ انتہائی رنج و غم سے سر انداختہ پڑا تھا کہ یکایک ایک عظیم القدر بزرگ ظاہر ہوئے اور اس کے سر پہ ایک تاج رکھا اور فرمایا کہ حکم الٰہی سے میں نے تجھے اس علاقہ کی سلطنت دی اٹھ اور شہر کا رخ کر جب اس نے اپنے سر پہ تاج دیکھا تو اس میں غیبی طاقت پیدا ہوئی وہ لشکر گاہ پہنچا جس کسی نے اس کے سر پہ تاج دیکھا تو اسکا مطیع و منقاد ہو گیا رفتہ رفتہ تمام امرائے سلطنت اس سے وابستہ ہو گئے سلطان فیروز شاہ خجل و شرمندہ ہو کر علیل ہو گیا اور وفات پائی۔ سلطان احمد شاہ بہمنی نے ۸۲۵ھ میں اپنے بھائی کی جگہ تخت سلطنت پہ متمکن ہوا تحقیق کے بعد معلوم ہوا کہ یہ نعمت میر سید شاہ نعمت اللہ کی عطا کردہ ہے چنانچہ سلطان احمد شاہ بہمنی نے تحائف و ہدایا آپ کے لئے کرمان کو روانہ کیا اور ارادت کی درخواست کی حضرت نے اپنے فرزند حضرت شاہ خلیل اللہ بت شکن کو دکن کی جانب روانہ کیا کہ وہ اس علاقہ کو اپنے نور ہدایت سے منور کریں جب شاہ خلیل اللہ وہاں پہونچے تو سلطان احمد شاہ نے اپنے خدام کے ساتھ آپ کی ارادت سے بہرہ مند ہوا۔ شاہ خلیل اللہ بیدر میں مقیم ہو گئے اور وہاں بہت

مشہور ہوئے آپ کی مزار بھی وہیں واقع ہے۔ سلطان احمد شاہ نے بارہ سال تک سلطنت کر کے اس دار فانی سے رحلت کر گیا ایک زمانہ تک اسکی اولاد نے ملک دکن پر سلطنت کی اس خاندان کے اکثر سلاطین شاہ خلیل اللہ کی اولاد سے ارادت رکھتے تھے اپنی لڑکیوں کو بھی ان کے حبالۂ عقد میں دیا۔ حضرت شاہ نعمت اللہ ولی کی اولاد سے بعض لوگ بھی نقل مقام کر کے شہر یزد آئے اور بعد انتقال وہیں مدفون ہوئے اور وہاں انہیں بہت شان و شوکت حاصل ہوئی کیونکہ بادشاہان صفویہ کی لڑکیاں ان کے عقد نکاح سے وابستہ تھیں ان کے منجملہ دو صاحبزادے میر ظہیر الدین اور میر میراں جو شاہ عباس صوفی کے بھانجے تھے جہانگیر کے زمانہ سلطنت میں ہندوستان آئے سلطان مذکور نے اپنی بھانجی میر ظہیر الدین کے حبالۂ عقد میں دی جسکے بطن سے ایک فرزند مرزا نعمت اللہ تولد ہوئے میر میراں کی جہانگیر کی نظر میں بہت عزت و وقعت تھی۔ الغرض میر سید شاہ نعمت اللہ ولی کی کئی خوارق عادات مشہور ہیں آپ کے اشعار بے شمار ہیں ازانجملہ چند ابیات جو آپ نے اہل بیت اور صحابہ کرام کی مدح میں رقم فرمائے ہیں آپکے دیوان سے نقل کی جاتی ہیں ؎

آئے کہ ہستی غلام آل نبی ؛ مومن کاملی محب علی
ہر کہ آل چار یار دارد دوست ؛ مومن پاک مذہب صوفی
رافضی کیست دشمن بوبکر ؛ خارجی کیست دشمنان علی
راہ سنی گزیں کہ مذہب ماست ؛ ورنہ گم گشتہ راہ و در خللی
نعمت اللہ شد ز آل رسول ؛ چاکر خواجہ ام خفی و جلی

دوسری جگہ فرماتے ہیں ؎

دوشینہ بماوری کشودند ؛ اسرار نہاں بمن نمودند
عاشق آل مصطفیٰ ایم ؛ پیوستہ گدائے مرتضیٰ ایم
داریم وفا بآل حیدر ؛ باطن نیتری کہ باوفا ایم
بیگانہ شدیم از خوارج ؛ با آل نبی چہ آشنا ایم
درمیکدہ شو چو نعمت اللہ ؛ تامست زیادۂ خدا ایم

آپ نے ایک رسالہ بھی سپرد قلم فرمایا ہے جو امیر المومنین علی علیہ السلام کے ان کلمات کی شرح پر مبنی ہے جو آپ نے حضرت خواجہ کمیل ابن زیاد سے فرمائے تھے آپ نے اسرار حقائق و معار

اس طرح بیان فرمائے ہیں کہ ان کی نظیر نہیں۔ حالانکہ شیخ عبدالرزاق کاشی اور دیگر بزرگوں نے بھی اسکی شرح رقم فرمائی ہے لیکن آپ کی شرح ان سب سے ممتاز ہے ۔

صاحب مخازن قادریہ و مناقب غوثیہ فرماتے ہیں کہ آپ علوم عقلیہ میں ممتاز وقت تھے جب آپ کو اشتیاق پیدا ہوا کہ زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہوں اور وہاں کے اکابرین سے ملاقات فرمائیں اس زمانہ میں عبداللہ یافعی خطیب مکہ تھے جو چار واسطوں سے حضور غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کے خلفا سے تھے جب حج و زیارت آنحضرت علیہ السلام سے فارغ ہوئے تو شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئے شیخ قدوۃ اصحاب حدیث تھے حضرت میر سید نعمت اللہ نے چاہا کہ آپ سے سند سماعت حدیث حاصل کریں حضرت شیخ کے بعض خدام کے توسط سے مجلس حدیث میں حاضر ہوئے اور سند حدیث حاصل فرمائی۔ حضرت سید نعمت اللہ کو حضور غوث الثقلین سے کچھ عقیدت نہ تھی چنانچہ ایک روز بعض لوگوں نے جنکا تعلق گروہ امامیہ سے تھا تقیہ کر کے آپ کے سامنے اپنا مذہب شافعی ظاہر کیا۔ حضرت شیخ نے فرمایا شافعی ہونگے اور آپ نے ان کی جانب توجہ نہ فرمائی۔ پھر سید نعمت اللہ نے عرض کیا کہ حضرت نعمت قادریہ کا دسترخوان پھیلائے ہوئے ہیں میری تمنا ہے کہ اس نعمت سے کچھ حصہ مجھے بھی عطا ہو اور میں آپکے مریدوں کے زمرہ میں شریک ہو جاؤں۔ حضرت شیخ نے فرمایا کہ واقعی اگر تم واقعی عقائد صحیحہ کے ساتھ داخل سلسلہ ہونا چاہتے ہو تو سلسلہ عالیہ قادریہ سے وابستہ ہو سکتے ہو۔ پھر فرمایا کہ بالاخانہ پر میرا مقام خلوت ہے وہاں آؤ آپ بہت خوش ہوئے۔ کھجوروں سے بھرا ایک خوان سر پر رکھے ہوئے بالاخانہ پر چڑھنے کا ارادہ کیا۔ بالاخانہ پر چڑھنے کے لئے متعدد سیڑھیاں تھیں۔ پہلے ہی زینہ پر قدم رکھا تھا کہ آپ کے قدم لڑکھڑانے لگے کھجوروں کے خوان سمیت گر پڑے اور بیہوش ہو گئے اس بیہوشی کے عالم میں دیکھا کہ حضور سلطان الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم رونق افروز ہیں اور آپ کی خدمت میں صحابہ کرام ائمہ اطہار اور حضرت غوث الثقلین سید عبدالقادر قطب الابرار رضی اللہ عنہم موجود ہیں۔ آنحضرت اور حضور غوث الثقلین اسوقت امام عبداللہ یافعی سے فرما رہے تھے کہ اے عبداللہ تم میرے فرزند سید نعمت اللہ کے پاس جاؤ ان کو مرید کرو اور میری نعمت باطنی سے انہیں سرفراز کرو۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضور غوث الثقلین کی جانب متوجہ ہو کر ارشاد فرمایا کہ اے فرزند نعمت اللہ تمہارا منکر تھا اب تمہارا معتقد ہو جائیگا اس اثنا میں شیخ نے آپکی پیشانی پر ہاتھ رکھا جب سید نعمت اللہ ہوش میں آئے تو سوئے اعتقادی سے توبہ کی اور شیخ نے آپکو سلسلہ قادریہ میں

داخل فرمایا یہی وجہ ہے کہ سب آپ کو نعمت اللہ ولی کہنے لگے۔

صاحب مخازن قادریہ کتاب الاسرار سے جو شیخ عوض جہانگیر احمد آبادی کی تصنیف ہے نقل فرماتے ہیں کہ وہ میر سید نعمت اللہ ولی کے مرید اور خلیفہ تھے اور آپ امام عبداللہ یافعی کے مرید اور خلیفہ تھے اور وہ امام رفیع الدین ابراہیم کے مرید و خلیفہ تھے اور وہ شیخ نجم الدین عبداللہ کے مرید اور خلیفہ تھے اور وہ امام عز الدین احمد کے مرید اور خلیفہ تھے اور وہ حضرت غوث الثقلین کے مرید اور خلیفہ تھے رضی اللہ عنہم اجمعین یہ شجرہ سلسلہ قادریہ بخط زرین حضرت شاہ خلیل اللہ بت شکن کی گنبد میں مسطور ہے۔

حضرت میر سید نعمت اللہ ولی کی وفات بزمانہ سلطنت مرزا شاہ رخ بن امیر تیمور بتاریخ ۲۰ رجب ۸۲۷ھ واقع ہوئی۔ آپ کا مزار قریہ ماہان علاقہ کرمان میں حاجت روائی خلق ہے۔ رحمۃ اللہ علیہ

ذکر شریف

ہمدم تسنیم وصال، عاشق باکمال، قطب ولایت، صدر الدین عرف راجو قتال رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

صاحب اخبار الاخیار رقمطراز ہیں کہ آپ کو اپنے والد بزرگوار حضرت سید احمد کبیر سے ارادت اور خلافت تھی نیز اپنے برادر بزرگ حضرت مخدوم جہانیاں سے بھی آپ کو خرقہ خلافت اور نعمت تجاریہ حاصل ہوئے۔ حضرت مخدوم کی وفات کے بعد ان کے آپ جانشین ہوئے اور ایک عالم کو اپنے فیض تربیت سے بہرہ مند کیا۔ کہتے ہیں کہ مخدوم جہانیاں اکثر فرمایا کرتے تھے کہ حق تعالیٰ نے مجھے خلق سے رجوع کیا اور شیخ راجو کو اپنی جانب اسطرح کھینچ لیا کہ وہ ہمیشہ عالم استغراق میں رہتے اور خلق کیطرف راغب نہ ہوتے آپ نہایت عظیم القدر تھے اور آپ حامل زبان قاطع تھے قہر و لطیف کا جو کلمہ آپ کی زبان سے نکلتا فوراً اس کے مطابق ظہور ہوتا اس وجہ سے آپ قتال مشہور ہوئے۔

صاحب تاریخ محمدی تحریر کرتے ہیں کہ اکثر لوگ آپ ہی کے واسطہ سے مخدوم جہانیاں کے سلسلہ سے وابستہ تھے اور بعض افراد شیخ ناصر الدین محمود کی وساطت سے بھی اس سلسلہ میں داخل ہوئے حضرت ناصر الدین محمود شیخ مخدوم جہانیاں کے صاحبزادوں میں نہایت باکمال اور صاحب مقامات عالیہ تھے۔

چنانچہ آپ کے حالات مناسب مقام پر تحریر کیے جائیں گے ۔

صاحب تاریخ محمدی یہ بھی لکھتے ہیں کہ ایک روز ایک جن حضرت مخدوم جہانیاں کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف باسلام اور آپ کا مرید ہوا حضرت مخدوم نے اسکا نام عبداللہ رکھا تھوڑے ہی عرصہ میں اسکی بڑی شہرت ہوگئی ایک روز عبداللہ نے بحالت غرور حضرت شیخ راجو کی خدمت میں آیا آپ نے تیز نگاہوں سے اسکو دیکھا وہ پاؤں کے بل گر پڑا اور چیخنے لگا کہ میں جل گیا ہر چند کہ پانی کے کئی مشک اس پر ڈالے گئے لیکن کچھ فائدہ نہ ہوا اسی وقت ہلاک ہو گیا۔ اسطرح کے کئی کمالات اور خوارق عادات آپ سے ظاہر ہوئے۔ کہتے ہیں کہ حضرت راجو قتال سلطان فیروز شاہ کے دور حکومت سے مبارک شاہ کے زمانہ سلطنت تک حضرت مخدوم کی مسند سجادگی پر متمکن رہے آپ کے اکثر خلفاء مرتبۂ تکمیل و ارشاد پر پہونچے آپکا مرقد خطہ اوچہ ملتان میں واقع ہے۔ آپ کی وفات بتاریخ ۱۶ / جمادی الثانی ۸۲۷ھ بزمانہ سلطنت مبارک شاہ بن خضر خان بن ملک سلیمان واقع ہوئی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

صاحب تاریخ فیروز شاہی لکھتے ہیں کہ ملک مردان شاہ سلطان فیروز شاہ کے امراء کبار سے تھا اس نے ملک سلیمان پدر خضر خان کو ایام طفولیت میں فرزند کی طرح تربیت کی تھی اور سلطان فیروز شاہ نے ملک ملتان کی حکومت سے پہلے ملک مردان کو دی تھی اسکی وفات کے بعد ملک سلیمان کو مقرر کیا وہ بھی کچھ عرصہ میں فوت ہو گیا تو سلطان نے حکومت ملتان خضر خان کے تفویض کی۔ اس وقت سے وہ سلطان فیروز شاہ کے امراء کبار میں شمار ہونے لگا آگے چل کر جب سلطان محمد بن سلطان محمود بن سلطان فیروز شاہ کی وفات ہوئی تو کوئی شخص سلطنت کے لائق نہ رہا۔ اس وقت خضر خان نے ملتان سے لشکر جمع کر کے دہلی پہونچا اور تخت دہلی پر قبضہ کر لیا۔ لیکن از روئے ادب سلطنت خود سے منسوب نہیں کیا بلکہ مرزا شاہ رخ بن امیر تیمور سے منسوب کیا سات سال تک سلطنت کر کے فوت ہو گیا اسکے بعد سلطان مبارک شاہ اپنے باپ کا قائم مقام ہوا اسکے بعد سلطان محمد بادشاہ اور اس کے بعد سلطان علاء الدین اور اس کے بعد سلطان بہلول نے حکومت کی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

ذکر شریف

محبوب ربِ جلیل، مقبول بارگاہ خلیل، شیخ کبیر الدین اسمٰعیل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ حضرت شاہ راجو قتال کے اکمل خلفا سے تھے علوم ظاہر و باطن اور کتاب عوارف حضرت شیخ کی خدمت میں تکمیل کی مشرب صوفیان اہل صفا میں ممتاز روزگار ہوئے۔ صورتاً و معناً آپ اس مشرب کی رعایت فرماتے تھے۔

صاحب سیر العارفین تحریر کرتے ہیں کہ آپ نے اپنی وفات کے وقت اپنے دونوں صاحبزادوں شیخ عبد الشکور اور شیخ عبد الغفور کو طلب کیا اور اپنا لباس انہیں پہنایا اور کہا جب کبھی تم کو کوئی مشکل پیش آئے میری قبر کی جانب متوجہ ہو جاؤ۔ لہٰذا جب کبھی انہیں کوئی مشکل پیش آتی تو آپکے مزار کی جانب متوجہ ہوتے اور مشکل حل ہو جاتی۔ آپ کا سن وفات نظر سے نہیں گذرا رحمۃ اللہ علیہ۔

ذکر شریف

انوارِ کشف را پیرایۂ خود ساختہ، خرقۂ وجود را بپیوند فقر داشتہ، مقتدائے وقت شیخ سراج الدین سوختہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ بزرگان روزگار سے تھے اور شہرت عظیم کے حامل تھے۔

صاحب اخبار الاخیار فرماتے ہیں کہ آپ ابتدائے حال سے حضرت مخدوم جہانیاں کے زیر تربیت رہے کئی سال تک حضرت مخدوم کی امامت بھی کی دوسرے اشخاص جنہوں نے علوم ظاہری کی تکمیل حضرت مخدوم سے کی تھی آپ پر رشک کرنے لگے حضرت مخدوم نے انکے خطرۂ قلبی پر واقف ہو کر فرمایا کہ سراج جبتک خانۂ کعبہ کو نہ دیکھے تکبیر نہیں کہتا حاصل تحریر یہ کہ آپ سے کئی کرامات اور خوارق عادات ظاہر ہوئے۔ لیکن آپ اکثر ان کو پردہ اخفا میں رکھنے کی کوشش فرماتے تھے۔

وہ یہ بھی لکھتے ہیں کہ حضرت شیخ بدیع الدین قطب مدار رحمۃ اللہ علیہ آپ کے عہد میں کبھی کبھی ہرمز سے علی کبھی تشریف لاتے تھے آپ کا طریق جذب خلائق تھا اور خاص و عام کثیر تعداد میں آپکی جانب کھنچے چلے آتے اور آپ سے مستفید ہوتے جس سے آپ کی بہت شہرت ہوگئی آپ کے بعض طریقے اہل ظاہر کی نظر میں خلاف شریعت اور قابل اعتراض تھے اس زمانہ میں قادر شاہ بن سلطان محمود سلطان فیروز شاہ کی جانب سے حکومت کالپی پر مقرر تھا وہ شاہ مدار کی شہرت سن کر آپ سے ملاقات کے لئے آیا حضرت شاہ مدار کے خدام نے کہا یہ وقت ملاقات کا نہیں ہے ۔ اسلئے تمہاری آمد کی خبر نہیں دی جاسکتی حضرت شاہ قطب مدار ایک درویش سے خلوت میں ملاقات فرما رہے تھے لیکن خدام نے قادر شاہ سے کہا کہ ایک جوگی آیا ہوا ہے اور حضرت شاہ اس سے گفتگو میں مصروف ہیں قادر شاہ اپنی ناکامی پر شرمندہ ہوا اور حضرت قطب مدار کے خادموں سے یہ کہہ کر واپس ہوگیا کہ اپنے مخدوم سے کہو کہ ہمارے شہر میں نہ رہیں جب یہ معاملہ شاہ قطب مدار کے گوش گذار ہوا تو فوراً باہر آئے اور قادر شاہ کے حق میں بد دعا کی اور ایک خادم سے کہا کہ تین روز انتظار کرو اور پھر اسکی خبر لاؤ الغرض حضرت قطب شاہ مدار کی واپسی کے فوراً بعد قادر شاہ کے تمام جسم پر جابجا آبلہ نمودار ہوئے آبلوں کی سوزش سے بیتاب ہوگیا اپنے پیر حضرت شیخ سراج الدین سوختہ کی خدمت میں حاضر ہوا شیخ نے اپنا کرتا اس کو عطا کیا جسکے پہنتے ہی وہ ٹھیک ہوگیا۔ اور آبلوں و حرارت کا کوئی اثر باقی نہ رہا جب قطب شاہ مدار کے خادم نے یہ دیکھا کہ قادر شاہ شیخ سراج کی پناہ میں ہے تو جو کچھ دیکھا تھا شیخ قطب مدار کو کہہ سنایا۔ اخبار الاخیار میں اسقدر مرقوم ہے لیکن یہ حکایت روز روشن کی طرح مشہور رہے ۔

اور صاحب مراۃ الاسرار لکھتے ہیں کہ جب قطب مدار کے خادم نے انہیں اطلاع دی کہ قادر شاہ نے اپنے شیخ کی پناہ لی ہے تو غیرت سے قطب مدار کی زبان سے یہ کلمہ نکلا کہ سراج کیوں نہیں جل گیا آپ کا یہ کہنا تھا کہ حضرت شیخ سراج کے بدن میں آبلہ نمودار ہوگئے اور اس کی سوزش سے وہ جلنے لگے یہانتک کہ آپ کی رحلت ہوگئی اسی وقت سے آپ کو سراج الدین سوختہ کہا جانے لگا ۔ شیخ سراج الدین سوختہ کا مرقد شہر کالپی میں مشہور ہے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ۔

ذکر شریف

فارغ از جادۂ شیخی و پیری معدن انوار شہودی و نظیری سر حلقۂ ابدال شیخ اخی راجگیری رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا نام اخی جمشید ہے جب آپ حضرت مخدوم جہانیاں کی شرف ارادت سے مشرف ہوئے حضرت ممدوح آپکو از راہ الطاف اخی کہتے تھے اسی بنا پر آپ کا لقب مشہور ہو گیا۔ آپ تمام علائق سے مستغنی تھے چنانچہ مجرد و متوکل رہے۔ صاحب حال قوی و نفس قاطع تھے۔ آپکے کمالات اظہر من الشمس ہیں۔ آپ کا تعلق قوم قدروی سے تھا جسکا سلسلہ نسب انبیاء بنی اسرائیل تک پہونچتا ہے عنفوان شباب ہی سے کار حق میں مشغول ہو گئے ترک و تجرید اختیار کرکے گھر سے نکل پڑے اور حضرت سید جلال بخاری سے وابستہ ہو گئے کئی سال تک آپ کے فیض تربیت سے مستفید ہو کر مرتبہ تکمیل و ارشاد تک پہونچے اس وقت حضرت مخدوم کی اجازت سے ولایت قنوج پر فائز ہوئے۔ آپکو ازدحام خلق سے نفرت تھی اور آپ ہمیشہ عالم استغراق میں مستغرق رہتے اسلئے دیار قنوج کی سکونت آپکے موافق مزاج نہ ہوئی وہاں سے روانہ ہو کر راجگیر پہونچے جو دریائے گنگا کے کنارے ایک ویران مقام تھا وہاں سکونت پذیر ہوئے ایک بزرگ نے اسوقت بدیہہ یہ اشعار پیش کئے۔

تا ز قنوج آمدی در راجگیر ٭ گشت شیدائے تو ہر برنا و پیر

نظر خلق سے خود کو مستور رکھتے لیکن بعض اوقات بے اختیار آپ سے خوارق عادات کا اظہار ہو جاتا تھا۔ رفتہ رفتہ آپ کی بہت شہرت ہو گئی یہاں تک کہ شاہان وقت آپ کی خدمت میں نیازمندانہ حاضر ہونے لگے ان کے منجملہ سلطان الشرق خواجہ جہاں شاہ بادشاہ جونپور آپکی نظر التفات سے جونپور کی سلطنت پر متمکن ہو گیا جس سے سلاطین شرقیہ منسوب ہیں۔ چنانچہ اس سے قبل میر سید اشرف جہانگیر سمنانی کے ذکر میں سلاطین شرقیہ کا مجملاً ذکر ہو چکا ہے۔ الغرض اخی جمشید قرب حق تعالیٰ سے اسقدر ممتاز ہو چکے تھے کہ آپ کے پیر حضرت مخدوم جہانیاں خود آپ سے التماس دعا کرتے تھے۔ حضرت اخی جمشید بکمال انکسار سے گذارش کرتے کہ بندہ کی کیا مجال کہ حضرت کے روبرو دست دعا بلند کرے جب حضرت مخدوم آپ کے اس انکار سے رنجیدہ ہوتے تو لاچار آپ عرض کرتے کہ حضرت دعا

فرمائیں بندہ آمین کہے گا۔ ان کمالات کے باوجود وہ مشرب عشق میں بے اختیار تھے اہل ظاہر کی خوشامد ہرگز پسند نہ فرماتے۔ جب ملک ہندوستان میں ہولی کا موسم آتا جو پارسیوں کے جشن نوروز کے مشابہ ہے تو تمام اہل ہندوستان ان ایام میں عیش و طرب میں مشغول رہتے اور کمال ذوق میں مستانہ وار رقص کرتے تھے ایک دفعہ ان ایام میں حضرت اخی جمشید عالم استغراق میں تھے کہ اہل ہنود خوبصورت لڑکوں کو زیور عروسانہ سے آراستہ کر کے بیرون شہر سے ظاہر ہوئے حضرت اخی ان کو دیکھتے ہی بے اختیار و بیخود ہو گئے غلبۂ شوق میں اٹھے اور اس جماعت کیساتھ رقص کرنے لگے ایک دن اور ایک رات اس جماعت کے ساتھ حالت وجد میں رہے۔ تمام عالم میں یہ بات مشتہر ہو گئی اور سب اہل شہر جمع ہو گئے جس کسی کی نظر آپ پر پڑتی تو وہ بھی بے اختیار اپنا لباس چاک کر دیتا اور اس مجمع کے پیچھے خود بھی چلنے لگتا۔ جب شور و غل حد سے متجاوز ہو گیا تو تمام قاضی، مفتی مشائخ متعصبین نے فتویٰ دیا کہ شیخ اخی دائرہ اسلام سے خارج ہو گئے ان کو اسکی سزا دینی چاہیئے تاکہ یہ فتنہ رفع ہو جائے اور شریعت میں رخنہ اندازی نہ ہو۔ جب محضر مکمل ہوا اور اس پر ان تمام کی دستخط ہو گئی تو اسکو میر سید احمد منجابی کی خدمت ان کی دستخط کے لئے پیش کیا گیا۔ جو اس وقت سر حلقۂ علمائے شہر تھے۔ چونکہ میر سید احمد معرفت آگاہ تھے انہوں نے دستخط کرنے سے انکار کر دیا اور کہا کہ جب تک لوگ ہوائے نفس میں مبتلا رہیں گے تمہارا اس کا حق نہیں پہونچتا کہ احوال درویشاں میں مزاحمت کریں۔ بہرحال وہ کاغذ ان کے پاس رک گیا اور وہ جماعت بلا میں گرفتار ہو گئی۔ مدعیان محضر نے تعصب کی بنیاد پر امراء سلطان الشرق کے پاس یہ معاملہ پیش کیا جو قنوج پر متعین تھے یہ تدبیر بھی سود مند ثابت نہ ہوئی اس وقت ان لوگوں نے علماء شہر جونپور کو ایک مکتوب لکھا کہ سلطان الشرق کو اس معاملہ سے آگاہ کیا جائے حضرت مخدوم شیخ اخی جمشید کو اپنی جان کے سوا کچھ مطلوب نہ تھا آپ نے سلطان الشرق کو ایک مکتوب لکھا اور اس مکتوب سے انکی کمال بزرگی ظاہر ہوتی اور وہ نامہ یہ تھا ؎

"کمترین بندگان بلکہ بدترین ازاں، بصورت آدمی و سیرت حیوان، سگ زانخدار درگاہ اعلا اخی جمشید گوید اے سلطان حضرت سبحانی جل جلالہ میفرماید من احبنی احببتہ ومن احببتہ قتلتہ فاقادیتہ۔ یعنی ہر کہ مرا دوست دارد من او را دوست دارم۔ بشرف قتل خود مشرف گردانم و دردیت او من باشم یعنی مرحمت بادشاہ حقیقی آنست وہ بادشاہ مجازی

را نیز شاید که باوصاف واخلاق تخلقوا باخلاق اللہ موصوف شود وبندہ ایں آرزو و تمنّا بغایت است که بدیں سعادت مشرف گردد واین مدعیان بکمال دروغ که بندہ را شیخ میدانند بخون ریختن را خیر شدند بندہ ہم بدیں معاملہ گفت ؎

که خلق برانند که آرند زمن خوں ٭ من نیز برانم که همه خلق برانند

وقرآن که عشق نامه مولے است میفرماید فاقتلوا انفسکم ذالکم خیر لکم عند باریکم فتاب علیکم انہ هو التواب الرحیم وگفت ؎

گر مدعیان نفس به بیند بریرا ٭ دانند که دیوانه چرا جامه دریده است

وپیش مجلس سلطان فرحت خان وغیرہ بسیار شکایت کردند وگفتند که اکنون شاہ براسر وقت میرسد و مدعیان نیز منتظر اند التماس از کمال عواطف شاہانه آنکه از روی من مطلوب مدعیان از شاہ برآید یا پیش خون خود سر بزمیں رسد ؎

من تاج نمی خواہم من تخت نمی خواہم ٭ من پیش درافتادہ سرا بزمیں خواہم

ہمیشہ گلزار شریعت وبہار سلطنت شگفتہ وخنداں باد۔ والسلام

الغرض جب یہ مکتوب سلطان الشرق کو پہونچا تو اس پر رقت طاری ہوئی اور شکر الٰہی بجا لایا کہ میرے زمانہ میں بھی ایسے دوستان حق موجود ہیں اور عذر خواہی کی۔ حضرت مخدوم شیخ اخی جمشید کے کئی کرامات اور خوارق عادات تھے۔ آپ کی وفات سہ شنبہ بتاریخ ۱۰؍ شوال کو واقع ہوئی۔

کہتے ہیں کہ آپ کے گھر میں ایک بڑھیا تھی اس نے گریہ وزاری شروع کی اور کہنے لگی کہ افسوس کہ شیخ اخی جمشید جیسے عارف کا انتقال روز نحس یعنی منگل کے دن ہوا اسے یہ کہتے ہوئے تین ساعت بھی نہ گذرے تھے کہ آپ نے کفن سے سر نکالا اور فرمایا کہ اگر تیرے نزدیک منگل کا دن نحس ہے تو کل میں اس دنیا سے پردہ کروں گا۔ چنانچہ چہارشنبہ کے دن ۱۱؍ شوال کو آپ نے اس جہان فانی سے پردہ فرمایا۔ آپ کا سن وفات نظر سے نہیں گذرا۔ لیکن آپ سلطان ابراہیم شرقی کے آخری دور سلطنت تک بقید حیات تھے سلطان مذکور کی وفات ۸۴۴ھ میں واقع ہوئی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

ذکر شریف

پیشوائے اہل یقین، مقتدائے ارباب دین، عارف کامل شیخ قوام الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

صاحب مراۃ الاسرار فرماتے ہیں کہ آپ عالی مشرب اور بلند مرتبت کے حامل تھے۔ ارشاد مریدین میں آپ کا بڑا مقام تھا۔ آپ حضرت شیخ نصیر الدین چراغ دہلوی کے مرید تھے اور تربیت اور نعمت و خلافت حضرت مخدوم جہانیاں سے پائی تھی کئی سال تک حضرت مخدوم جہانیاںؒ کی خدمت میں رہے اور حرمین شریفین کی زیارت سے بہرہ مند ہوئے اکثر مشائخین وقت کے ہم صحبت رہے۔ حضرت راجو قتالؒ کی صحبت عارفانہ سے بھی مستفید ہوئے۔

ملفوظ شیخ ملتانیؒ میں مرقوم ہے کہ شیخ قوام الدین مقام ترک و تجرید میں مرتبہ کمال پر پہنچ گئے تھے اسباب معیشت کے درپے نہیں رہتے تھے ایک دفعہ اثنائے سماع میں ذوق کامل حاصل نہ ہوا تو گھر میں اس خیال سے آئے کہ اس میں کوئی چیز اسباب دنیا کی رہ گئی ہے بہت تلاش کرنے کے بعد کچھ گڑ برآمد ہوا جو آپکی حاملہ منکوحہ کے لئے رکھا تھا جب تک اس گڑ کو گھر سے باہر نہ کر دیا چین نہ لیا کہتے ہیں کہ ایک دن آپ گھر سے نکلے تو ایک بھوکا کتا نظر آیا آپ اس کتے کو ساتھ لے کر آئے اور آواز لگائی کہ کوئی ہے جو سات حج کے ثواب کے معاوضہ مجھے روٹی دے ایک شخص آیا اور اس نے سات حج کے بدلہ چند روٹیاں آپ کو دیں شیخ نے وہ روٹیاں لیں اور اس بھوکے کتے کو شکم سیر کیا۔ اس میں یہ بھی مسطور ہے کہ جب حضرت جہانیاںؒ کی وفات کا وقت قریب آیا حضرت شیخ قوام الدین سے پوچھا کہ نعمت سجادگی کس کے سپرد کروں آپ نے معروضہ کیا کہ شیخ صدر الدین عرف شاہ راجو حضرت مخدوم کے بھائی اور خلیفہ ہیں اور مقامات عالیہ کے حامل ہیں ان سے بہتر کوئی نہیں ہو سکتا۔ لہذا حضرت مخدوم نے نعمت سجادگی شیخ راجو کو عطا فرمائی اور اپنا جانشین قرار دیا اور ایک خرقہ خلافت حضرت ممدوح نے اپنے صاحبزادے سید ناصر الدین محمودؒ کو بھی عنایت کیا جب یہ معاملہ سید ناصر الدین محمود کی والدہ یعنی حضرت مخدوم جہانیاںؒ کی منکوحہ کو معلوم ہوا تو انہوں نے کوفت سے کہا جس نے یہ مشورہ دیا ہے وہ صاحب ایمان نہیں ہے۔ حضرت مخدوم نے فرمایا کہ اس نعمت کے مستحق میرے بچے کیسے ہو سکتے ہیں

میرے معنوی فرزند کافی ہیں۔ اس لحاظ سے یہ نعمت مخدوم شیخ راجو کو پہونچتی ہے الغرض جب حضرت مخدوم جہانیاں کی وفات ہوئی اور ابھی آپ کو دفن بھی نہیں کیا گیا تھا کہ سنت نبوی کے مطابق شیخ راجو اور حضرت مخدوم جہانیاں کے صاحبزادوں میں سجادگی کے لئے تنازعہ پیدا ہو گیا۔ حسن اتفاق سے موضع اوچہ میں دو مخدوم صاحب دل موجود تھے یہ حاضر ہو کر کہنے لگے کہ اس نزاع کی ضرورت نہیں ہے ہم حضرت مخدوم سے دریافت کر لیں گے وہ جو کچھ فرمائیں اس کے مطابق عمل ہو گا۔ حضرت مخدوم کے جنازہ کے سامنے حاضر ہو کر آپ کی روحانیت سے رجوع ہوئے آپ نے فرمایا کہ تم جانتے ہو کہ اب ولایت میرے قبضہ میں نہیں اس وقت میرا تصرف روا نہیں تم جو مصلحت سمجھو اس کے مطابق عمل کرو پس انہوں نے شیخ راجو کے بزرگوں سے دریافت کیا کہ تم کو حضرت مخدوم کی نعمت چاہیئے یا خانقاہ۔ تمکو جو نعمت ملی ہے وہ کسی اور کو نہیں مل سکتی تم خانقاہ لیکر کیا کرو گے۔ خانقاہ حضرت مخدوم کے فرزندوں کو دیدو اس وقت حضرت شیخ راجو نے حضرت مخدوم کے فرزندوں کے حق میں خانقاہ سے دستبرداری اختیار کی۔

ملفوظ شیخ میناؔ میں مرقوم ہے کہ حضرت قوام الدین کو ایک لڑکا تھا جسکا نام شیخ نظام الدین تھا وہ دنیا کی لالچ میں سلطان محمد بن فیروز شاہ کے پاس ملازم ہو گیا۔ سلطان حضرت قوام الدین کی نسبت کی وجہ سے اس لڑکے سے بہت الطاف سے پیش آتا تھا اور اسکو صاحب علم اور نقارہ بنا دیا تھا۔ حضرت شیخ اس وجہ سے اپنے لڑکے سے ناراض تھے ایک روز شیخ نظام الدین نقارہ بجاتے ہوئے گھوڑے پر سوار ہو کر اپنے والد کے جماعت خانہ میں آیا حضرت شیخ اسکی اس حرکت سے آزردہ ہو گئے اور فرمایا اے نابرخوردار قوام الدین کے گھر کے صحن میں یہ گھوڑا کیسا۔ دوسرے دن یہ لڑکا شکار کے لئے گیا ہوا تھا کہ گھوڑے سے گر پڑا اس وقت شیخ قطب نامی ایک درویش نے جو آپ کی خدمت کے لئے مخصوص تھا نہایت مہربانی سے آپ سے کہا کہ میں خدائے تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ آپکو اس بیٹے کے عوض نعم البدل کے طور پر ایک فرزند عطا کرے جسکا نام شیخ میناؔ ہو۔ جب شیخ محمد میناؔ عالم وجود میں آئے تو حضرت شیخ کے منظور نظر ہو گئے اور خانواہ چشت کو انہوں نے رونق بخشی آپ نے اپنے اس فرزند کی تربیت اپنے خلیفہ شیخ سارنگ کے سپرد کی اور اس جہان فانی سے کوچ کیا۔ آپ کا مرقد شہر لکھنؤ میں واقع ہے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

ذکر شریف

صباغ عالم بیرنگ، عاشق ہم رنگ بارنگ، قطب وقت مخدوم سارنگ رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت شیخ قوام الدین کے مرید اور خلیفہ تھے شان عظیم کرامت وافر اور ہمت بلند کے حامل تھے مقام ترک وتجرید میں بے نظیر وقت تھے۔

ملفوظ شیخ محمد مینا میں مرقوم ہے کہ آپ شرفائے ہند سے تھے۔ حق تعالیٰ نے اپنی مہربانی سے آپکو اسلام کی نعمت سے سرفراز فرمایا آپ کی چچازاد بہن چونکہ شہنشاہ دہلی سلطان محمد بن فیروزشاہ کے حبالۂ عقد میں آئی تھی آپ شہنشاہ مذکور کے مصاحب خاص ہو گئے اور آپ کو ملک سارنگ کہا جانے لگا۔ سلطان کے امراء کبار میں آپ کا شمار ہوتا تھا۔ شہر سارنگ جو ولایت مالوہ میں واقع ہے آپ ہی کا آباد کردہ ہے اس زمانہ میں مخدوم جہانیاںؒ اور حضرت شیخ راجوؒ دہلی تشریف لائے تھے ملک سارنگ کا عنفوان شباب تھا اور آپ بہت خوبصورت تھے۔ سلطان فیروزشاہ اکثر اوقات ان دونوں بزرگوں کی خدمت میں آپ کے ذریعہ طعام و دیگر ماکولات روانہ کیا کرتا تھا شیخ راجوؒ نے کمال مہربانی سے فرمایا کہ اے ملک سارنگ اگر تم نماز پنجگانہ پابندی سے ادا کرو تو میں تمہیں حضرت مخدوم کی پس خوردہ نعمتیں تمہیں دوں گا چونکہ وقت آچکا تھا ملک سارنگ نے قبول کرلیا۔ اور اس تاکید پر عامل ہو گئے دوسرے دن شیخ راجوؒ نے فرمایا اگر نماز چاشت اور نماز اشراق کی بھی پابندی کرو تو تمہیں میری ہم طعامی کا شرف بھی حاصل ہو گا۔ ملک سارنگ نے چاشت اور اشراق کی بھی پابندی کی اس وقت حضرت مخدوم جہانیاںؒ اور شیخ راجوؒ نے ملک سارنگ کے ساتھ ایک ہی طبق میں طعام تناول فرمایا جس سے ملک سارنگ کے دل میں نور معرفت پیدا ہو گیا۔ کچھ دن بعد آپ نے شیخ قوام الدین کی خدمت میں بصد ارادت حاضر ہو کر ان کے ہاتھ پر بیعت کی۔ لیکن ابھی امیر کا لباس زیب تن تھا۔ شیخ قوام الدین نے آپ کو شغل باطن کی تلقین کی آپ نے بوجہ احسن اسکی تکمیل کی لیکن اہل دنیا کے لباس میں اپنے باطن کو مستور رکھتے تھے جب سلطنت دہلی سلطان محمود بن سلطان فیروزشاہ کے قبضہ میں آئی تو آپ نے تمام اسباب دولت و حشمت تاراج کر کے ترک

و تجرید کا راستہ اختیار کیا اپنے اہل و عیال کے ساتھ پاپیادہ زیارت حرمین شریفین کے قصد سے قافلہ کے ساتھ نکل پڑے چونکہ پاپیادہ چلنے کی عادت نہ تھی تلوؤں میں آبلے پڑ گئے نتیجہ یہ کہ آپ قافلے سے جدا ہوگئے اور قافلہ آگے روانہ ہوگیا تیسرے روز رات کے آخری حصہ میں آپ اٹھے اور اپنے صاحبزادوں سے فرمایا کہ آنکھیں بند کرکے میرے پیچھے تین قدم چلو۔ جب انہوں نے ایسا کیا اور آنکھیں کھولیں تو خود کو قافلہ کے قریب پایا الغرض آپ منزل مقصود تک پہونچ گئے اور کچھ عرصہ تک مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں قیام پذیر رہے اسکے بعد ہندوستان کو مراجعت کی اور حضرت شیخ یوسف بدہ ایرجی کو جو شیخ وقت تھے خدمت میں پہونچے کئی سال تک ان کی خدمت اختیار کی اور ان سے خرقہ خلافت حاصل کیا۔ حضرت شیخ یوسف مذکور کے حالات مناسب مقام پر نقل کئے جائیں گے۔

الغرض اسکے بعد حضرت شیخ سارنگ کبھی کبھی دہلی سے لکھنؤ اپنے پیر حضرت قوام الدین سے ملنے کے لئے آیا کرتے اور سعادت دارین حاصل کرتے جب حضرت شیخ قوام الدین کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ نے فرمایا کہ حیف اسوقت شیخ سارنگ موجود نہیں کہ میں انھیں اپنے پیروں کا خرقہ عطا کرتا اب میں اسکو اپنی قبر میں لے جاؤں گا اسکے بعد ایک بغیر آستین کی کفنی جو فقرا پہنا کرتے ہیں آپ نے حاضرین کو دی اور فرمایا کہ میری یہ امانت شیخ سارنگ کو پہونچادو۔ ان کی وفات کے تیسرے روز شیخ سارنگ پہونچے اور اس کفنی کو زیب تن فرمایا اس کے بعد اپنے شیخ کی وصیت کے مطابق۔ شیخ مینا کی تربیت میں مصروف ہوگئے آپ کو ہجوم خلائق پسند نہ تھا اسی بنا پر آپ سارنگپور میں متوطن ہوگئے جو شہر لکھنؤ سے نو کروہ کے فاصلہ پر ایک ویران مقام تھا اسوقت حضرت شیخ راجو قتال نے اپنا خرقہ خلافت اور اجازت نامہ آپ کے پاس روانہ فرماکر آپ کو اس نعمت سے مفتخر فرمایا۔ بعد ازاں سلاطین وقت نے خانقاہ کے خرچ کے لئے چند بیگھہ زمین آپ کی خدمت میں پیش کی جس کو قبول کرنے سے آپ نے انکار کردیا اور فرمایا میں اس بلا سے بچ کر آیا ہوں دوبارہ اس بلا میں گرفتار ہونا نہیں چاہتا۔

الحاصل آپ ہمیشہ فقر و فاقہ کی زندگی بسر کرتے تھے مردانہ وار ان چیزوں کا مقابلہ کرتے تھے۔ آپکی کرامات اور خوارق عادات بہت ہیں آپ کے علو مرتبت کا اندازہ اسی سے کیا جاسکتا ہے کہ شیخ محمد مینا جیسے بزرگ آپ کے مرید و خلیفہ تھے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

ذکر شریف

عارف باللہ، قدوۂ اہل اللہ مخدوم شیخ فتح اللہ رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت شیخ صدر الدین حکیم کے مرید و خلیفہ تھے جن کا ذکر بیشتر ازیں خلفائے شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلوی کے سلسلہ میں گزر چکا ہے۔

صاحب اخبار الاخیار فرماتے ہیں کہ ابتداء میں آپ دہلی کے علمائے کبار میں شمار ہوتے تھے مسجد دہلی میں خلوت گزیں ہو کر مشغول بحق رہا کرتے تھے آخر حال میں آپ شیخ صدر الدین حکیم مذکور کے مرید اور خلیفہ ہو گئے۔ اور سلوک باطنی کی تکمیل کی۔ بہت ریاضت شاقہ کی لیکن مشاہدہ میں اس عالم کے ماسوی اور کچھ نظر نہ آیا اس معاملہ کو اپنے شیخ کی خدمت میں پیش کیا حضرت شیخ صدر الدین نے فرمایا کہ علوم ظاہری کی تدریس ترک کرو اور یہ ساری کتابیں اپنی ملکیت سے نکال دو آپ نے ایسا ہی کیا لیکن چند کتابیں جو نفاست و لطافت سے موسوم تھیں انکو رکھ چھوڑا جسکے باعث پھر اسرار معرفت کھل نہ سکے۔ مجبوراً بقیہ کتابوں سے بھی دست برداری اختیار کی۔

کہتے ہیں کہ آپ کو دیکھا گیا کہ آپ دریا کے کنارے بیٹھ کر ان کتابوں کے حصوں کو بہاتے جاتے تھے اور آپ کی آنکھوں سے آنسو ٹپکنے لگتے انجام کار ان کا لوح باطن مصفا ہو گیا اور علم ظاہری کی جگہ علم باطن نے لے لی۔ یہانتک کہ آپ مرتبہ تکمیل و ارشاد پر فائز ہو گئے اسوقت حضرت شیخ صدر الدین حکیم نے آپ کو خلافت سے سرفراز فرمایا اور ارادت مندوں کی تربیت میں مشغول رہنے کی تاکید فرمائی۔ شیخ صدر الدین سر حلقۂ مشائخ تھے اور ان کی کرامات اور خوارق عادات مشہور زمانہ ہیں شیخ قاسم اودھی اور شیخ قاسم دہلوی آپ ہی کے مرید تھے آپ کا ایک رسالہ آداب المریدین ہے جس میں آپ اپنے شیخ سے نقل کرتے ہیں کہ وہ فرماتے تھے کہ درویشوں کا یہ طریقہ ہے کہ مصلا، تسبیح، کنگھی، عصا، قینچی، سوئی، لوٹا، پیالہ، نمکدان، طشت، افتابہ، جوتا اور نعلین وغیرہ جو دیا کرتے ہیں ان میں کی ہر چیز کا ایک مقصد ہوتا ہے۔ مصلا عبادت اور اطاعت میں استقامت پر دلالت کرتا ہے۔ تسبیح جمعیت خاطر کی نشانی ہے۔ جیسے کہ تسبیح کے متفرق دانے ایک ہی رشتہ میں منسلک ہوتے ہیں۔ کنگھی

شہر کے رفع ہونے کی دلیل ہے۔ عصا اس جانب اشارہ کرتا ہے کہ صرف ذات واحد پر بھروسہ کیا جائے۔ قینچی سے مراد یہ ہے کہ علائق اور خواطر سے قطع تعلق کیا جائے۔ سوئی کا یہ مفہوم ہوتا ہے کہ ظاہر و باطن کو جوڑ دیا جائے۔ لوٹا اور پیالہ سے یہ بتانا مقصود ہے کہ فقراء کی مہمان نوازی کیجائے کفش اور نعلین سے ثابت قدمی مراد ہے اسی طرح کے بہت سے اقوال بزرگوں سے منقول ہیں۔

شیخ محمد عیسیٰ تاج جونپوری حضرت شیخ فتح اللہ کے مرید اور خلیفہ تھے انکے احوال مناسب مقام پر تحریر کئے جائیں گے۔ آپ کا مرقد اودھ میں واقع ہے۔ آپ کا سن وفات نظر سے نہیں گذرا لیکن آپ سلطان ابراہیم شرقی کے ہمعصر تھے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

ذکر شریف

عالم معنوی و صوری مقرب بساط قرب و حضوری شیخ ابو الفتح جونپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ کاملان وقت سے تھے اور فقر ریاضات اور ذوق سماع میں بے نظیر تھے فاش گوئی آپ کا شیوہ تھا۔ ایک دفعہ آپ میں اور قاضی شہاب الدین ملک العلماء میں بحث ہوئی جو مشہور رہے آپ اپنے دادا حضرت قاضی عبد المقتدر کے شاگرد و مرید اور خلیفہ تھے۔ جن کا ذکر پیشتر ازیں حضرت شیخ نصیر الدین چراغ دہلوی کے خلفا میں گذر چکا ہے۔

صاحب مکارم اخلاق تحریر کرتے ہیں کہ شیخ ابو الفتح چودہ مہینوں تک شکم مادر میں رہے جسکی بناء پر قاضی عبد المقتدر نہایت فکرمند رہتے تھے ایک شب رات کو حضرت شیخ رکن الدین ابو الفتح بن شیخ صدر الدین بن شیخ بہاء الدین ذکریا ملتانی کو خواب میں دیکھا کہ فرما رہے ہیں اے قاضی تمہارے گھر میں ایک لڑکا پیدا ہوگا اس کا نام میری کنیت پر رکھو۔ بہرحال چودھویں مہینہ میں آپ پیدا ہوئے۔ اور آپکا نام ابو الفتح رکھدیا گیا۔ کہتے ہیں کہ ایک روز شیخ جمال الدین جو شیخ عثمان سیاح کے مرید تھے۔ قاضی عبد المقتدر کے گھر آئے ہوئے تھے جب انہوں نے ابو الفتح کو دیکھا تو فرمایا کہ اے قاضی تمہارے نام کو تمہارا یہ پوتا بلند کرے گا۔ چند روز بعد آپ کے والد حضرت عبد الحی نے اپنے والد کی زندگی میں

وفات پائی بناء بریں سجادگی اور خرقہ خلافت شیخ ابو الفتح کو ملا اور چند بزرگوں کے بعد آپ نے مسند ارشاد سنبھالی۔ ایک عالم نے آپ سے استفادہ کیا۔ امیر تیمور کے زمانہ میں متعدد بزرگ جو دہلی میں سکونت پذیر تھے وہ بحکم باطن مختلف مقامات کو منتقل ہو گئے۔ شیخ ابو الفتح بھی جونپور چلے گئے۔ جونپور میں ابتداءً حضرت شیخ ابو الفتح نے فقر و فاقہ کی زندگی بسر کی آپ کا کوئی گھر بھی نہ تھا کسی دیوار کے سایہ میں پڑ جاتے تھے اگر کوئی عزیز آپ کو دیکھنے کے لئے آتے تو لوگ پرانے بورے کو سائبان بنا دیتے۔ تین چار فاقوں کے بعد کچھ کھانے کو ملتا۔ قلت طعام کے باعث اتنا اضمحال پیدا ہو گیا تھا کہ سر سے پا تک جسم لرزنے لگا تھا نماز کے لئے کھڑے ہونے کی بھی طاقت نہ تھی۔ لیکن ہمت اور استقامت روز افزوں رہی اور آپ اس تنگی پر چنداں توجہ نہ کرتے۔ ایک دن دیوار کے سایہ میں تشریف فرما تھے کہ ایک سوداگر جو آپ کے دادا کا مرید تھا آپ کے پاس حاضر ہوا ایک مرید نے اس سوداگر کی آمد کے پیش نظر حضرت سے التماس کی کہ جامع مسجد کے قریب ایک مکان فروخت ہو رہا ہے اگر حضرت مناسب سمجھیں تو سکونت کے لئے خرید لیا جا سکتا ہے۔ حضرت شیخ ابو الفتح کو اسکی یہ بات پسند نہ آئی آپ نے فرمایا خاموش رہو ہم کو گھر سے کیا کام سوداگر کو معلوم ہوا کہ حضرت کے پاس رقم نہیں ہے اسی وقت وہ مکان کی قیمت بطور نذر پیش کی حضرت نے قبول کرنے سے انکار فرما دیا جب اس نے بہت اصرار کیا تو فرمایا کہ میں اپنے پیروں کے طریقہ کے خلاف ہرگز عمل نہ کروں گا کہ ہمارے خواجگان اگر کوئی شخص انکے فقر و فاقہ پر مطلع ہو کر کچھ نذر پیش کرتا تو ہرگز قبول نہ کرتے تھے کچھ عرصہ کے بعد حق تعالیٰ نے آپ کے رزق میں خزانہ غیب سے فراخی عطا فرمائی اور آپ نے اس مکان کو جو جامع مسجد کے قریب تھا بے تکلف خرید لیا اس جگہ حجرہ، خانقاہ اور ایک عالیشان عمارت تعمیر پائی۔ اتفاقاً ایک دفعہ آپ حجرہ میں مشاہدۂ جمال توحید میں مستغرق تھے کہ اس سوداگر کا دوست حاضر ہوا۔ شیخ نے کمال مہربانی سے اسکو اندر بلا لیا۔ ایک بڑے صحن اور عالیشان عمارت کو دیکھ کر وہ متحیر ہو گیا اور اس سے بہت بے ادبی ظاہر ہوئی کہ جس شخص نے یہ عمارت تعمیر کی ہے اس کے پاس کثیر سرمایہ ہوگا۔ شیخ نے فرمایا کہ واقعی میرے پاس کثیر رقم ہے یہ حجرہ روپیوں سے بھرا ہوا ہے میں جو چاہتا ہوں خرچ کرتا ہوں۔ اور یہ خزانہ ایسا ہے جسکی چوری کا اندیشہ نہیں۔ جبکہ دوسروں کے مال و متاع کا سرقہ کیا جا سکتا ہے ما شیخ نے فرمایا کہ مجھے خود سے کچھ کہنے کا اختیار نہیں جو کچھ کہلایا جاتا ہے وہی کہتا ہوں۔ انہی دنوں میں

ما یہ سن کر اس شخص نے کہا کہ اس بات سے آپ کا مال و متاع کی جانب میلان ظاہر ہوتا ہے۔

اس شخص کے کثیر سرمایہ اور اسباب کو جو دہلی سے جونپور لایا جارہا تھا راستہ میں لوٹ لیا گیا۔ جب مریدوں نے یہ واقعہ حضرت سے بیان کیا اور کہا کہ جو کچھ حضرت شیخ کی زبان سے نکلا تھا ظہور پذیر ہوا۔ شیخ نے بہت اعراض کیا اور فرمایا کہ اسکو کرامت تصور نہ کرو اس قسم کے واقعات جو ظہور پذیر ہوتے ہیں ان کی کوئی بنیاد نہیں ہوتی۔ الحاصل آپ ہمیشہ ستر حال فرمایا کرتے تھے۔

صاحب اخبار الاخیار تحریر کرتے ہیں کہ آپ بہت فاضل دانشمند تھے اپنے جد بزرگوار کی وصیت کے مطابق آپ ہمیشہ درس اور افادۂ علوم میں مشغول رہتے آپ بہت فصیح تھے عربی اور فارسی میں اشعار کہا کرتے تھے آپ کے ہمہ قسم کے کمالات زیادہ سے زیادہ ہیں آپ کے خلفاء میں شیخ فخر الدین بخاری شیخ محمد الکبس اور شیخ عبدالکریم قدوائی وغیرہم جیسے کامل اشخاص تھے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

آپ کی وفات بروز جمعہ بتاریخ ۱۳ ربیع الاول سنہ ۸۰۰ھ بزمانہ سلطنت سلطان محمود بن سلطان ابراہیم شرقی واقع ہوئی آپ کا مرقد شہر جونپور میں واقع ہے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اگرچہ کہ جونپور میں کئی بزرگ خوابیدہ ہیں لیکن تصرف ولایت باطن آپ کو حاصل ہے۔

ذکر شریف

مستغرق انوار حضوری کاشف اسرار مستوری مقتدائے عالم شیخ حسام الدین فتحپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

تمام کمالات انسانی میں آپ بے نظیر تھے شان عظیم اور علم وافر کے حامل تھے آپ حضرت قاضی عبدالمقتدر تھانیسری کے مرید اور خلیفہ رشید تھے جنکا ذکر خلفائے شیخ نصیر الدین چراغ دہلوی کے سلسلہ میں گذر چکا ہے۔

مکارم اخلاق میں مرقوم ہے کہ ایک روز قاضی عبدالمقتدر اپنی خانقاہ میں تشریف فرما تھے۔ تمام علماء اور فضلا موجود تھے اتفاق سے ایک صوفی جو چہل رجال وقت سے تھا حضرت قاضی کی مجلس میں شامل تھا۔ قاضی نے اہل ظاہر کے حسب عادت اس سے پوچھا کہ آپ کہاں سے تشریف لا رہے ہیں۔ اور

آپ کا کیا نام ہے اس شخص نے بے تکلف جواب دیا کہ چند سال کی بات ہے کہ فلاں مسجد کے پیچھے آپ اور میں ہر شب یکجا بیٹھا کرتے تھے آج آپ مجھ سے ناآشنائی ظاہر کر رہے ہیں قاضی نے دائیں بائیں دیکھا اور اس کلام سے متفکر نظر آنے لگے وہ شخص بحال آزردگی رخصت ہو گیا جس سے قاضی بہت مضطرب ہو گئے اس واقعہ کے راز سے اہل مجلس میں سوائے حسام الدین کے کوئی واقف نہ تھا۔ لہٰذا شیخ حسام الدین حضرت قاضی کا اشارۂ باطنی پاکر اس شخص کے پیچھے روانہ ہوئے اور بہت انکساری سے اس شخص کو ایک گوشہ میں لیجا کر معروضہ کیا کہ مخدوم اپنے جمال ولایت کو در پردہ رکھنا چاہتے ہیں۔ اسلئے اسرار باطن کو آپ سب کے سامنے ظاہر نہیں فرماتے۔ بہرحال بہرحال اس شخص کا ملال رفع کر کے حسام الدین نے اس کو رخصت کیا اور قاضی کا اضطراب بھی رفع ہو گیا دوسرے دن وہی شخص شیخ حسام الدین سے ملا اور کہا کہ میں نے کل رات مجمع رجال الغیب میں قاضی عبدالمقتدر کو پکڑ لیا اور ان سے کہا کہ تم نے اپنی مجلس میں میری تکذیب کی اب میں تمہیں نہیں چھوڑوں گا تاآنکہ صبح ہو جائے اور سب لوگ تم کو ان رجال الغیب میں دیکھ لیں آخر انہوں نے وہی عذر پیش کیا جسکا تم نے مجھ سے ذکر کیا تھا اور نجات حاصل کی۔

الغرض شیخ حسام الدین کے کمالات اسی سے قیاس کئے جاسکتے ہیں کہ آپ اپنے شیخ کے اس قدر محرم راز تھے آپ کا سنِ وفات نظر سے نہیں گذرا لیکن آپ سلطان ابراہیم شرقی کے زمانہ میں بقید حیات تھے جبکی وفات سنہ ۸۴۲ھ میں واقع ہوئی شیخ حسام الدین کا مرقد قصبہ فتح پور میں واقع ہے رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ

ذکر شریف

مقبول ترین مردانِ غربی، مقتدائے اربابِ توحید بابا اسحاق مغربی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ شیخ مغربی کے مرید اور خلیفہ تھے جو انتہائی عظیم القدر اور بلند ہمت تھے آپ ہمیشہ کرامات کو مستور رکھنے کی کوشش فرماتے تھے شیخ محمد مغربی چونکہ کبیر السن تھے اسلئے آپ کا سلسلہ ارادت دو تین واسطوں سے حضرت شیخ ابومدین مغربی تک پہونچتا ہے۔ جسکا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔

---

۱ ریاضات و مجاہدات کے علاوہ آپ نے پاپیادہ چالیس حج ادا کئے تھے آپ کے خوارق عادات اور کرامات مشہور آفاق ہیں

صاحب تحفۃ المجالس تحریر کرتے ہیں کہ حضرت بابا اسحاق مغربیؒ اپنے پیر حضرت شیخ محمد مغربیؒ کے انتقال کے تین چار روز تک ان کے مرقد کے سرہانے ٹھیرے رہے۔ ہر روز حضرت شیخ کی خانقاہ کا خادم آپ کے پاس حاضر ہوتا اور آپ سے اس روز کے مصارف خانقاہ کا مطالبہ کرتا۔ حضرت بابا اسحاق مرقد کے روبرو جاتے اور پائین مرقد سے رقم دستیاب ہو جاتی جسکو آپ کے خادم کے حوالے کر دیتے چوتھے روز حضرت بابا کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ روزآنہ مصارف خانقاہ کے لئے حضرت شیخ کی روحانیت سے رجوع کرنا نامناسب ہے چنانچہ آپ نے واپسی کی اجازت چاہی اور اپنے شیخ کی روحانیت کے حسب ایما ہندوستان کی جانب روانہ ہوئے مختلف مقامات کی سیر کرتے ہوئے فیروز شاہ کے زمانہ سلطنت میں شہر اجمیر پہونچے ایک عرصہ تک حضرت خواجہ اعظم کے روضہ میں حاضر رہے ایک رات حضرت خواجہ اعظم سے بشارت پاکر قصبہ کھٹو جو ناگور کا علاقہ ہے قصد کیا اور وہیں متوطن ہوگئے آپ ہمیشہ فقر و فاقہ کی زندگی بسر فرماتے اور اپنے کمال ولایت کو اغیار کی نظروں سے پوشیدہ رکھتے لیکن خدا کے چاہنے والے محبان حق کہاں چھپ سکتے ہیں۔ بالآخر سلطان فیروز شاہ آپ کا معتقد ہوگیا اور ہر طرف سے لوگ آپ کی خدمت میں عقیدت سے حاضر ہونے لگے۔

تحفۃ المجالس میں یہ بھی مرقوم ہے کہ ایک دفعہ بابا اسحاق دہلی کے نواحی قصبہ میں بطریق سیاحت پہونچے اور اسی قصبہ میں ایک توت کے درخت کے نیچے جو لب نہر واقع ہے چند روز ٹھہر گئے اس زمانہ میں ایک دولتمند ہندو جو اپنی قوم کا سربرآوردہ شخص تھا آپ کا معتقد ہوگیا وہ اکثر آپ کی خدمت میں حاضر رہنے لگا ایک روز اس نے بہت عجز اور نیازمندی سے کہا کہ اس نیازمند کو دنیا کی ہر نعمت حاصل ہے لیکن اولاد سے محروم ہوں یہ کہہ کر زار و قطار رونے لگا آپ نے بے اختیار ہو کر فرمایا کہ تجھکو یا حیّ یا قیوم کی برکت سے پانچ لڑکے ہونگے لیکن شرط یہ کہ اپنے بڑے لڑکے کو میرے حوالے کر دو اس نے بصد آرزو شرط قبول کر لی اس کے بعد بابا اسحاق خراسان روانہ ہوئے ایک عرصہ دراز کے بعد دہلی لوٹے وہاں سے پھر اس قصبہ کو گئے اور اسی نہر کے کنارے قیام کیا وہ درخت توت جو خشک ہو گیا تھا آپ کی تشریف آوری کی برکت سے سرسبز و شاداب ہو گیا اس واقعہ سے قصبہ مذکور میں آپ کی بہت شہرت ہو گئی اس وقت پھر وہی ہندو آپ کی ملاقات سے مشرف ہوا اور عرض کیا کہ آپ کے انفاس تبرکہ کی برکت سے مجھے پانچ لڑکے ہوئے بابا نے کہا کہ اب اپنے بڑے لڑکے کو میرے

حوالہ کردو۔ اس نے قبول کیا۔ دوسرے روز کمال نیازمندی سے اپنے مکان میں حضرت کی دعوت کی لیکن بڑے لڑکے کو پوشیدہ رکھ کر ایک غلام زادے کو لباس فاخرہ سے آراستہ کرکے اپنے باقی چار لڑکوں کے ساتھ آپ کے روبرو لایا بابا اسحاق نے کہا کہ میں بڑے لڑکے کا طالب ہوں اس نے اس غلام زادہ کی جانب اشارہ کرکے کہا کہ یہ میرا بڑا لڑکا ہے بابا نے فرمایا کہ تیرا بڑا لڑکا گھر میں چھپا ہوا ہے۔ اس ہندو نے کہا کہ آپ میرے گھر میں ہیں جہاں چاہیں اسے تلاش کرلیں بابا اسحاق نے باآواز بلند پکارا کہ اے میرے فرزند قوام الدین مجھ سے کیوں پردہ کرتے ہو فوراً چلے آؤ۔ معاً وہ لڑکا لبیک کہتا ہوا حاضر خدمت ہوا اور حضرت بابا کے قدموں پر سر رکھ کر کلمہ شہادت پڑھنے لگا۔ بابا اسحاق نے بکمال مہربانی سے اسکو لپٹا لیا اور اپنی فرزندی میں قبول کیا۔ اور اسے اپنے ساتھ لے گئے اور اس کی تربیت میں مصروف ہوگئے اس نے آپکی کمال توجہ سے علوم ظاہری و باطنی میں کمال حاصل کرلیا جب اسکی عمر پچیس سال کی ہوئی تو اس جہان فانی سے کوچ کرگیا۔ بابا اسحاق کو بہت رنج ہوا اور آپ تین چار سال تک اسکے فراق میں روتے رہے۔ جب فراق حد سے تجاوز کرگیا تو الہام الٰہی ہوا کہ ہم تجھے قوام الدین سے بہتر فرزند عطا کرتے ہیں اس طرح فرزند کی صورت بھی آپ کو بتادی گئی اور کہا گیا کہ اس فرزند معنوی سے تمہارا سلسلہ روشن ہوگا اس کے بعد بابا اسحاق اس شکل وصورت کے لڑکے کی تلاش میں رہنے لگے اور اکثر مریدوں اور طالبوں سے کہا کہ اس حلیہ کا لڑکا جہاں کہیں تمہیں نظر آئے لے آؤ یا مجھے اطلاع دو اتفاقاً اسی اثناء میں عصر کے وقت دہلی میں زور وشور کی آندھی آئی یہاں تک کہ ہر طرف اندھیرا چھا گیا لوگوں میں بے چینی پھیل گئی ایک دایہ کسی امیر کے بچہ کو گھر سے باہر لے کر نکلی تھی اس تاریکی میں گھر کا راستہ بھول گئی اور دوسری گلی میں چل پڑی وہاں ایک قافلہ اترا تھا یہ اس قافلہ میں پہونچی تو اہل قافلہ نے اس خوبصورت بچے کو اسکے ساتھ دیکھ کر نماز فجر سے پہلے اس بچہ کو لے کر دوآبہ کی جانب روانہ ہوگئے اور اپنے بچے کی مانند اسکی پرورش کرنے لگے حسن اتفاق سے مولانا صدر الدین نبیرہ مولانا شہاب الدین ہمدانی کسی کام پر نکلنے کا ارادہ رکھتے تھے وہ اجازت طلب کرنے بابا اسحاق کی خدمت میں حاضر ہوئے زبان مبارک سے یہ کلمات نکلے کہ مولانا اگر اس شکل وشمائل کا بچہ تمہیں نظر آئے تو اسکو میرے پاس لے آنا۔ پس جب مولانا صدر الدین وہاں پہونچے تو نجیب نساج جس بچے کو لائے تھے اسکا حلیہ وہی نظر آیا کسی طرح اسے نجیب نساج سے لیکر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے حضرت بابا نے اسکو موہبت الٰہی سمجھ کر اپنی فرزندی میں قبول کیا اور شیخ احمد

نام رکھا اس وقت اس بچہ کی عمر چار سال کی تھی چونکہ اس نے قصبہ کھٹو میں نشونما پائی اسلئے اس کو شیخ احمد کھٹو کہا جانے لگا الغرض بابا اسحاق اس لڑکے کی پرورش اور تربیت میں مشغول ہو گئے بابا اسحاق کے فیض تربیت سے شیخ احمد کھٹو نے علوم ظاہری و باطنی سے آراستہ ہو کر مرتبہ کمال قرب حاصل کیا اور بے نظیر وقت ہو گئے۔

متذکرہ صدر کتاب میں یہ بھی مرقوم ہے کہ جب شیخ احمد کھٹو بارہ سال کے ہوئے تو بابا اسحاق ان کو اپنے ہمراہ دہلی لے گئے وہاں شیخ احمد کے بھائی آئے اور انہوں نے اپنے بھائی کو پہچان کر کہا کہ یہ ملک نصیر الدین کے بھائی ہیں جو آندھی میں گم ہو گئے تھے شیخ احمد کے والدین اس وقت بقید حیات تھے انہوں نے ہر چند راضی کرنے کی کوشش لیکن شیخ احمد نے بابا اسحاق کی جدائی گوارہ نہ کی۔ انہی دنوں میں حضرت مخدوم جہانیان بھی دہلی تشریف لائے تھے۔ سلطان فیروز شاہ اور اسکے امراء روزآنہ حضرت مخدوم کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے حضرت شیخ احمد نے دریافت کیا کہ خلق کا یہ ہجوم کس لئے ہے۔ حضرت بابا نے فرمایا کہ یہ ہجوم حضرت مخدوم کے لئے ہے لوگ آپ کے پاس عقیدت سے حاضر ہوا کرتے ہیں چلو تم کو بھی ان کا مرید کرا دوں شیخ احمد نے گزارش کی کہ میں آپ کا غلام اور مرید ہوں مجھے دوسرے سے کیا سروکار حضرت بابا نے آپ کے خلوص سے مسرور ہو کر فرمایا کہ انشاء اللہ تعالیٰ کبھی بادشاہ امراء علماء اور اکابر وقت تمہاری خدمت میں نیازمندانہ حاضر ہونگے اسکے بعد آپ قصبہ کھٹو لوٹے۔ ایک روز بابا اسحاق نے حضرت شیخ احمد کو اپنے سامنے بٹھا کر یہ حدیث پڑھی ان اللہ جمیل و یحب الجمال پھر فرمایا بابا احمد میں تمہارے جمال کا عاشق ہوں۔ الغرض حق تعالیٰ نے شیخ احمد کو ایسا جمال باکمال عطا کیا تھا کہ جس مرد یا عورت کی نظر آپ پر پڑ جاتی تو بے اختیار ہو جاتے آپ خوش الحان بھی تھے۔ سبحان اللہ اسطرح آپ کی ذات میں خوبیوں اور خوش الحانی کا قران السعدین ہو گیا تھا ؎

زاں مینگرم بچشم من درصورت — آنرا کہ ز معنی است اثر درصورت
ایں عالم صورت است وما درصوریم — یعنی نتواں دید کسے در صورت

کتاب مذکور میں یہ بھی منقول ہے کہ جب شیخ احمد کھٹو کی عمر ۲۵ سال کی ہوئی تو آپ تمام کمالات انسانی میں کامل ہو چکے تھے اس وقت حضرت بابا اسحاق نے اپنے پیروں کی امانت اور خرقہ خلافت آپ کو عطا فرما کر ۶۲۳ھ میں بتاریخ ۱۷ر شعبان المعظم اس عالم فانی کو خیرباد کہا آپ قصبہ کھٹو ہی میں مدفون ہوئے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

ذکر شریف

عاشقِ یکسو، واقفِ رمزِ اللہ ہو، فردِ وقت شیخ احمد کھٹو رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ حضرت بابا اسحاق مغربیؒ کے شاگرد، مرید، خلیفہ اور جانشین تھے عہد طفلی سے عہد شباب تک آپ کے حالات حضرت بابا اسحاق مغربیؒ کے ذکر میں مذکور ہوئے۔ الغرض شیخ احمد کھٹو نہایت عالیشان اور بلند ہمت تھے مسند الفقر کنزٌ من کنوز اللہ پر متمکن ہو کر بادشاہانہ تصرف فرماتے تھے چنانچہ آج تک آپ کے مزار سے ان تصرفات کا ظہور جاری ہے۔

صاحب تحفۃ المجالس تحریر کرتے ہیں کہ جب بابا اسحاق واصل برحمت حق ہوئے۔ شیخ احمد کھٹو فاتحہ سوئم سے فارغ ہونے کے بعد بتاریخ ۲ر شعبان چلہ کش ہوئے۔ پچیس کھجورا اور ایک مشک پانی لیکر کمرہ میں بیٹھ گئے جب عید الفطر کا دن آیا تو کمرہ سے باہر نکلے تو اکیس کھجور محراب میں ابھی پڑے ہوئے تھے چالیس دن میں آپ نے صرف چار کھجور تناول فرمائے تھے اس قسم کے متعدد مجاہدات آپ کی جانب منسوب ہیں چند دن کے بعد آپ دہلی آئے اور ایک مسجد میں گوشہ نشین ہو کر ریاضت شاقہ اور مجاہدات میں مشغول ہو گئے اتفاق سے اسی دوران حضرت مخدوم جہانیان دہلی آئے ہوئے تھے ایک روز اس مسجد میں تشریف لائے اور فرمایا کہ اے نوجوان تجھ سے بڑے دوست آرہا ہے جب تمہارا وقت آئے تو مجھے دعا سے نہ بھولنا اسکے بعد پالکی میں سوار ہو کر اپنے مقام کو روانہ ہو گئے شیخ احمد نے کچھ عرصہ بعد اژدہام خلائق سے تنگ آکر دہلی کو خیر باد کیا تقریباً بارہ سال تک حالت تجرد میں مختلف مقامات کی سیاحت کی اور حرمین شریفین کی زیارت سے بھی مشرف ہوئے۔ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آستانہ سے بشارت پاکر پھر ہندوستان لوٹے اور دہلی میں سکونت اختیار کی اس زمانہ میں امیر تیمور صاحب قران دہلی پہ حملہ آور ہوا سلطان محمود نبیرہ سلطان فیروز شاہ نے دہلی سے نکل کر اس سے جنگ کی بڑے ہنگامہ کے بعد امیر تیمور تخت دہلی پہ قابض ہو گیا اور عام گرفتاری کا حکم جاری کیا۔ چنانچہ تمام اہل شہر کو گرفتار کر لیا گیا۔ شیخ احمد کھٹو بھی اسیر ہو گئے۔ امیر تیمور کے آنے سے قبل آپ نے اپنے ارادت مندوں سے کہدیا تھا کہ تم لوگ

جونپور کی جانب چلے جاؤ کیونکہ دہلی میں قہر نازل ہونے والا ہے ارادت مندوں نے عرض کیا کہ آپ بھی کیوں جونپور کا ارادہ نہیں فرماتے آپ نے فرمایا کہ میں اہل شہر کا ساتھ دوں گا۔ حضرت شیخ احمد ہر روز تمام قیدیوں کو ایک ایک کاک عطا فرماتے آپ کی اس کرامت کی اطلاع امیر تیمور کو ملی تو اس نے آپ کو اور آپکے ساتھ چالیس افراد کو رہا کر دیا اور یہ بھی حکم دیا کہ حضرت جس کسی کو چاہیں اسکو رہا کر دیا جائے چنانچہ اکثر لوگ حضرت کی سفارش سے آزاد ہو گئے۔ الغرض امیر تیمور حضرت شیخ احمد کا معتقد و مطیع و منقاد ہو گیا سات مہینے کے بعد جب امیر تیمور نے معاودت کی تو حضرت شیخ احمد سمرقند تک اسکے ہمراہ گئے اور پھر وہاں سے خراسان پہونچے اور مشائخین وقت سے ملاقات کی چند سال بعد گجرات آئے۔ ظفر خاں جو پہلے سلطان محمد بن فیروز شاہ کی جانب سے وہاں حکومت کرتا تھا سلطان محمود بن فیروز شاہ کے زمانہ میں تمام گجرات کا حاکم ہو گیا اور سلطان مظفر شاہ کا لقب اختیار کیا۔ چونکہ ابتداءً حضرت شیخ احمد کا دہلی میں معتقد ہو چکا تھا اسلئے اس نے آپکی ولایت گجرات میں تشریف آوری کو غنیمت عظمیٰ تصور کیا اور نہایت خلوص اور عقیدت سے عرض پرداز ہوا کہ حضرت اسی شہر میں دوام سکونت اختیار فرمائیں شیخ نے یہ استدعا قبول فرمائی حق تعالیٰ نے آپ کے لئے فتوحات کا دروازہ کھول دیا اور سب کے دلوں میں آپ کی محبت پیدا ہو گئی۔ سلطان مظفر خاں کی وفات کے بعد سلطان احمد سلطنت گجرات پر قابض ہوا وہ بھی انتہائی نیازمندی سے حضرت شیخ احمد کا مرید ہو گیا اس طرح شیخ احمد کی بڑی شہرت ہو گئی۔ آپ سے کئی خوارق عادات ظاہر ہوئے ایک روز سلطان احمد بن مظفر شاہ نے گذارش کی کہ مجھے حضرت خضر علیہ السلام کے دیکھنے کا بہت اشتیاق ہے بغیر حضرت کی توجہ کے ان کا دیدار ناممکن ہے حضرت شیخ نے فرمایا کہ میں حضرت خضر علیہ السلام سے کہوں گا اور دیکھوں گا کہ اس بارے میں وہ کیا فرماتے ہیں ایک دفعہ سلطان کی تمنا حضرت خضر علیہ السلام سے ظاہر کی۔ خضر علیہ السلام نے کہا کہ آپ اس سے کہیے کہ چالیس روز تک ریاضت میں مصروف رہے اس وقت آپ کے حجرہ میں اس سے ملاقات کروں گا سلطان احمد نے حسب ہدایت عمل کر کے حضرت شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا جب حضرت شیخ متوجہ ہوئے تو حضرت خضر علیہ السلام نے کہا کہ وہ ایک اور چلہ کھینچے تاکہ تمام آلودگی سے پاک ہو جائے۔ سلطان نے دوسرا چلہ بھی مکمل کر لیا پھر حضرت خضر نے فرمایا کہ ایک اور چلہ کی ضرورت ہے جب تین چلہ پورے ہوئے سلطان احمد نے نماز جمعہ کے بعد حضرت شیخ کے حجرہ میں حضرت خضر علیہ السلام سے شرف ملاقات حاصل کیا بہت گفت و شنید کے بعد سلطان نے درخواست کی کہ عجائبات عالم سے کچھ ذکر فرمائیے خضر علیہ السلام

نے فرمایا کہ صابرمتی دریا کے کنارے جو صحرا ہے وہاں ایک بہت بڑا شہر تھا اس شہر کے لوگ اباوان آباد کہتے تھے اس شہر کے رہنے والے ستودہ حال تھے ایک دن میں بھوکا تھا۔ حلوہ فروش کی دوکان پر جاکر حلوہ خریدنے کچھ رقم میں نے اس کو دی اس حلوہ فروش نے کہا کہ تم صورت سے درویش لگتے ہو لہذا میں تم سے کیا رقم لوں جتنا حلوہ کھانا چاہتے ہو کھالو اسی طرح دوسری دفعہ ایک دوسرے حلوہ فروش کی دوکان پر جاکر اسی طرح نقد رقم دی اور حلوہ طلب کیا اس حلوہ فروش نے بھی اسی قسم کا جواب دیا اسی طرح کے متعم احوال اور صاحب ہمت لوگ اس شہر میں آباد تھے چند دن کے بعد اسطرف گذر ہوا تو دیکھا کہ شہر کا نام ونشان نہیں ہے میں حیران وششدر رہ گیا اس نواح میں ایک ڈیڑھ سو سالہ شخص ملا میں نے اس سے پوچھا کہ یہ کیا ماجرا ہے اس نے جواب دیا کہ میں بھی کچھ نہیں جانتا لیکن سنا ہے کہ یہاں کبھی ایک شہر واقع تھا جو اباوان آباد سے موسوم تھا دیکھو دنیائے بوقلموں کا یہ حال ہے۔

سلطان احمد نے التماس کیا کہ اگر آپ فرمائیں تو یہ خاکسار بار دیگر اس شہر کو آباد کرے گا خضر علیہ السلام نے کہا کہ مبارک خیال ہے لیکن شرط یہ ہے کہ پہلے تم ایسے چار اشخاص کو جمع کرو جنکا نام احمد ہو اور نماز عصر کی سنت کبھی ان سے قضا نہ ہوئی ہو اسکے بعد ان چاروں احمد نامی اشخاص کے مشورہ سے شہر کی بنیاد ڈالو اور اس شہر کا نام احمد آباد رکھو بہت جستجو کے بعد اس نام اور صفت کے دو اشخاص گجرات میں ملے ایک قاضی احمد دوسرے ملک احمد ان دونوں کو لئے ہوئے حضرت شیخ کی خدمت میں سلطان حاضر ہوا اور عرض پرداز ہوا کہ باقی دو اشخاص ان نام وصفت کے نہیں مل رہے ہیں۔ شیخ احمد کھٹو نے فرمایا کہ تیسرا میں ہوں۔ سلطان احمد نے کہا کہ بندہ سے بھی نماز عصر کی سنت کبھی فوت نہیں ہوئی بحکم اذا اراد اللہ شیئاً ھیّی اسبابہ یہ چاروں مل کر صابرمتی کے کنارے گئے جہاں حضرت خضر علیہ السلام نے نشاندہی کی تھی۔ بتاریخ عمر ذیقعدہ سنہ ۸۲۳ھ جو نیک عدد ہے شہر احمد آباد کی بنیاد رکھی گئی ۳۶۰ محلے قلعہ کے طور پر بنائے گئے جس میں کا ہر محلہ ایک بڑے قصبہ کے برابر تھا اسکے بعد دیوار حصار بہت مستحکم بنائی گئی یہ دیوار قد آدم بلند ہوئی نہ تھی کہ یکایک گر پڑی۔ سلطان احمد مضطربانہ حضرت شیخ احمد کھٹو کی خدمت میں حاضر ہوا شیخ احمد کھٹو خود وہاں جاکر دیوار اٹھانے لگے اس دوران میں ایک جوگی ظاہر ہوا اور کہا کہ میرا نام نانک ناتھ ہے اور زمانہ دراز سے یہ میری جگہ ہے

اب تم چار لوگ احمد نامی جمع ہو کر شہر کی بنیاد ڈال رہے اور اس شہر کا نام اپنے نام پر رکھنا چاہتے ہو جب تک میرا نام بھی اس میں شامل نہ ہو تو یہ قلعہ کی دیوار مکمل نہ ہوگی اس بناء پر چوک کا نام مانک چوک رکھا گیا اسکے بعد حصار کی تکمیل ہوگئی اور شہر آباد ہو گیا۔ ہندوستان کے کسی بادشاہ نے ایسا نورانی شہر اس حسن و خوبی سے آباد نہیں کیا یہ واقعہ بھی حضرت شیخ کے کرامات کے منجملہ ہے۔

صاحب مراۃ الاسرار و تحفۃ المجالس وغیرہم نقل کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت شیخ نے بذریعہ کشتی کے ذریعہ حرمین الشریفین کا سفر اختیار کیا تو اتفاق سے تیز ہوا چلی اور کشتی تباہ ہو گئی بہتے بہتے مسافرین ایک پہاڑ کے کنارے پہونچے جس پر ایک بڑی عمارت نظر آئی اہل کشتی نے کہا کہ یہ شہداء کا مقام ہے حضرت شیخ نے فرمایا کہ مجھے بھی الہاماً یہی معلوم ہوا ہے کشتی کی تیاری کے بعد میں نے پانی پر مصلا بچھا دیا اور اس پر بیٹھ کر روانہ ہوا جب پہاڑ پر پہونچا تو مجھے ایک مرصّع مصفّا اور دلکشا عمارت نظر آئی کثیر تعداد میں وہاں قیمتی جواہرات بکھرے ہوئے تھے لیکن کوئی شخص وہاں موجود نہ تھا۔ میں نے تمام عمارت کو گھوم پھر کر دیکھا جب قیلولہ کا وقت آیا تو ایک کمرہ میں دراز ہو گیا کچھ دیر بعد ۳۸ سوار شہداء نمودار ہوئے اور اپنے اپنے کمروں میں چلے گئے اسکے بعد ایک شہید پا پیادہ اس کمرہ میں داخل ہوا جس میں میں لیٹا ہوا تھا اور سلام کیا میں سلام کا جواب دیکر پوچھا کہ تمہارا کیا نام ہے اور تم پا پیادہ کیوں ہو جبکہ سب سوار ہیں اس نے جواب دیا کہ میرا نام سید الہداد ہے میں آپ کی توجہ سے سوار ہونے کی امید رکھتا ہوں کچھ دیر بعد غیب سے کھانا آیا۔ ہر روز ۳۹ طبق آیا کرتے تھے لیکن اس روز چالیس طبق آئے تمام شہداء متحیر ہو گئے کہ ایک طبق کا اضافہ کیوں ہوا سید الہداد نے کہا کہ میرے کمرے میں ایک درویش آئے ہوئے ہیں یہ طبق انکے لئے ہے بہر حال تمام شہداء نے مل کر میرے ساتھ تناول طعام کیا اس صحبت محرمانہ کے بعد میرا واپسی کا ارادہ ہوا اس وقت سید الہداد نے کہا کہ میرا گھر شہر احمد آباد گجرات میں واقع ہے۔ میرے والد سید نور محمد اور میری ماں فلاں محلہ میں سکونت پذیر ہے برائے خدا آپ وہاں تشریف لے جائیں اور میرے والدین کو میری جانب سے پیغام پہونچائیں کہ فلاں مقام پر میں نے دو ہزار دینار رکھے ہیں وہ لے لیں اور اپنے خرچہ میں لائیں اور میرے سواری کے گھوڑے کو ذبح کر کے اس کا گوشت فقراء میں تقسیم کر دیں تاکہ وہ گھوڑا یہاں میری سواری کیلئے آجائے ایک نوجوان لڑکی بھی گھر میں ہے اسکا کسی سے نکاح کر دیں۔ جب سید الہداد نے یہ وصیت کی تو میں نے کہا کہ انشاء اللہ جب کبھی وہاں پہونچوں تو تمہاری فرمائش کی تکمیل کر دوں گا۔ پھر میں نے دونوں ہاتھ اپنی آنکھوں پر رکھ لئے اور پھر اسی کشتی میں پہونچ گیا۔

جب حرمین الشریفین کی زیارت سے فارغ ہو کر حضرت شیخ احمد کھٹو احمد آباد آئے تو محلہ الیاساں میں آپ نے سید نور محمد مذکور کو تلاش کیا تو سید الہداد نے جو کچھ کہا تھا درست پایا سید نور محمد نے ان کی وصیت کی تکمیل کی

الغرض تحفۃ المجالس میں حضرت شیخ احمد کھٹو سے کئی عجیب و غریب حکایات منسوب ہیں۔ انکے منجملہ چونکہ شہر احمد آباد کی بنیاد اندازی اور احوال شہداء کی حکایات نہایت عجیب نظر آئے اسلئے یہاں نقل کی گئیں۔

الحاصل جب حضرت شیخ کی عمر سو سال سے متجاوز ہو گئی تو صلاح الدین نامی راجپوت لڑکے کو جسکو آپنے مشرف باسلام کر کے بجائے فرزند اسکی تربیت کی تھی تمام خلفا اور مریدین کی موجودگی میں خرقہ خلافت عطا کیا اور اپنا جانشین قرار دیا اور سب مریدین کو صلاح الدین کی متابعت کی وصیت کی اور پھر جان جان آفریں کے سپرد فرمائی آپ کی وفات قبل زوال سے پیشتر بروز پنجشنبہ بتاریخ ۱۴؍ شوال ۸۴۹ھ بزمانہ سلطنت سلطان محمد بن سلطان احمد شاہ گجرات واقع ہوئی آپکا مدفن قصبہ سرکھیج میں واقع ہے۔ جو شہر احمد آباد گجرات کے قریب ہے آپکا روضہ سلطان محمد بن سلطان احمد کے سرمایہ سے شیخ صلاح الدین نے اسقدر خوش وضع تعمیر کروایا کہ اسکو رشک فردوس کہا جاسکتا ہے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

ذکر شریف

شہسوار مقتدائے روزگار قبلۂ ابرار شیخ عبداللہ شطار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ کاملین صوفیہ سے تھے۔ مشرب عالی اور شوکت ظاہری و باطنی بدرجہ کمال رکھتے تھے۔ آپ نے ایک رسالہ معروف بہ شطاریہ میں تصنیف فرمایا ہے جسمیں اپنا سلسلہ نسب آپ نے چند واسطوں سے شیخ الشیوخ تک بتایا ہے۔

صاحب تجلی قدوس رقمطراز ہیں کہ آپ کے والد شیخ حسام الدین بن شیخ رشید الدین بن شیخ جمال الدین بن شیخ شہاب الدین سہروردی تھے۔ شیخ عبداللہ شطار شیخ محمد عارف طیفوری کے مرید اور خلیفہ تھے اور وہ شیخ محمد عاشق بن خدا قلی کے اور وہ اپنے والد شیخ خدا قلی ماوراء النہری کے وہ خواجہ ابوالحسن خرقانی کے اور وہ خواجہ ابوالمظفر ترک الطوسی اور وہ خواجہ ابی یزید العشقی کے

اور وہ خواجہ محمد غزنی کے اور وہ سلطان العارفین خواجہ ابویزید البسطامی کے اور وہ حضرت سیدنا و مولانا امام الحق الناطق امام جعفر صادق علیہ السلام کے مرید اور خلیفہ تھے۔ خلاصہ تحریر یہ کہ سلسلۂ طیفوریہ میں آپ پہلے شخص ہیں جو لقب شطاریہ سے ملقب تھے۔ شطار کے معنی تیز رو اور چالاک کے ہیں اصطلاح صوفیہ میں عالم شطار اس شغل باطنی کو کہا جاتا ہے جس سے فنا فی اللہ اور بقا باللہ کا درجہ حاصل ہوتا ہے۔

چنانچہ جواہر خمسہ میں مرقوم ہے کہ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم نزل علم شطار قبل الفرقان فی صدری تحققت بہ حقیقۃ الاشیاء من الازل الی الابد

حاصل مقصود یہ کہ علم شطار حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام کو پہونچا اور آپ کی ذات بابرکات سے صوفیہ کے حصہ میں آیا اسی بناء پر شغل باطنی تمام سلاسل صوفیہ میں رائج ہو گیا جب عبداللہ شطار نے کمال ریاضات و مجاہدات سے علم شطار کے اشغال کا حقہ بجالائے تو اس صفت سے موصوف ہو گئے حضرت شیخ عارف نے آپکا لقب شطار سے مخاطب فرمایا اس وقت سے سلسلہ شطاریہ کی ترویج ہوئی اور آپ کے اہل سلسلہ بھی اسی لقب سے موسوم ہو گئے الحاصل شیخ محمد عارف نے آپکو خرقہ خلافت عطا فرمایا اور ہندوستان کی جانب رخصت کیا علم اور نقارہ بھی دیا اور وصیت کی کہ جہاں بھی پہونچو معرفت کی غرض سے نقارہ بجاؤ اور کہو کہ جو کوئی طالب حق ہو وہ آئے تاکہ اسے رشد و ہدایت سے مستفید کروں اور جس کسی مشائخ وقت سے ملو تو ان سے کہو کہ اگر آپ کے پاس کوئی چیز ہو تو مجھے عطا فرمائیے اور جو کچھ میں نے تمہیں دیا ہے اس کے علاوہ ان سے حاصل کرنے میں دریغ نہ کرنا۔ الغرض آپ صوفیان اہل صفا اور خلائق کی ایک کثیر جماعت کے ہمراہ ہندوستان کی جانب روانہ ہوئے جب کسی شہر یا قصبہ میں پہونچتے تو بادشاہوں کیطرح خیمے نصب کرتے اور قیام فرماتے اور اپنے شیخ کی وصیت کے بموجب ہر سلسلۂ سلوک سے ربط قائم کرتے رفتہ رفتہ آپ مانک پور پہونچے تو وہاں آپ کی بہت شہرت ہوئی شیخ حسام الدین مانک پوری۔ محی زادجی، حامد شاہ اور شاہ سید تینوں بزرگ یکجا بیٹھے تھے شیخ حسام الدین مانک پوری نے کمال مہربانی سے فرمایا کہ شیخ عبداللہ مسافر ہیں اور ہم مقیم مناسب یہ ہے کہ ہم خود شیخ عبداللہ سے ملنے کیلئے جائیں لیکن چونکہ ان تینوں بزرگوں نے حالت سماع میں اپنے اپنے کپڑے قوالوں کو بخش دئے تھے اسلئے کوئی ایسا لباس نہ تھا جسکو زیب تن کر کے آپ سے ملنے کیلئے جاتے اس اثناء میں ایک مرید اونی قبا لایا جسکے شیخ حسام الدین نے تین حصہ کئے

ابرہ حامد شاہ کو عطا کیا۔ استر سید شاہ کو مرحمت فرمایا اور خود اوپر کا اونی کپڑا پہن کر روانہ ہوئے شیخ حسام الدین برہنہ سر تھے ایک اور مرید نے چند بڑے پان پتوں میں لپیٹ کر پیش کئے آپ نے نو بس پتے الٹ کر اپنے سر مبارک پر ٹوپی کی طرح رکھ لیا ایک پرانی سیپی پڑی تھی آپ نے اسکو پتوں کے درمیان باندھ لیا الغرض جب شیخ عبداللہ شطار ان حضرات کی آمد سے مطلع ہوئے تو خیمہ سے باہر نکل کر فرمایا کہ مجھے اندیشہ ہے کہ برادرم شیخ حسام الدین اپنی آتش فقر سے میرے خیمہ اور اسباط کو جلا دیں گے لہذا آپ ان کے ساتھ ایک درخت کے سایہ میں بیٹھ گئے کچھ دیر بعد شیخ عبداللہ نے حسب عادت استدعا کی مجھے آپ کچھ نعمت عطا فرمائیں اور میں اپنے پیر کی عطا کردہ نعمت آپکی نذر کروں گا شیخ حسام الدین نے کمال استغنا اور فروتنی سے تواضع تمام فرمایا کہ میرے پاس ایسی کوئی چیز نہیں ہے جو میں تمہیں بتاؤں اور جو کچھ مجھے اپنے پیروں سے ملا ہے ان کے مطالعہ سے مجھے فراغت حاصل نہیں ہوئی کہ میں آپ سے کچھ اور سیکھتا شیخ عبداللہ اس جواب سے بہت مسرور ہوئے اور شیخ حسام الدین کی بلند ہمتی کی داد دی اور فرمایا کہ الحمدللہ ہندوستان میں میں نے ایک ایسے عارف کامل کو دیکھا جس کا ہمائے ہمت کونین سے آگے گزر چکا ہے اسکے بعد شیخ عبداللہ شطار جونپور کی طرف روانہ ہوئے اور وہاں بھی کافی شہرت حاصل کی وہاں شیخ الوقت شیخ قاضی منیری اور دیگر لوگ آپ کی تربیت سے مرتبہ تکمیل و ارشاد پر پہونچے۔ چنانچہ آج تک شیخ قاضی مذکور کے سلسلے میں آپ کا فیض جا بجا جاری و ساری ہے۔

صاحب مراۃ الاسرار فرماتے ہیں کہ ایک روز سلطان ابراہیم شرقی بادشاہ جونپور نے شیخ عبداللہ شطار سے عرض کیا کہ سنا جاتا ہے کہ آپ حق نمائی کا دعویٰ کرتے ہیں مجھ پر کوئی چیز کیوں ظاہر نہیں کرتے شیخ نے جواب دیا کہ حق تعالیٰ نے ہر شخص کو ایک کام کے لئے مخصوص کیا ہے تمہیں چاہیئے کہ کاروبار سلطنت میں مشغول رہیں کہ اسی میں نفع خلائق مضمر ہے سلطان نے کہا کہ اس مجلس میں بہت لوگ حاضر ہیں کسی دوسرے شخص پر تصرف فرمائیے شیخ نے فرمایا کہ اسکے لئے جوہر قابل اولیں شرط ہے پھر سلطان نے کہا کہ کئی ہزار لوگ حاضر ہیں کیا ان میں سے کوئی جوہر قابل کا حامل نہیں؟ شیخ کو حال قوی پیدا ہوا۔ آپ نے ایک نوجوان کو دیکھا کہ بادشاہ کے سر پر مگس رانی کر رہا ہے اس پر آپ نے ایسا تصرف کیا کہ پنکھا اس کے ہاتھ سے گر پڑا اور وہ بے ہوش ہو گیا اس کے بعد اس نوجوان نے ترک کلی اختیار کی اور حضرت شیخ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہو گیا سلطان اور اہل مجلس حیران و ششدر رہ گئے چونکہ رنگ مجلس بدل چکا تھا اسلئے شیخ نے وہاں ٹھہرنا مناسب نہ سمجھا دوسرے دن شیخ نے جونپور سے نکل کر مالوہ کی جانب روانہ ہوئے۔

قصبۂ مندور میں کچھ عرصہ قیام کیا اور ہدایت خلق میں مشغول رہے ۔

لطائف اشرفی کی عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ جب میر سید اشرف جہانگیر سمنانی سیر و سیاحت کی غرض سے مالوہ روانہ ہوئے تو شیخ عبداللہ شطار نے آپ سے طریقت میں استفادہ کیا شیخ عبداللہ شطار کا مرقد شہر مندور میں واقع ہے ایک عرصہ دراز کے بعد جب آپ کے ایک خلیفہ میاں شیخ پیر سلطان نورالدین جہانگیر بادشاہ دہلی کے ہمراہ مندور آئے تو شیخ عبداللہ شطار کی مرقد پہ ایک عالیشان عمارت تعمیر کروائی جو اب تک موجود ہے الغرض شیخ عبداللہ شطار کے کرامات اور خوارق عادات بیشمار ہیں ارشاد مریدین میں آپ کو ید طولیٰ حاصل تھا۔ آپ کا سن وفات نظر سے نہیں گزرا۔

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

مشکوٰۃ بست و یکم

ذکر شریف

قدوۃ الکاملین عدن زبدۃ الواصلین زمن سیدنا سید بدر الدین حسن رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

صاحب مکاشفہ قادریہ تحریر فرماتے ہیں کہ آپ نے تمام علوم ظاہری و باطنی کی تکمیل اور امور خفی و جلی کی تحصیل اپنے پدر بزرگوار حضرت سید علاء الدین سے کی آپ فرد وقت تھے اور آپ کا کوئی نظیر نہ تھا بہت صاحب حلم اور سلیم الطبع تھے ۔

چنانچہ صاحب تحفۃ الابرار رقمطراز ہیں کہ فلم ینتقل عنہ انہ شتم لاحد ولا ضرب بطنا وظهرا وکان جبلتہ خیر محض وکان وجاهۃ عظیمۃ عند الناس وقبول زاید وواقع فی القلوب علی العین عنہ عدۃ کرامات منها انہ کان اذا اهمہ امر یدخل الی زیارۃ من مات قدس اللہ ارواحهم ینشر لهم فیما اهمہ ویسمع منهم الجواب هکذا ذکرہ الشیخ الامام المحدث برهان الدین حلبی وولدہ الشیخ موفق الدین ابوذر رحمهما اللہ تعالیٰ ۔

یعنی کسی نے بیان نہیں کیا کہ آپ نے اپنی مدت عمر میں کسی سے دشنام طرازی کی اور نہ کسی کو مارا آپ کی فطرت خیر محض تھی (صبر و تحمل زمین کی مانند، شفقت اندیہ پرتو آفتاب اور جود و سخا بارش کی طرح تھی) صاحب وجاہت بزرگ تھے لوگ آپ کے متعدد کرامات کا ذکر کرتے ہیں چنانچہ کہا جاتا ہے کہ جب کبھی آپ کسی امر کا قصد کرتے تو مقابر میں جاتے اور اہل قبر سے اپنا مقصد بیان کرتے (ان) کا جواب سنتے اور اس کے مطابق عمل فرماتے اسی طرح محدث وقت شیخ برہان الدین حلبی اور ان کے صاحبزادے

حضرت موفق الدین الیوذر رحمہا اللہ تعالیٰ نے روایت کی ہے۔

صاحب قلائد الجواہر لکھتے ہیں کہ نرجع الی ذکر اولاد سید بدر الدین حسن بن علاء الدین علی رحمۃ اللہ علیہم کان عقبہ من ذریتہ ولدین ذکیین الشمس الدین محمد والشہاب الدین احمد۔

یعنی اب ہم بدر الدین حسن بن علاء الدین علی کی اولاد کے ذکر کی جانب رجوع ہوتے ہیں آپکے دو صاحبزادے تھے ایک شمس الدین محمد اور دوسرے شہاب الدین احمد۔ ان دونوں کے حالات آئندہ تحریر کئے جائینگے۔

الغرض حضرت بدر الدین حسن کا مقام پیدائش حماہ تھا آپکی مزار بھی وہیں ہے۔

چنانچہ صاحب تحفۃ الابرار رقمطراز ہیں کہ سمعنا عنہما توفی الی رحمۃ اللہ تعالیٰ بحماۃ ودفن بتربۃ جدابیہ سیف الدین یحیٰ ظاہر باب الناعورہ ملاصقاً لاخیہ محمد ولعمہ عبد القادر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم۔

یعنی ہم نے ان دونوں شیخ مذکور (یعنی شیخ برہان الدین حلبی اور شیخ موفق الدین الیوذر) سے سنا کہ وہ کہتے تھے کہ بدر الدین حسن (بن علی بن محمد بن یحیٰ احمد بن نصر بن صالح الیٰ آخرہ) نے حماۃ شریف میں وفات پائی اور اپنے والد کے جدامجد حضرت سیف الدین یحیٰی کے روضہ مبارکہ میں جو باب الناعورہ سے معروف ہے اپنے بھائی سید شمس الدین محمد کی مزار سے متصل اور اپنے چچا سید عبد القادر کے مرقد کے نزدیک مدفون ہوئے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم۔

ذکر شریف

شیخ المفاخر والمعالی، قدوۃ الکنوز والمخازن، قطب وقت مخدوم شیخ قاضن رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ کو قاضی منیر بھی کہتے ہیں آپ حضرت شیخ عبد اللہ شطاری کے مرید اور خلیفہ تھے مریدوں اور طالبوں کی رشد و ہدایت اور تربیت میں بے نظیر وقت تھے۔ چنانچہ قاضی نصر اللہ پدر شاہ وجیہہ الدین علوی کے بارے میں آپ نے فرمایا تھا کہ تم اور تمہاری اولاد قیامت تک رہے گی وہ میری مرید ہے اسی وجہ سے قاضی نصر اللہ مذکور کی اولاد کسی کے ہاتھ پر بیعت نہیں کرتی اور نہ کسی سے خرقہ خلافت اور تربیت کی طالب ہوتی ہے

صاحب مخازن اعراس تحریر کرتے ہیں کہ جب شیخ محمد غوث گوالیاری نے شاہ وجیہہ الدین علوی کو بیعت دینی چاہی تو انہوں نے شیخ قاضی شطار کا قول ان کے سامنے نقل کیا۔ شیخ محمد غوث حضرت شیخ قاضی کی روح مبارک سے متوجہ ہوئے اور اس معاملہ کی تصدیق پانے کے بعد شیخ وجیہہ الدین کو بیعت دئے بغیر ہی اپنے حلقہ تربیت میں داخل کر لیا اور خلافت عطا فرمائی آپ کے کمالات کا اندازہ اسی سے کیا جا سکتا ہے کہ کسی بزرگ نے اسطرح عمل نہیں کیا آپ کے کئی خلفائے کامل تھے انکے منجملہ دو خلفا کامل ترین تھے ان میں کے ایک میر سید علی قوام تھے جو جونپور میں سرائے میراں میں محو خواب ابدی ہیں ان کے کمالات اظہر من الشمس ہیں اور ان سے بہت لوگوں نے تربیت پائی دوسرے شیخ ابو الفتح سرمست ہدایۃ اللہ بن قاضی شطاری تھے جو اپنے والد ماجد کے صاحب سجادہ تھے یہ حال قوی کے حامل تھے شیخ ظہور حاجی حضور شیخ ابو الفتح سرمست کے مرید تھے اور یہ بھی صاحب کمال اور عالی منزلت تھے ان کے دو خلفا صاحب تصرف ہوئے اول شیخ بہلول اور دوسرے شیخ محمد غوث جو باہم حقیقی بھائی تھے اور انکے پوتے تھے کہا جاتا ہے کہ ان دونوں نے کوہ صادہ میں تیرہ سال سات ماہ تک تجرید و توکل اور ریاضت شاقہ کی زندگی بسر کی یہاں تک کہ انکے لئے باب معرفت کھل گیا اور اتنے خوارق و تصرفات ان سے ظاہر ہوئے کہ حیطۂ تحریر میں نہیں لائے جا سکتے۔ انہی کمالات و تصرفات کا نتیجہ تھا کہ ہمایوں بادشاہ شیخ بہلول کا مرید ہو گیا جب تک کہ شیخ بہلول بقید حیات رہے آپکی توجہ اور عنایات کے باعث ہمایوں کسی حادثہ سے دوچار نہیں ہوا ہمایوں کی وفات کے بعد سید محمد جلال الدین اکبر بادشاہ اپنے باپ کا جانشین ہوا۔ اور تخت دہلی پر بیٹھا وہ شیخ محمد غوث گوالیاری کا مرید ہوا جب تک وہ بقید حیات رہے اسکے اعتقاد اور خلوص میں سر مو فرق نہیں آیا شیخ محمد غوث کے کئی خلفا صاحب ارشاد ہوئے مثلاً میر سید محمد محمود محقق سید شاہ وجیہہ الدین علوی وغیرہ میر سید محمود محقق سے خرقہ خلافت شیخ عبد الغفور صدیقی کو پہونچا۔ انکا ذکر آگے آئے گا الغرض شیخ قاضی شطاری کے خوارق عادات بہت زیادہ ہیں آپکی وفات ۳ صفر سنہ ۹۰۲ھ کو واقع ہوئی۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

ذکر شریف

قدوۃ الواصلین، زبدۃ العارفین، شیخ وقت شیخ رفعت الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ حضرت شیخ نور الحقؒ قطب عالم کے بڑے صاحبزادے تھے جنکا ذکر گذر چکا ہے آپ بہت بزرگ، متواضع منکسر المزاج اور صاحب حالات تھے۔ شیخ حسام الدینؒ مانک پوری کہتے ہیں کہ آپ فرماتے تھے کہ میں ایک ہلکے پتھر سے بھی کمتر ہوں۔ آپ کے کمالات کا اندازہ اسی سے کیا جاسکتا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں ؎

از اں بر ملائک شرف داشتند ٭ کہ خود بہ نہ از سنگ پنداشتند

آپ کا سن وفات نظر سے نہیں گذرا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

ذکر شریف

عارف ربانی، کاشف اسرار پنہانی، قطب ربانی شیخ سبحانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ صاحب برکت و کشف و کرامات بزرگ تھے اور سلسلہ سہروردیہ سے وابستہ تھے آپ حضرت شیخ نور الحق قطب عالم کے معاصر تھے۔

صاحب اخبار الاخیارؒ تحریر کرتے ہیں کہ ایک دن آپ کے دل میں یہ بات آئی کہ اس جگہ ایک قطب وارد ہونے والے ہیں آپ نے مجلس آراستہ کی اور شیخ نور قطب عالم سے استدعا کی کہ اس جگہ آپ کے سوا کوئی اور قطب نہیں ہیں لہٰذا آپ میرے گھر تشریف لائیں شیخ نورؒ نے یہ دعوت قبول کی اور آپ کے گھر تشریف لے گئے کھانا کھانے کے بعد قوال حاضر ہوئے تمام اکابر و شیوخ سلسلہ موجود تھے جب سماع شروع ہوا تو قاضی صدر جہاںؒ اٹھ گئے اور کہا کہ خلاف شرع ہے اور مجلس سے چلے گئے۔

اسکے بعد مفتی صاحب بھی روانہ ہوگئے اور اسی طرح دیگر منکرین سماع بھی مجلس سے برخواست ہوگئے لیکن

مولانا تاج الدین جو شیخ علاء الحق کے داماد اور دانشمند تھے ٹھہرے رہے قوالوں نے یہ بیت پڑھی ؎

آں سواری کج کلہ کہ یار سلطان منست ۔۔ پس خرابیہا کہ زو بر جان ویران منست

تو شیخ نور الحق کو ذوق پیدا ہوا اور حالت بیخودی آپ پر طاری ہو گئی مولانا تاج الدین نے بحث کرنی چاہی لیکن ان کو جواب نہ ملا جب انہوں نے شور برپا کیا تو قطب عالم نے حالت غضب میں فرمایا کہ تاج الدین اتنی شوخی نہ کرو جب وہ اپنے گھر لوٹے تو تمام بدن پر آبلہ رونما ہو گئے اور وہ بیمار ہو گئے اسکے بعد انکی بہن نے معذرت خواہی کی تو شیخ نے فرمایا کہ اب فائدہ نہیں لیکن مرض زیادہ نہ بڑھے گا اسی طرح آپ کے کئی خوارق عادات ہیں آپ کا سن وفات نظر سے نہیں گذرا لیکن آپ قطب عالم کے زمانہ میں بقید حیات تھے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

ذکر شریف

شرف آفاق، قطب علی الاطلاق، قبلۂ وقت حاجی میر سید عبد الرزاق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ مقتدائے وقت اور حضرت میر سید اشرف جہانگیر سمنانیؒ کے فرزند معنوی اور جانشین تھے۔

لطائف اشرفی میں مرقوم ہے کہ میر سید اشرف جہانگیرؒ بیس سال کی عمر میں شیخ علاء الحق بنگالی کی ارادت سے مشرف ہوئے انہوں نے آپ کے لئے اپنی خانقاہ کے قریب ایک حجرہ متعین کر دیا تھا جس میں آپ ریاضت میں مشغول رہا کرتے تھے ایک دفعہ آپ کمر بند باندھے ہوئے تھے کہ شیخ علاء الحق آئے اور پوچھا کہ سید کیا کر رہے ہو آپ نے جواب دیا کہ خدمت کے لئے میں نے کمر باندھی ہے بے اختیار شیخ کی زبان سے نکلا مضبوط باندھو یعنی کبھی متاہل نہیں ہونا چاہیئے اسی بناء پر آپ تمام عمر مجرد اور مسافر رہے لیکن اس کلمہ سے لیکن اس کلمہ سے حضرت میر سید اشرفؒ کا بشرہ مبارکہ قدرے متغیر ہوا کہ میرا کوئی شخص جانشین نہ ہو سکے گا۔ شیخ علاء الحق اس خطرہ سے واقف ہو کر مراقب ہو گئے اور کچھ دیر بعد فرمایا کہ حق تعالیٰ تمہیں ایک فرزند معنوی عطا کرے گا جو تمہارا جانشین ہو گا اور تمہارا سلسلہ اس سے جاری رہیگا اسی وقت سے حضرت میر سید اشرفؒ اس فرزند موعود کی جستجو میں رہے جب کچھ عرصہ کے بعد آپ خراساں

اور عراقین کی جانب تشریف لے گئے تو وہاں سید حسین عبد الغفور سے ملاقات ہوئی سید مذکور سادات حسینی سے تھے انکا سلسلہ نسب حضور غوث الثقلین رضی اللہ عنہ تک پہونچتا ہے اور میر سید اشرف جہانگیر کے خالہ زاد بہنوئی ہوتے تھے ان کے ایک صاحبزادے تھے جنکا نام سید عبد الرزاق بن سید حسین عبد الغفور تھا۔ سید عبد الرزاق مذکور بارہ سال کے تھے کہ میر سید اشرف نے انکو اپنی فرزندی میں قبول کیا۔ اور انکے والدین بھی انکو آپکے زیر تربیت رکھنے پر رضامند ہو گئے آپ نے انکو علوم ظاہری و باطنی سے آراستہ کیا اور درجہ تکمیل و ارشاد تک پہونچا دیا اور کمال مہربانی سے فرمایا کہ دوسروں کی اولاد صلبی ہوتی ہے لیکن سید عبد الرزاق میرے نور چشم ہیں اور یہ بیت پڑھی ؎

نوری دیدہ ام از نور دیدہ ؎ کہ نور دیدہ باشد نور دیدہ

اس روز سے میر سید عبد الرزاق نور العین کے لقب سے ملقب ہو گئے آپ نے یہ بھی فرمایا کہ میں نے میر سید عبد الرزاق کو خزانہ الٰہی میں حصہ دار بنا دیا ہے اگر وہ قناعت سے کام لیں تو کبھی کسی کے محتاج نہ ہونگے۔

کتاب مذکور میں یہ بھی منقول ہے کہ ایک روز حضرت میر سید اشرف بہت مسرور تھے اپنے اصحاب میں سے ہر ایک کو کچھ نہ کچھ عطا فرما رہے تھے جب آپ کی نظر حاجی میر سید عبد الرزاق پر پڑی تو فرمایا کہ میں نے تم کو وہ نعمت دی ہے کہ تمہاری اولاد میں سے ہر طبقہ میں ایک رجال الغیب اور مجذوب پیدا ہوگا جو میری طرح صاحب حال ہوگا۔ الغرض میر سید عبد الرزاق اور آپ کی اولاد کے کمالات کا اندازہ اسی سے کیا جاسکتا ہے کہ انکا کیا مقام ہے میر سید عبد الرزاق طویل العمر تھے بارہ ۱۲ سال کی عمر سے حضرت میر سید اشرف جہانگیر کی خدمت میں رہے اور ۶۸ سال تک حضرت کی سفر، حضر اور کسب کمالات میں مصاحبت کی۔ حضرت کی وفات کے بعد چالیس سال تک آپ کا حق سجادگی و جانشینی کما حقہ بجا لائے آپ نے انواع و اقسام کی کرامات اور خوارق عادات کا ظہور رہا۔ وفات کے بعد حضرت میر سید اشرف جہانگیر کی گنبد میں آپ کی مزار کے بازو مدفون ہوئے حضرت میر سید عبد الرزاق کے پانچ صاحبزادے تھے جنکے نام حسب ذیل ہیں:۔

۱۔ سید شمس الدین ۲۔ سید حسین ۳۔ سید حسن ۴۔ سید فرید ۵۔ سید احمد

یہ پانچوں صاحبزادے اپنے پدر بزرگوار کے فیض تربیت سے مرتبہ تکمیل و ارشاد پر فائض ہوئے اور خرقہ خلافت حاصل کیا لیکن آپ نے منصب سجادگی اور آستانہ متبرکہ کی خدمت سید حسین کے سپرد فرمائی

لہذا آپ کی وفات کے بعد میر سید حسین آپ کے قائم مقام ہوئے اور آج بھی آپکی اولاد اس خدمت پر مامور ہے حاصل کلام یہ کہ میر سید اشرف کے کئی خلفا باکمال تھے جن میں سے اکثر خلفاء کا تفصیلی ذکر لطائف اشرفی میں مذکور ہے انکی اس مختصر رسالہ میں گنجائش نہیں ۔ میر سید عبد الرزاق آپ کے اکمل خلفا سے تھے انکا سن وفات نظر سے نہیں گذرا رحمۃ اللہ علیہ

ذکر شریف

مخدوم سر صفی معصوم ذکی اکمل وقت شیخ صفی الدین حنفی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ

آپ قصبۂ ردولی میں سکونت پذیر تھے اگرچہ کہ آپ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ کی اولاد سے تھے لیکن علم و کمالات معنوی کے اعتبار سے آپ کو ثانی ابو حنیفہ کوفی کہا جاسکتا ہے۔ چنانچہ آپ کی تصانیف سے آپ کے کمال علم کا اندازہ ہوتا ہے آپ حضرت میر اشرف جہانگیر کے مرید اور خلیفہ تھے۔ حضرت مذکور سے ارادت کا سبب یہ ہوا کہ ایک رات آپ نے حضرت خضر علیہ السلام کو خواب میں دیکھا کہ ان کے ہاتھ میں اصول فقہ کی ایک کتاب ہے حضرت خضر نے کتاب سے نظر اٹھا کر آپ کو دیکھا اور کہا کہ میں جانتا ہوں کہ آپ نے کئی صفحہ سیاہ کردئے لیکن اب ان کو سفید کرنے کا وقت ہے اس کلام سے آپ متاثر ہوئے اور بے اختیار بیعت کی استدعا کی خضر علیہ السلام نے کہا کہ میں تم کو خوش خبری دیتا ہوں کہ صاحب معرفت کے انوار ولایت سے یہ قصبہ عنقریب منور ہونے والا ہے چنانچہ چند دنوں کے بعد حضرت میر سید اشرف جہانگیر ردولی تشریف لائے اور جامع مسجد میں قیام کیا شیخ صفی جو اسی سعادت کے منتظر تھے انکی خدمت میں حاضر ہوئے حضرت جہانگیر اشرف نے آپ کو دیکھتے ہی فرمایا کہ شیخ صفی آؤ کہ تم قلب مصفا کے ساتھ آئے ہو۔ پھر فرمایا کہ جب حق تعالی کسی شخص کو اپنے قرب سے سرفراز فرمانا چاہتا ہے تو حضرت خضر علیہ السلام سے فرماتا ہے کہ وہ اسکی رہنمائی کریں آپ کے اس بیان سے شیخ صفی الدین کو حضرت سے اعتقاد راسخ پیدا ہوگیا اور اسی وقت مرید ہوگئے حضرت میر اشرف جہانگیر نے اپنے دست مبارک

سے کچھ مصری آپ کے منہ میں ڈالدی اور فرمایا کہ حصول نور مبارک ہو پھر فرمایا کہ میں خدا سے دعا کرتا ہوں کہ تمہاری اولاد سے علم کی دولت نہ جانے پائے۔ آپ کی تربیت کے لئے حضرت نے چالیس روز تک وہاں قیام کیا اور ابتدائے سلوک سے انتہا تک آپ کو تلقین فرمائی۔ اپنی خلافت سے سرفراز فرمایا جب حضرت وہاں سے روانہ ہونے لگے تو اس وقت شیخ اسمٰعیل بن صفی آئے اور حضرت جہانگیر اشرف کے پائے اقدس پر گر پڑے حضرت نے فرمایا میں نے اسے بھی اپنی مریدی میں قبول کیا۔ الغرض مخدوم شیخ صفی نہایت باکمال بزرگ تھے سالہا سال آپ نے خلق کی رشد وہدایت کا فریضہ انجام دیا اور من بعد حضرت شیخ اسمٰعیل کو اپنا قائم مقام بنا کر عالم بقا کی جانب رحلت فرمائی۔ آپ ردولی میں مدفون ہوئے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

ذکر شریف

فخر ارباب فردوس، شمع عشق رافانوس، صاحب جوش وخروش، قطب وقت شیخ عبدالقدوس رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ کے والد کا نام شیخ اسمٰعیل بن شیخ صفی الدین تھا۔ آپ علو شان کے حامل تھے صاحب ذوق سماع اور کمالات ظاہری وباطنی میں بے نظیر وقت تھے آپ فی الحقیقت اویسی المشرب تھے اور حضرت شیخ عبدالحق کے فیض باطنی کے فیض یافتہ تھے آپ حضرت شیخ محمد بن عارف بن شیخ احمد عبدالحق ردولوی کے مرید اور خلیفہ تھے۔

صاحب مراۃ الاسرار تحریر فرماتے ہیں کہ جب حضرت شیخ احمد عبدالحق مسافرت کے بعد ردولی تشریف لائے اور مسند ارشاد پر متمکن ہوئے تو اس وقت شیخ اسمٰعیل بن صفی الدین حنفی کو آپ سے عقیدت پیدا ہوئی حضرت شیخ نے فرمایا کہ تمہارے لئے شیخ صفی کی تربیت کافی ہے لیکن تمہارے صلب سے ایک ایسا فرزند سعید ازلی عالم وجود میں آئے گا جو میری فیض نعمت سے مستفیض ہوگا حضرت شیخ اسمٰعیل کے تمام صاحبزادے عالم وفاضل اور صالح تھے لیکن وہ نعمت موعود حضرت شیخ عبدالقدوس کے حصہ میں آئی۔

آپ کی ولادت حضرت شیخ احمد عبدالحق کے انتقال کے بعد ہوئی آپ سن تمیز کو پہونچے تھے کہ شیخ عارف

بن شیخ احمد عبد الحق بھی اس جہان فانی سے کوچ کر گئے شیخ محمد بن شیخ عارف حضرت شیخ عبد القدوس کے ہم عمر تھے اس لئے ان سے اعتقاد پیدا نہ ہوا۔ حضرت عبد القدوس حضرت شیخ عبد الحق کی محبت میں بے اختیار تھے چنانچہ آپ نے حضرت احمد عبد الحقؒ کے روضہ مبارک کی جانب کشتی اختیار کر لی۔ ایک رات آپ کتاب کافی ہاتھ میں لئے ہوئے حضرت شیخ احمدؒ کے روضہ میں حاضر ہوئے تو حضرت کی مزار سے حق حق کی آواز سنی آپ پر ایسی کیفیت طاری ہوئی کہ آپ بے ہوش ہو گئے اس حالت بیہوشی میں آپ کو ازلی اور ابدی نعمت حاصل ہوئی اور آپ نے حضرت شیخ کو دیکھا کہ فرما رہے ہیں کہ حجاب اکبر کے علم سے اپنے محاسبہ کو سیاہ نہ کرو اور اصل کام میں مشغول ہو جاؤ پھر حضرت شیخ نے آپ کو شغل باطنی کی تلقین کی اسی روز سے آپ نے کتاب پڑھنا بند کر دیا اور اپنی تمام طاقت شغل باطنی پر صرف کر دی اسی دوران آپ حضرت پیادہ کی صحبت سراپا حقائق و معارف میں رہنے لگے (شیخ پیادہ حضرت شیخ عارف بن شیخ احمد عبد الحق کے خادم تھے) آپ کو حضرت شیخ احمد عبد الحق کی روحانیت سے اسقدر تربیت وارشاد حاصل تھا کہ اگر کبھی آخر شب میں آپ پر نیند کا غلبہ ہوتا تو حضرت شیخ آپ کو بیدار کر دیتے کہ اٹھو اور نماز تہجد ادا کرو اور اگر کبھی آپ اپنے والدین کے گھر میں کسی دوسرے کام میں مشغول ہوتے تو آپ کے کانوں میں حق حق کی آواز آنے لگتی جس سے آپ متنبہ ہو جاتے اور حضرت شیخ احمد کے آستانہ پرفیض پر حاضر ہو کر کار باطنی میں مصروف ہو جاتے ایک دفعہ آپ اپنے والد کے گھر کسی تقریب میں گئے ہوئے تھے اور وہاں تین دن گزار دئے تیسرے روز خواب میں حضرت شیخ احمد عبد الحق کو فرماتے دیکھا اگر تم گھر سے نہ نکلے تو میں تمہارا گھر جلا دوں گا جب بیدار ہوئے تو دیکھا کہ سارا گھر آگ میں گھرا ہوا ہے اور جل رہا ہے آپ کسی طرح اس سے نکلے اور پھر وہاں نہ لوٹے ہر چند کہ آپ کو شغل باطنی میں مداومت حاصل تھی لیکن آپ چار سو رکعت نماز دن میں اور چار سو رکعت رات میں ادا کیا کرتے تھے وظیفہ اور تلاوت کے علاوہ بعض اوقات شب کے آخری حصہ میں ذکر بالجہر فرمایا کرتے تھے یہاں تک کہ آپ کو صفائی باطنی حاصل ہو گئی۔

کتاب مذکور میں یہ بھی مرقوم ہے کہ آپ نے چند سال تک نماز معکوس ادا فرمائی آپ عشاء کی نماز معکوس کے لئے آویزاں ہو جاتے تو پھر نماز تہجد تک اسی حالت میں رہتے اکثر روزہ رکھا کرتے تھے۔ آپ نے ایسے ریاضات اور مجاہدات کئے کہ جو طاقت بشری سے باہر ہیں جس طرح شیخ احمد عبد الحق نے چند ماہ تک قبر میں ریاضت کی تھی ان کی متابعت میں اسی طرح آپ نے ایک درخت کے سوراخ میں خلوت

اختیار کی اس درخت کی کوہ میں اب تک ایک حجرہ کے برابر سوراخ موجود ہے ۔

رسالہ لطائف قدوسی میں مذکور ہے کہ ایک روز آپ کو خیال گذرا کہ راہ سلوک میں بیعت کرنا اور کسی پیر کو اختیار کرنا شرط ہے ۔ اسی رات کو حضرت شیخ احمد عبدالحق اپنی قبر شریف سے مجسم ظاہر ہوئے اور فرمایا کہ ابھی تک تمہیں شبہ ہے اور مجھے مردہ سمجھتے ہو تم اس مقام سے کہیں نہ جاؤگے آپ نے حضرت شیخ محمد بن شیخ عارف کے کمالات کے مکشوف ہونے پر آپ نے ان سے بیعت و خلافت حاصل کی چند روز بعد شیخ محمد نے حضرت شیخ احمد کے اشارہ باطنی پر اپنی حقیقی بہن سے آپ کا نکاح کیا اس عزت و شان کے باوجود حضرت شیخ عبدالقدوس اپنے پیر حضرت شیخ محمد کے گھر کی خدمت کیا کرتے تھے سیر و سلوک کے اتمام اور مرتبہ تکمیل و ارشاد کے حصول کے بعد حضرت شیخ احمد عبدالحق کی روحانیت نے اپنے فیض باطنی سے آپ کو ولایت بالادست عطا فرمائی ۔ چند روز کے بعد ۸۹۶ھ میں جو سلطان سکندر بن بہلول شاہ کی سلطنت کا ابتدائی زمانہ تھا آپ اپنے صاحبزادوں کے ساتھ قصبہ ردولی سے قصبہ شاہ آباد منتقل ہوگئے جو دہلی کے نواح میں واقع ہے تیس سال سے زیادہ عرصہ تک (سلطان سکندر اور سلطان ابراہیم کے ایام سلطنت تک) آپ وہاں مسند ارشاد پر فائز رہے جب ۹۳۲ھ میں سلطان ظہیر الدین بابر شاہ توران سے ملک ہندوستان آیا تو سلطان ابراہیم بن سلطان سکندر بن سلطان بہلول شاہ کو پانی پت کے میدان میں قتل کر دیا اور تمام ملک ہندوستان پر متصرف ہوگیا تو اس وقت شیخ عبدالقدوس اس قصبہ سے قصبہ گنگو منتقل ہوگئے اور وہاں قیام پذیر ہوگئے وہاں آپ کی بہت شہرت ہوئی آپ کے کمالات کا تمام ہندوستان میں شہرہ ہوگیا اور ایک عالم نے آپ کے فیض سے ہدایت پائی کئی عالی قدر بزرگ مثل شیخ جلال تھانیسری آپ کے حسن تربیت و ارشاد سے صاحب کمال ہوگئے آپ طویل العمر تھے سلطان بہلول شاہ کے ایام سلطنت سے سلطان نصیر الدین محمد ہمایوں بادشاہ کے دور حکومت تک آپ مسند ارشاد پر متمکن رہے سلاطین وقت کو بھی آپ سے بہت عقیدت تھی نصیر الدین محمد ہمایوں نے علم حقائق و معارف حضرت شیخ عبدالقدوس کی صحبت ہی سے حاصل کئے تھے ۔

صاحب اخبار الاخیار تحریر کرتے ہیں کہ شیخ عبدالقدوس کی اولاد بہت ہے آپ کے صاحبزادے سب کے سب عالم متلبس بلباس مشائخ تھے ان میں سے شیخ رکن الدین بزرگی اور صوفی مشرب میں موصوف تھے اور اپنے والد بزرگوار کے قدم بقدم تھے حضرت شیخ عبدالقدوس کی عمر ۸۴ سال تھی جس کے منجملہ

۳۵ سال آپ نے شاہ آباد میں بسر کئے اور ۱۴ سال گنگوہ میں ارشاد و تلقین کا فریضہ انجام دیتے رہے آپ کی وفات ۹۴۵ھ میں واقع ہوئی آپکا مرقد قصبۂ گنگوہ میں زیارت گاہ خلق ہے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

ذکر شریف

صاحب عشق و حال، عارف باکمال، فرد وقت شیخ جلال رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ حضرت شیخ عبد القدوس کے مرید اور خلیفہ تھے علوم ظاہری و باطنی کے جامع تھے اور بے شمار ریاضات و مجاہدات کر چکے تھے اٹھارہ سال تک مجاہدات میں مصروف رہنے کے بعد آپ مشاہدات کی جانب رجوع ہوئے اور آپ پر معرفت کے دروازے کھل گئے اور وہی حالت آپ کو حاصل ہو گئی جو حضرت شیخ عبد القدوس کو حاصل تھی ایک عالم نے آپ سے فیض حاصل کیا آپ کے اکثر خلفا مرتبہ تکمیل و ارشاد پر فائز ہوئے ہر چند کہ آپ کو ذوق سماع، استغراق اور عبادات میں بہت دستگاہ حاصل تھی لیکن آپ نے کبھی آداب شریعت ترک نہ کئے اسّی سال تک ہر روز ایک قرآن ختم کیا کرتے تھے

اقبال نامہ جہانگیری میں مرقوم ہے کہ جب جلال الدین محمد اکبر بادشاہ نے پنجاب پر لشکر کشی کی اور قصبہ تھانیسر میں اترا تو حضرت شیخ جلال کی خدمت میں حاضر ہوا اور حقائق و معارف پر کافی دیر تک گفتگو کی-

صاحب مراۃ الاسرار فرماتے ہیں کہ شیخ نظام الدین تھانیسری حضرت شیخ جلال الدین کے بھتیجے داماد، خلیفہ اور جانشین تھے اور آپ کے انتقال کے بعد مسند ارشاد پر متمکن ہوئے یہ بھی صاحب ذوق تھے اور مریدین کی تربیت میں کامل دستگاہ کے حامل تھے -

شرح دیوان حافظ میں منقول ہے کہ شیخ نظام الدین اپنے رسالہ میں فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ جلال الدین نے حضرت شیخ عبد القدوس سے کہا کہ حق سبحانہ تعالیٰ کا دیدار ممکن ہے یا نہیں۔ ابتداء میں حضرت مذکور نا ممکن فرمایا کرتے تھے آپ فرماتے تھے کہ دیکھنے کا تعلق یا بصر سے ہے یا بصیرت سے ہے (جو دیدۂ دل ہے) اور بصر اور بصیرت تعین و تمثیل کے مدرک و منزہ نہیں ہیں جبکہ حق سبحانہ کی ذات تعین، تشکل اور تمثیل سے مبرا ہے اور قوت ابصار اس کو دیکھنے سے عاجز ہے پھر اسکا دیدار کسطرح ممکن

ہو سکتا ہے حضرت شیخ جلال الدین نے جواب میں فرمایا کہ ہر چند دونوں آنکھ دیدار حق سے قاصر ہیں لیکن ایک اور آنکھ ہے جو مشاہدہ کے وقت کھل جاتی ہے اس آنکھ سے حق تعالیٰ کا دیدار ممکن ہے۔ حضرت شیخ نظام الدین ان دونوں حضرات کے بیان کی تشریح اس طرح کرتے ہیں کہ حضرت عبد القدوس نے چونکہ دیدار الٰہی کو بصر اور بصیرت پر منحصر سمجھا اسلئے آپ نے فرمایا کہ دیکھنے کا مطلب دونوں آنکھوں سے دیکھنا ہے اور یہ دونوں آنکھیں اس مقام پر معطل ہو جاتی ہیں۔

حضرت شیخ جلال نے فرمایا کہ چونکہ حق سبحانہ تعالیٰ نور محض ہے اسلئے اگر عارف اس مرتبہ پر پہونچ جائے کہ خود عین نور ہو جائے تو دیدار الٰہی کسطرح ممکن نہیں یہ مرتبہ تمام مرتبوں سے بلند و بالا ہے۔

حضرت شیخ نظام الدین فرماتے ہیں کہ میں نے یہ تشریح شیخ جلال الدین کو سنائی تو آپ نے بہت پسند کی اور مجھے اپنی خلافت سے سرفراز فرمایا۔

صاحب مراۃ الاسرار تحریر فرماتے ہیں کہ جب سلطان خسرو بن نور الدین محمد جہانگیر شاہ اپنے والد کی تخت نشینی کے سال باغی ہو کر اکبر آباد کی جانب روانہ ہوا تو اس کا گذر قصبۂ تھانیسر سے بھی ہوا۔ وہاں وہ حضرت شیخ نظام الدین سے ملاقات کے لئے حاضر ہوا بعض حاسدوں نے بادشاہ وقت سے کہا کہ حضرت شیخ اسکی سلطنت کے موید ہیں اس سے سلطان نور الدین محمد جہانگیر بہت رنجیدہ ہوا اور آپ کو ملک ہندوستان سے چلے جانے کا حکم دیا۔ چنانچہ آپ بلخ تشریف لے گئے اور وہاں سکونت اختیار کی سالہا سال وہاں مسند ارشاد پر متمکن رہے بعد وفات آپ کو شہر بلخ میں ہی دفن کیا گیا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حضرت شیخ ابو سعید جو حضرت شیخ عبد القدوس کے پوتے تھے اور جنکی والدہ حضرت شیخ جلال تھانیسری کی صاحبزادی تھیں اپنے جمال حال کو کسوت سپاہ گری میں پوشیدہ رکھا بعد ازاں آپ پر غلبۂ عشق طاری ہوا اور آپ ترک کلی اختیار کر کے حضرت شیخ جلال سے وابستہ ہو گئے حضرت شیخ جلال چونکہ ضعیف ہو چکے تھے اسلئے آپ نے انکی تربیت حضرت شیخ نظام الدین کے حوالہ کی چنانچہ شیخ ابو سعید نے تکمیل ارشاد کے بعد حضرت شیخ نظام الدین سے خرقہ خلافت حاصل کیا کچھ دنوں کے بعد شیخ حمید پدر شیخ عبد الرحمن چشتی نے بھی انکو خرقہ خلافت عطا کیا۔

عبد الرحمن مذکور مراۃ الاسرار میں فرماتے ہیں کہ اسکے بعد شیخ ابو سعید نے گنگوہ میں اپنے جد امجد کے آستانہ پر مسند ارشاد سنبھالی اور کافی شہرت حاصل کی اکثر عزیز آپ کی تربیت سے مرتبہ تکمیل وارشاد پر پہنچے آپ [illegible] کے روضہ ہی میں مدفون ہوئے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

ذکر شریف

خانۂ عشق رازِ سراج کاشفِ سراج مخدومِ وقت شیخ محمد بن عیسیٰ تاج رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ جونپور کے مشائخین کبار سے تھے آپ کا سلسلہ نسب حضرت خیر الرفیق ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہٗ تک پہونچتا ہے۔ آپ نہایت عالی قدر تھے اس طائفہ کے تمام مقامات کو طے کر چکے تھے اور آپکی ولایت اور کرامت پر تمام اہل اللہ متفق ہیں آپ شیخ فتح اللہ اودھی کے مرید اور خلیفہ تھے جنکا ذکر گذر چکا ہے۔

صاحب اخبار الاخیار فرماتے ہیں کہ آپ کے والد شیخ عیسیٰ اکابرین دہلی سے تھے امیر تیمور کی آمد کے بعد اکثر بزرگ قصبہ جونپور کی جانب چلے گئے آپ بھی ان میں شامل تھے حضرت شیخ محمد اس وقت آٹھ سال کے تھے اور آپ بھی اپنے والد کے ہمراہ تھے اس صغر سنی میں آپ نے حضرت شیخ فتح اللہ کی خدمت میں صفائی باطن کے حصول کی غرض سے حاضر ہوئے اور شغل باطنی میں مصروف ہو گئے آپ پر غلبۂ حال طاری رہتا چنانچہ حدیہ ہے کہ آپ کے حجرہ کے دروازہ پر ایک درخت تھا کئی سال گذارنے کے باوجود آپ اس درخت کے وجود سے بے خبر تھے ایک روز آپکی جائے نشست پر ایک پتہ گر پڑا آپ نے خدام سے دریافت کیا کہ یہ پتہ کہاں سے آیا تب کہیں آپ کے خادموں سے اس درخت کا پتہ چلا چونکہ آپ اکثر حالت مراقبہ میں سر بگریباں رہتے تھے آپ کے مونڈھے کی ہڈیاں ابھر گئیں تھیں اور ٹھوڈی سینہ تک جھک گئی تھی آپ کے کئی کمالات ہیں آپ کا مرقد شہر جونپور میں واقع ہے آپ کا سن وفات نظر سے نہیں گذرا لیکن آپ سلطان ابراہیم شرقی بادشاہ جونپور کے ہم عصر تھے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔ شیخ بڈھن آپ کے کامل ترین خلفاء سے تھے یہ بھی احوال عالی اور خوارق کے حامل تھے آپ کی ادنیٰ کرامت یہ ہے کہ وفات کے وقت اپنے صاحبزادے شیخ صدر الدین کو وصیت فرمائی کہ تجہیز و تکفین کے بعد تم میری سیدھی پہلو میں آجانا تمہیں ایک نعمت عطا کروں گا شیخ صدر الدین نے اپنے والد کی وصیت کے بموجب عمل کیا اور آپ پر عالم ملکوت، عالم جبروت اور آسمان سے سمندر تک سب مکشوف ہو گئے بعد ازاں وہ اپنے والد کی مسند ارشاد پر فائز ہوئے ان کی زبان سے جو بات نکلتی اس پر عمل ہو کر رہتا۔ یہ بھی صاحب کمال

بزرگ تھے ان کی اولاد آج بھی قصبۂ اجوٹی میں خدمت سجادگی انجام دے رہی ہے رحمۃ اللہ علیہ

ذکر شریف

مستغرق توحید اتم، مظہر اسم اعظم، فرد وقت میر سید برہان الدین قطب عالم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

• آپ اپنے پدر بزرگوار حضرت میر سید ناصر الدین محمود بن مخدوم جہانیاں کے مرید اور خلیفہ تھے آپ قطب عالم کے لقب سے مشہور تھے آپ ولایت گجرات کے قطب عالم ہیں جس طرح کہ شیخ نور الحق قطب عالم ولایت بنگال کے ہیں الغرض میر سید برہان الدین عالیشان کے حامل تھے آپ کو اہل بصیرت ثانی مخدوم جہانیاں کہتے ہیں آپ علوم ظاہری و باطنی کے جامع تھے اور اپنے زمانے میں ممتاز اور کشف و کرامات اور عالی درجات میں وحید عصر تھے۔ کہتے ہیں کہ آپ اشارۂ باطنی پر اپنے مادر وطن سے (جو شہر اوچ تھا) سلطان احمد بن تاتار خاں بن سلطان مظفر ترک کے زمانہ میں ولایت گجرات احمد آباد تشریف لائے۔ چونکہ سلاطین ملک گجرات حضرت مخدوم جہانیاں کے فیض یافتہ تھے اسلئے سلطان احمد مذکور نے آپ کی وہاں آمد کو اپنی عین سعادت خیال کیا اور آپ کا بیحد معتقد ہو گیا خلائق کی ایک کثیر تعداد آپ کے حلقہ ارادت میں داخل ہونے لگے اور ان کے منجملہ بعض نے آپ سے تربیت پائی اور مرتبۂ تکمیل پر فائز ہوئے الغرض آپ کی بہت شہرت ہو گئی۔ حضرت شیخ احمد کھٹو بھی اس وقت بقید حیات تھے اور آپ کے ہم صحبت رہا کرتے تھے۔

صاحب تاریخ مرآۃ سکندری لکھتے ہیں کہ قطب عالم ایک شب نماز تہجد کے لئے اٹھے اور طہارت کی غرض سے نکلے ناگاہ آپ کا پائے مبارک ایک لکڑی پر پڑ گیا آپ کی زبان سے نکلا یہ لکڑی ہے پتھر ہے لوہا ہے یا کوئی اور چیز ہے۔ حق تعالیٰ نے اپنے محبوب کے قول کی تصدیق کے لئے اس لکڑی میں یہ خصوصیت پیدا کر دی کہ کبھی وہ لکڑی نظر آتی کبھی پتھر اور کبھی لوہا نظر آتا لیکن ان تینوں خصوصیات کے باوجود کوئی تحقیق سے نہیں کہہ سکتا تھا کہ یہ کیا چیز ہے آپ کے کمالات اور خوارق عادات بے شمار ہیں اس سے بڑھ کر کیا کمال ہوگا کہ آپ حضرت مخدوم جہانیاں کے پوتے تھے اور

حضرت شاہ عالم محبوب عالم جیسے عظیم القدر بزرگ آپ کے فرزند اور جانشین تھے آپ کی وفات بروز یکشنبہ ۸ ر ذوالحجہ سنہ ۸۵۶ھ واقع ہوئی آپ احمد آباد میں مدفون ہوئے رحمۃ اللہ علیہ ۔

ذکر شریف

شیخ اعظم مقتدائے اخص و اعم قطب وقت حضرت شاہ عالم محبوب عالم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ حضرت قطب عالم کے دوسرے صاحبزادے تھے اسلئے آپ کو میاں منجھلے بھی کہا جاتا ہے آپ نے اپنے والد بزرگوار کی وفات کے بعد حضرت شیخ احمد کھٹو سے نعمت حاصل فرمائی الحق کہ آپ محبوب حق تھے اور حضرت مخدوم جہانیاں کا خاندان آپ کے انوار ولایت سے منور تھا آپ کے کمالات کی شہرت مشرق سے مغرب تک تھی اور آج بھی آپ کے مرقد سے کرامات و خوارق عادات ظاہر ہوتے ہیں۔

صاحب اخبار الاخیار فرماتے ہیں کہ آپ پر شوق اور سکر کی حالت طاری رہا کرتی تھی بعض اوقات آپ لباس فاخرہ زیب تن فرمایا کرتے تھے آپ مشرب ملامتیہ کے پیرو تھے جسکا اثر آج بھی آپ کی مزار سے ہویدا ہے کہ ہر شب جمعہ احمد آباد کے لوگ کیا مرد اور کیا عورت اور کیا بوڑھے اور کیا جوان سب لباس مکلف سے آراستہ ہو کر آپ کے روضہ کی زیارت کے لئے حاضر ہوتے ہیں اور وہیں رات بسر کرتے ہیں آپ کا روضہ مبارکہ ظاہری شان و شوکت کا مظہر ہے اور ہندوستان میں اپنی نظیر نہیں رکھتا آپ کے کمالات کا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے عبداللطیف داور الملک عرف شاہ داول آپ کے کمترین مریدین سے تھے ان کے احوال مناسب مقام پر نقل کئے جائیں گے۔ اور قاضی نجم الدین کبری بھی آپ کے مرید تھے آپ کی وفات ہفتہ کی صبح ۲۰ ر جمادی الثانی سنہ ۸۸۰ھ میں واقع ہوئی۔ آپ کا مرقد شہر احمد آباد گجرات میں واقع ہے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔ چونکہ حضرت قطب عالم اور شاہ عالم صاحبان ولایت گجرات تھے اسلئے اس مقام کے سلاطین کے احوال بھی مختصراً تحریر کئے جاتے ہیں۔

مصنف تاریخ سکندری لکھتے ہیں کہ ایک روز سلطان فیروز شکار کی غرض سے نکلا تھا اپنے لشکر سے جدا ہو گیا اور دیوگنم (جو تھانیسر کے دیہاتوں میں سے ایک دیہات ہے) کی جانب چلا گیا وہاں کے زمیندار

ایک مقام پر بیٹھے ہوئے تھے سلطان بھی گھوڑے سے اتر کر ان کے درمیان بیٹھ گیا اس موضع کا سرگروہ سماسیں کا تعلق قوم تالک سے تھا سلطان کو اپنے گھر مہمان کی حیثیت سے لے گیا اسکی ایک بہن بہت خوبصورت تھی سلطان ایک ہی نظر میں اس پر عاشق ہو گیا کسی طرح رات وہاں گذری صبح اسکا لشکر اسے ڈھونڈتے ہوئے وہاں آیا سلطان اس شخص کو اسکی بہن کے ساتھ دہلی لے گیا اور مسلمان کر کے معلّی کا خطاب دیا۔ (قوم تالک اپنی زبان میں معلّی قوم سے نکل جانے کو کہتے ہیں) اور وجیہ الملک کے عہدہ پر سرفراز کیا اور اسکے بیٹے کو ظفر خاں کا خطاب دیا ظفر خاں حضرت مخدوم جہانیاں کے حلقہ ارادت میں داخل ہو گیا ایک روز ظفر خاں اخلاص اور اعتقاد سے انواع و اقسام کے کھانے لیکر حضرت مخدوم جہانیاں کے پاس حاضر ہوا حضرت مخدوم جہانیاں نے کھانا کھانے کے بعد فرمایا کہ اس کھانے کے عوض میں خدا سے تیرے لئے ملک گجرات کی حکومت کی دعا کرتا ہوں ظفر خاں نے زمین بوسی کی اور اپنے گھر لوٹ گیا۔ اور یہ واقعہ اپنے والدین سے کہہ سنایا اسکی ماں نے فرمایا کیا ہی اچھا ہوتا کہ حضرت مخدوم جہانیاں تیری اولاد کے لئے بھی ایسی ہی دعا فرماتے پس دوسری دفعہ ظفر خاں حضرت مخدوم جہانیاں کی خدمت میں حاضر ہوا حضرت مخدوم اسکے خطرۂ قلبی سے آگاہ ہو گئے اور فرمایا کہ خوب آئے پھر آپ نے کچھ خرمے اسے دئے اور فرمایا کہ ان خرموں کی تعداد کے مطابق حکومت تیری اولاد سے منسوب رہے گی کہتے ہیں کہ وہ تیرہ یا چودہ خرمے تھے القصہ سلطان فیروز شاہ کی وفات کے بعد جب حکومت کی باگ ڈور سلطان محمد بن فیروز شاہ کے ہاتھ آئی اس نے ظفر خاں کو حکومت گجرات پر چڑھائی کے لئے بھیجا ظفر خاں نے سلطان کے حسب منشاء تمام گجرات کو اسکے لئے فتح کر دیا جب سلطان محمد نے پانچ سال حکومت کرنے کے بعد انتقال کر گیا سلطان محمود بن محمد تخت سلطنت پر بیٹھا چند سال بعد امیر تیمور صاحب قران نے دہلی کو فتح کر لیا سلطان محمود بھاگ کھڑا ہوا اس وقت ظفر خاں تخت گجرات پر متمکن ہوا اور خود کو سلطان مظفر شاہ کا خطاب دیا تین سال سلطنت کرنے کے بعد علیل ہو گیا احمد خاں بن تاتار خاں کو جو اسکا پوتا تھا تمام ارکان کی موجودگی میں تخت نشین کیا اور وفات پاگیا سلطان احمد شاہ بن تاتار خاں حضرت شیخ احمد کھٹو کا معتقد تھا اور حضرت شاہ قطب عالم سے بھی اعتقاد راسخ رکھتا تھا۔ جیسا کہ اس سے پہلے احمد آباد کی بنیاد کے ذکر میں گذر چکا ہے اسکے بعد سلطان محمد بن سلطان احمد اسکا قائم مقام ہوا جب وہ مر گیا تو سلطان قطب الدین احمد بن سلطان محمد اپنے والد کا جانشین ہوا۔ وہ حضرت قطب عالم کا مرید تھا اس زمانے میں سلطان محمود خلجی نے حضرت شیخ کمال مذکور کی ایما پر ولایت

گجرات پر لشکر کشی کی سلطان قطب الدین احمد بے چین ہو گیا اور حضرت شاہ قطب عالم کی خدمت میں حاضر ہو کر استمداد کی حضرت نے اسکو تسلی دے کر رخصت کیا اور اپنے صاحبزادے حضرت شاہ عالم کو شیخ کمال کے پاس بھیجا کہ عجز و نیاز سے حضرت شیخ کمال سے گذارش کریں کہ سلطان محمد نے آپ کی خدمت میں گستاخی کی تھی وہ تو گذر چکا اب سلطان قطب الدین احمد پر مہربانی فرمائیں اور سلطان محمود خلجی کو احمد آباد پر لشکر کشی سے منع فرمائیں حضرت شاہ عالم نے اپنے والد کے ارشاد کے بموجب بہت منت سماجت کی لیکن شیخ کمال نے جواباً اپنے ہاتھ آسمان کی طرف دراز کئے عالم غیب سے ایک کاغذ ظاہر ہوا جس پر لکھا تھا کہ ولایت گجرات سلطان محمود خلجی کے نام ہو چکی ہے حضرت شاہ عالم نے غیرت ولایت سے فرمایا کہ ہر وہ کاغذ جس پر قطب عالم کا نشان نہ ہو، باطل ہے اسی وقت حضرت شیخ کمال کے ہاتھ سے پرزہ پرزہ ہو کر گر پڑا اور حضرت شیخ کمال بیخود ہو گئے اور جان بحق تسلیم ہو گئے جب یہ واقعہ حضرت قطب عالم نے سنا تو فرمایا کہ شاہ عالم نے خورد سالی کے باعث جلدی کی۔ اسکو صبر کرنا چاہیئے تھا الغرض سلطان قطب الدین احمد نے آپکی ایما پر سلطان محمود خلجی سے محاربت کی اور شکست فاش دیدی اور مظفر و منصور ہو گیا۔ جب سلطان کو مال و متاع کی فکر نہ رہی تو اس نے چاہا کہ اپنے چھوٹے بھائی فتح خاں کو قتل کر دے۔ فتح خاں کی ماں نے اپنے لڑکے کے ساتھ حضرت شاہ عالم کے گھر میں پناہ لے لی اور اپنی بہن کے پاس رہنے لگی۔ جام جنیجو بادشاہ نے دونوں لڑکیوں کو احمد آباد روانہ کیا تھا ایک سلطان محمد سے عقد و نکاح کے لئے اور دوسری حضرت شاہ عالم کیلئے لیکن ان دونوں میں جو خوش جمال و خوبصورت لڑکی تھی اسکو سلطان محمد نے اپنے لئے پسند کیا اور دوسری لڑکی کو حضرت شاہ عالم کے لئے چھوڑ دیا حضرت شاہ عالم نے حضرت قطب عالم سے شکایت کی جس پر آپ کی زبان مبارک سے نکلا کہ بابا دونوں لڑکیاں تمہارے ہی حصہ میں آئیں گی چنانچہ شاہ عالم کی منکوحہ کا سلطان محمد کی وفات کے بعد انتقال ہو گیا اور آپ نے فتح خاں کی والدہ سے نکاح کر لیا اور جو کچھ حضرت قطب عالم کی زبان سے نکلا تھا ظاہر ہو کر رہا۔ فتح خاں نے حضرت شاہ عالم سے تربیت پائی اور آپ نے اسے سلطنت گجرات کی بشارت دی۔ اسی بشارت کی وجہ سے سلطان قطب الدین احمد، فتح خاں کے قتل کے درپے تھا۔ بالآخر اس نے حضرت شاہ عالم کی حویلی کا رخ کیا کہ فتح خاں کو پکڑ کر قتل کر دے راستہ میں گھوڑے کے بدکنے کے باعث اپنی تلوار سے خود ہی زخمی ہو گیا اور چند روز بعد عالم فانی سے کوچ کر گیا۔ اسکے بعد داؤد شاہ بن محمد شاہ بن مظفر شاہ کو سلطان قطب الدین احمد

کا چچا تھا، تخت سلطنت پر متمکن ہوا چونکہ حالات سازگار نہ تھے اسلئے ارباب دولت نے اسکو سات دن بعد معزول کر دیا اور حضرت شاہ عالم کی خدمت میں حاضر ہو کر درخواست کی اور فتح خاں بن سلطان محمد کو جو آپ کا مرید تھا اعزاز و اکرام کے ساتھ سلطنت گجرات کے تخت پر بٹھایا اور اسکو سلطان محمود کا خطاب دیا اسکو سلطان محمد بنگرہ بھی کہتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ یہ بادشاہ عالی قدر، فقیر دوست اور حق پرست تھا تاہم اس نے طلب حق کی ابتداء حضرت شاہ عالم کے انتقال کے بعد کی اور حضرت شیخ سراج کی خدمت میں تربیت پائی جو حضرت قطب عالم کے خلیفہ تھے آپ کی تربیت سے اس نے مرتبہ عرفان حاصل کر لیا اسکے بعد سلطان مظفر ثانی بن سلطان محمود بنگرہ اپنے والد کا قائم مقام ہوا۔ اس زمانہ میں حضرت شاہ عالم کی مسند ارشاد پر آپ کے برادر زادہ شیخ جیو بن محمد بن قطب عالم فائز تھے۔

سلطان مظفر کو پہلے پہل ان سے کچھ اعتقاد نہ تھا لیکن بعد میں بیماری اور مشکلات میں اس نے آپ سے فیض باطنی حاصل کیا اور آپ کی تربیت سے مرتبہ کمال پر پہونچ گیا اسکے بعد سلطان سکندر بن مظفر شاہ ثانی اپنے باپ کا جانشین ہوا اس نے دو مہینے سولہ دن تک حکومت کی اسکے بعد سلطان محمود بن مظفر شاہ ثانی نے اپنے بھائی کو قتل کر دیا اور تخت پر قابض ہو گیا ابھی اسکی تخت نشینی کو چار مہینے بھی نہ گذرے تھے کہ بہادر خاں بن مظفر شاہ دہلی سے آیا اور حکومت کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں لے لی۔ اسکے بعد سلطان محمود بن لطیف خاں بن مظفر شاہ اپنے چچا کی وفات پر تخت گجرات پر قابض۔ الغرض حضرت مخدوم جہانیاں کی کرم نوازی سے چودہ پشت تک یعنی اکبر بادشاہ کے ابتدائی زمانہ تک حکومت گجرات اس خاندان میں رہی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

ذکر شریف

محرم اسرار معراج، سر قوم را افسر و تاج، مقتدائے وقت مخدوم شیخ سراج رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت شیخ عیسیٰ خطیب کے مرید اور خلیفہ تھے مریدین کی تربیت میں آپ کو کامل دستگاہ حاصل تھی حضرت قطب عالم اور خطیب مذکور کی وفات کے بعد آپ مسند ارشاد پر جلوہ افروز ہوئے۔

اور کئی بھٹکے ہوؤں کو راہ ہدایت کی جانب رہنمائی کی گجرات کے بادشاہ سلطان محمود بیگڑہ کو جو حضرت شاہ عالم کا مرید تھا حضرت مذکور کی وفات کے بعد طلب حق کی خواہش ہوئی تو اسے حضرت شیخ سراج سے بہتر کوئی اور نظر نہ آیا اس نے آپ کی خدمت سے استفادہ کیا۔

مراۃ سکندری میں مرقوم ہے کہ ایک رات سلطان محمود خفیہ طور پر حضرت شیخ سراج کے گھر گیا اور آپ سے رشد و ہدایت پانے کی خواہش کی حضرت شیخ نے فرمایا کہ اس کام کے لئے ترک دنیا ضروری ہے سلطان نے صدق دل سے اقرار کیا کہ میں آپ سے وابستہ ہو چکا ہوں اب اگر میرے مقصد کے لئے ترک دنیا ضروری ہے تو میں اسے برضا و رغبت چھوڑ دینے تیار ہوں حضرت شیخ سراج اسکی خوش عقیدگی سے مسرور ہوئے اور فرمایا کہ اس وقت تم اپنے گھر جاؤ میں اس معاملے میں غور کرنے کے بعد تمہیں جواب دوں گا الغرض صبح کو آپ نے سلطان کے پاس پیغام بھیجا کہ سلطنت سے تمہاری دستکشی مناسب نہیں میں تمہاری تربیت کے لئے اس شرط پر تیار ہوں کہ تم بظاہر مجھے اپنی حکومت میں ایک عہدہ پر فائز کر دو سلطان نے اسی میں اپنی سعادت سمجھی اور کہا کہ جس منصب پر آپ فائز ہونا چاہیں ہو سکتے ہیں حضرت شیخ نے مفتی کی خدمت قبول فرمائی دوسرے روز آپ نے امراء کا لباس زیب تن کیا تلوار میان میں رکھی اور گھوڑے پر سوار ہو کر دربار کی جانب روانہ ہوئے اس شہر کے لوگ جو آپ کو غوث وقت کہا کرتے تھے یہ حال دیکھ کر طعن و تشنیع کرنے لگے کہ اس شخص نے دنیا کے بدلے اپنے دین کو بیچ ڈالا حضرت شیخ چونکہ اشارہ باطنی پر عمل کر رہے تھے اسلئے آپ نے ان پر کوئی توجہ نہ دی آپ نے بظاہر خدمت استفتاء کو اپنا لیا اور در اصل سلطان کی تربیت میں مشغول ہو گئے جب سیر سلوک اس درجہ پر پہونچا سلطان کو کشف ہونے لگا معرفت کے دروازے اس پر کھل گئے اور حضرت شاہ عالم کا فرمان کہ "محمود با عاقبت محمود است" پورا ہوا تو حضرت شیخ اپنی ظاہری خدمت سے کنارہ کش ہو گئے اور پھر سلطان سے ملاقات نہ کی جاتے جاتے آپ نے فرمایا کہ تمہیں جو بھی دشواری پیش آئے مجھے خط لکھ کر مطلع کر دینا میں اسکا جواب تحریر کر دوں گا لیکن ملاقات کی کوشش نہ کرنا الغرض آپ نے جو اسباب دنیا مصلحتاً جمع فرمائے تھے سب تباہ کر دیئے اور حسب سابق گوشہ تنہائی اختیار کیا آپ کے حسن تربیت سے اکثر بزرگ مرتبہ تکمیل و ارشاد پر پہونچے آپ کے کرامات اور خوارق عادت بہت ہیں اس سے بڑھ کر کرامت اور کیا ہوگی کہ اشارۂ باطنی پر آپ نے اپنی جاہ شہرت کو چھوڑ دیا اور خلق کے درمیان نشان ملامت

بن گئے۔ الغرض بزرگانِ دین کے اس گروہ کے احوال پر عقل کی نظر کرنا خطا ہے۔ چنانچہ مولانا رومؒ فرماتے ہیں ؎

مثنوی شریف۔ ما بروں را ننگریم و قال را
ما دروں را بنگریم و حال را

حضرت شیخ کا مزار بھی گجرات میں واقع ہے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

ذکر شریف

برگزیدہ حضرت معبود، شہید تیغ مقصود، مقبول حق داور الملک بن محمود رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ کا نام مبارک عبداللطیف بن محمود قریشی تھا سلطان محمود بیگڑہ اور حضرت داور الملک دونوں حضرت شاہ عالمؒ کے مرید تھے۔

صاحب مراۃ سکندری رقمطراز ہیں کہ داور الملک سلطان محمودؒ کے امراء کبار سے تھے۔ آپ نہایت متقی پرہیزگار عابد حق پرست اور نیک کردار تھے اور لباس دنیوی میں کار اُخروی انجام دیا کرتے تھے آپ اکثر اوقات حضرت شاہ عالم کی خدمت میں رہتے تھے ایک روز شاہ عالمؒ وضو کر رہے تھے اور داور الملک آپ کے دست مبارک پر پانی ڈال رہے تھے اس وقت شاہزادہ کہ جو مرض برص میں مبتلا تھا حاضر ہوا اور شفا کی درخواست کی حضرت شاہ عالمؒ نے وضو کرنے کے بعد پانی کے کچھ چھینٹے شہزادہ کے منہ پر مارے اور وہ اسی وقت اچھا ہو گیا۔ حضرت شاہ عالمؒ نے داور الملک سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ جب لوگ حضرت قطب الاولیاء خواجہ معین الدین چشتی سے اپنی حاجت کی برآری کے لئے درخواست کرتے ہیں تو آپ انھیں حضرت سالار مسعود غازی کی روحانیت سے رجوع کر دیتے ہیں مجھے بھی ایسا ہی کرنا چاہیئے داور الملک کو خیال گذرا کہ حضرت سالار مسعود کے تصرف کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتے۔ حضرت شاہ عالمؒ آپ کے خطرہ پر آگاہ ہو گئے اور فرمایا کہ تعجب کی کوئی بات نہیں ہے حق تعالیٰ یہ مرتبہ تمہیں بھی عطا فرمائے گا۔ چند روز بعد سلطان محمود

نے آپ کو قصبہ امرون پر متعین کیا جو سرحد گجرات پہ واقع ہے آپ نے وہاں جہاد کیا اور کفار کی ایک کثیر جماعت کو مطیع اور فرمانبردار بنا لیا بعد ازاں کفار نے آپ کو شہید کر دیا اس روز سے ہر مقام سے لوگ آپ کی مزار کی زیارت کو جاتے ہیں اور اپنی مراد پا کر واپس ہوتے ہیں آپکی شہادت ماہ ذیقعدہ ۸۰۹ھ میں واقع ہوئی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ ۔

ذکر شریف

شیخ حالاتی کاشف مقاماتی متشرع وقت قاضی القضات شیخ نجم الدین گجراتی رحمتہ اللہ علیہ

آپ بھی حضرت شاہ عالم کے مریدین سے تھے ۔

صاحب تاریخ مراۃ سکندری تحریر کرتے ہیں کہ حضرت قاضی نہایت متشرع تھے ایک روز میراثی رباب لیکر سلطان محمود بیگڑہ کے دربار کو گئے اتفاق سے حضرت شیخ نجم الدین کی نظر اس رباب پر پڑی ۔ رباب میراثی کے ہاتھ سے گر کر ٹوٹ گیا جب یہ واقعہ سلطان کو معلوم ہوا تو کمال حلم اور آداب شریعت کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس نے صبر کیا ۔ لیکن اتنا کہا کہ اگر قاضی اتنے ہی شریعت میں راسخ ہیں پھر حضرت شاہ عالم کو رباب مزامیر اور سماع سننے سے کیوں منع نہیں کرتے قاضی نجم الدین نے اس گفتگو سے متاثر ہو کر فقہ کی کتابوں سے سماع کی ممانعت اور رباب و مزامیر کی حرمت کے متعلق مواد جمع کیا اور اسے ایک کاغذ پہ لکھ کر حضرت شاہ عالم سے مباحثہ کے لئے گئے حضرت شاہ عالم کی یہ عادت تھی کہ ہفتہ میں ایک دفعہ نماز جمعہ پڑھنے کے لئے حجرہ سے برآمد ہوتے اور نماز جمعہ کے بعد سے نماز عصر تک خانقاہ میں مریدوں اور طالبوں کو تلقین فرمایا کرتے اسکے بعد خلوت گزینی اختیار کرتے اور آپ کی مقام خلوت میں کسی کا گذر ناممکن تھا الغرض شاہ عالم وقت عصر خانقاہ میں تشریف فرما تھے کہ حضرت قاضی نجم الدین وہی کاغذ لئے ہوئے آئے جیسے ہی ان کی نظر شاہ عالم کے جمال ولایت پر پڑی قوت گویائی جاتی رہی شاہ عالم نے فرمایا کہ قاضی تمہارے ہاتھ میں کیا کاغذ ہے لاؤ حضرت قاضی نے کاغذ انکے حوالے کر دیا جیسے ہی حضرت شاہ عالم نے اس کاغذ پر نگاہ ڈالی وہ سفید ہو گیا اور وہ مسائل ظاہری جو حضرت قاضی نجم الدین کیلئے حجاب راہ تھے محو ہو گئے ۔ حضرت

شاہ عالم نے کاغذ حضرت قاضی کو دیا اور فرمایا کہ دیکھیے تم کیا لکھ کر لائے ہو حضرت قاضی نجم الدین بیخود ہو گئے اور عجز و نیاز مندی سے حضرت مذکور کے حلقہ ارادت میں داخل ہو گئے حضرت شاہ عالم کی تربیت سے آپ بہت جلد واصلان حق سے ہو گئے رحمۃ اللہ علیہ۔

ذکر شریف

شیخ بے نظیر، پیشوائے برنا و پیر صاحب ارشاد مخدوم شیخ کبیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ سلسلہ چشتیہ سے تعلق رکھتے تھے اور آپکا سلسلہ نسب حضرت شیخ فرید بن عبدالعزیز بن سلطان التارکین شیخ حمید الدین ناگوری الصوفی سے ملتا ہے اور حضرت شیخ حمید الدین حضرت خواجہ اعظم کے خلفائے کبار سے تھے آپ کو خلافت بھی اپنے آبا و اجداد سے حاصل ہوئی تھی نہایت بزرگ اور صاحب ہمت و صاحب مقامات عالیہ تھے۔ سوز عشق ذوق سماع اور سیر کرامت میں بہت بڑے مرتبہ کے حامل تھے۔

صاحب اخبار الاخیار فرماتے ہیں کہ آپ علوم ظاہری و باطنی کے جامع تھے اور آپ کی تصنیفات بھی تھیں۔ جب کفار نے ناگور میں تفرقہ پیدا کیا تو آپ نے اپنے وطن سے نکل کر گجرات کا رخ کیا اور شہر احمد آباد میں متوطن ہو گئے۔

تاریخ مراۃ سکندری میں مرقوم ہے کہ حضرت شیخ کبیر مریدوں کی تربیت میں بے نظیر وقت تھے لیکن ستر احوال کی غرض سے ایک مسجد میں مجہول کی طرح بیٹھے کمسن بچوں کو درس دیا کرتے تھے اسطرح آپ اپنے جمال ولایت کو اغیار کی نظروں سے پوشیدہ رکھتے تھے لیکن مشک اور عشق کہاں چھپ سکتے ہیں آپ کے منظر عام پر آنے کا سبب یہ ہوا کہ ایک دفعہ ملک محمد بختیار جو سلطان محمد بیکرہ کے امرائے کبار سے تھا اس گلی سے گزرا جب اسکی نظر آپ کے جمال ولایت پر پڑی بے اختیار آپ سے وابستہ ہو گیا اور نماز بھی آپ کے ساتھ ادا کی نماز کے بعد حضرت شیخ نے جوہر قابل دیکھ کر ملک محمد کو اپنی خدمت سے وابستہ کر لیا اور اس کا دل اسباب دنیا سے سرد ہو گیا کچھ دیر کے بعد مدہوش اور متغیر حالت میں اٹھا

اور اپنے گھر لوٹا اور اپنا تمام مال و متاع کی فہرست لکھ کر سلطان محمودؒ کے پاس روانہ کیا کہ یہ سب آپ کی دولت ہے سرکاری خزانہ میں داخل کر لیجئے اور مجھے رخصت دیجئے کہ میں اپنے کام میں مشغول ہو جاؤں۔ سلطان بہت متحیر ہوا۔ ارکان دولت کو اس کے پاس روانہ کیا تاکہ اسکی تسلی کریں اور دریافت کریں کہ اس کایا پلٹ کی کیا وجہ ہے وہ لوگ جب ملک محمد کے پاس گئے تو انکو اس کی حالت میں بہت بڑی تبدیلی نظر آئی وہ واپس ہوئے اور سلطان سے کہا کہ وہ دیوانے ہو گئے ہیں جب شعور ہی باقی نہیں ہے تو کیا نصیحت کی جائے الغرض اس نے دوسرے دن تمام مال و دولت کو چھوڑا اور اپنی عورت کا مہر ادا کر کے کہا کہ اگر چاہو تو تم بھی ساتھ چل سکتی ہو وہ عورت بھی بہت باہمت تھی وہ ساتھ ہو گئی۔

دونوں اپنے گھر سے نکلے اور حضرت شیخ کبیر کی خدمت میں حاضر ہوئے حضرت شیخ کبیر نے خوش ہو کر آب کشی کی خدمت ملک محمد کے سپرد کی ایک زمانہ تک مسجد میں مقیم فقراء کے لئے وہ دریا سے پانی لایا کرتے تھے اور لوگ اسکو اس حالت دیکھ کر اس کا مذاق اڑایا کرتے تھے اور کہتے تھے کہ اس شخص نے سلطان کی مصاحبت کو چھوڑ کر ملاں کبیر کی آب کشی اختیار کر لی یہ سنکر بھی ملک محمد پر کچھ اثر نہ ہوا روز بروز اسکا کام بڑھتا گیا یہاں تک کہ شیخ نے اپنے حسن تربیت سے اسکو مرتبہ تکمیل و ارشاد پر پہونچا دیا۔ اس بات کی بہت شہرت ہو گئی اور شہر اور اطراف شہر سے لوگ ملک محمد کی خدمت میں نیاز مندی سے آنے لگے جب ملک محمد نے دیکھا کہ خلائق کے کثیر تعداد اسکے گرد رہنے لگی ہے اور بہت غلو کر رہی ہے اور شیخ کبیر کو بھی یہ ٹھیک نہیں لگا تو کنارہ کشی اختیار کر کے خلوت نشین ہو گئے اور مریدین کی تربیت میں مصروف رہنے لگے کہ ایک روز حضرت شاہ عالمؒ کا ایک مرید آیا اور ملک محمد کی خدمت میں پیوست ہو گیا لوگ کہنے لگے کہ ملک محمد نے شاہ عالم کی خدمت میں گستاخی کی ہے شاہ عالم نے فرمایا کہ کوئی بات نہیں اصل مطلب مرید کی ہدایت ہے جہاں سے بھی ہو اچھی ہی ہوتی ہے دوسرے روز لبیک گلی میں شاہ عالم کی ملک محمد سے ملاقات ہوئی دونوں نے ایک دوسرے سے خرقہ طلب کیا حضرت شاہ عالمؒ نے اپنا پیراہن ملک محمد کو عطا کیا اور ملک محمد نے اپنی کلاہ شاہ عالم کو دی۔ پس جان لینا چاہیئے کہ اس گروہ میں اخلاص کے سوا کوئی جذبہ کارفرما نہیں ہوتا۔ حضرت شیخ کبیرؒ کے کمالات کا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے کہ آپ کے مرید اس مرتبہ کے تھے۔ حضرت خواجہ حسین ناگوریؒ بھی حضرت شیخ کبیر کے بھتیجے تھے آپ کے خلفائے کاملین سے تھے خواجہ حسین نے شیخ کبیر کی وصیت کے بموجب حضرت خواجۂ بزرگ کی مزار مقدس پر سنگ سفید کی گنبد تعمیر کروائی تھی شیخ حسین ناگوری کی مزار آپ کے جد اعلیٰ حضرت شیخ حمید الدین ناگوری کے پائین واقع ہے

ان کے احوال مناسب مقام پر نقل کئے جائیں گے الغرض حضرت شیخ کبیر کے کمالات کی کوئی حد نہ تھی آپکی اور ملک محمد کی مرقد احمد آباد گجرات میں واقع ہے رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ ۔

ذکر شریف

عارف ذاتی، واقف صفاتی صاحب تسلیم و رضا شاہ جلال گجراتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ حضرت شیخ پیارہ کے مرید اور خلیفہ تھے جو شاہ یداللہ چشتی نبیرہ سید محمد حسینی گیسو دراز کے خلفاء کاملین سے تھے ۔

صاحب اخبار الاخیار رقمطراز ہیں کہ شاہ جلال گجراتی کاملین وقت سے تھے تصرفات، کرامات ظاہری و باطنی میں مرتبت عظیم کے حامل تھے آپ کا وطن گجرات تھا بعد میں آپ نے اشارہ باطنی کے بموجب بنگال کی طرف روانہ ہوئے اور وہاں بہت شہرت پائی مریدین اور طالبوں کا آپ کے گرد میلہ سا رہتا تھا ۔ آپ پر انتہا حال غالب رہتا تھا کہ آپ تخت پر بیٹھ کر ایسے حکم دیتے کہ جیسے بادشاہ حکم دیا کرتے ہیں ۔ یہ یہ واقعات بادشاہان بنگال کو معلوم ہو گئے تو انہیں بدگمانی ہوئی ۔ اور ایک قول کے بموجب ایک لشکر آپ کے قتل کے لئے متعین کیا جب قاتل خانقاہ میں گھس آئے اور ناشناسی کی بنیاد پر خونریزی کی ابتداء کی جس مرید پر بھی تلوار پڑتی وہ کہتا یا قہار یا قہار جب حضرت شاہ جلال پر تلوار اٹھائی گئی تو آپ نے یا رحمٰن فرمایا اور اسی کلمہ پر جان جان آفریں کے سپرد کر دی جب آپ کا سر مبارک زمین پر گرا تو آپ اللہ اللہ فرمارہے تھے ۔ شیخ محمد مصباح العاشقین حضرت شاہ جلال کے خلفاء سے تھے اور انہوں نے آپکی وفات کے بعد سلسلہ ارشاد جاری رکھا رحمتہ اللہ علیہ

ذکر شریف

فارغ از ہر گفتگو، گنجینہ اسرار ہو قطب وقت شاہ میانجو رحمتہ اللہ علیہ

آپ بھی سلسلہ چشتیہ سے تعلق رکھتے تھے اور ایک واسطہ سے حضرت سید محمد حسینی گیسو دراز کے

مرید اور خلیفہ تھے ۔

صاحب مراۃ الاسرار تحریر کرتے ہیں کہ آپ غلبۂ حال میں بے باک وقت تھے اور خلق کی مدح و قدح پر کوئی توجہ نہ فرماتے تھے نہایت بلند ہمت اور عالی مرتبت تھے شہر مندو میں جو مالوہ کا پایہ تخت ہے سکونت پذیر رہا کرتے تھے اور اس مقام کے صاحب ولایت تھے اس کمال کے باوجود علمائے ظاہر آپ کا انکار کرتے تھے ۔

صاحب اخبار الاخیار لکھتے ہیں کہ ایک روز مندوہ کے قاضی شہر نے مباحثہ کی غرض سے پالکی پر سوار ہو کر آپ کے در دولت پر آیا جب وہ وہاں پہونچا تو آپ کو خبر کی حضرت شیخ نے کھڑکی میں سے قاضی کی جانب دیکھا اسی وقت پالکی داروں کے پاؤں زمین میں دھنس گئے اور قاضی کے ہاتھ سے درّہ گر پڑا قاضی صاحب شریعت میں اس قدر راسخ تھے کہ ان پر کچھ اثر نہ ہوا اور انہوں نے درّہ پھر سے اٹھا لیا اور بنگلہ پر چڑھنے کا ارادہ کیا شاہ صاحب موصوف باہر تشریف لائے اور قاضی صاحب کا ہاتھ پکڑ کر گھر میں لے گئے وہاں قاضی کی نظر ایک شراب کے شیشہ پر پڑی انہوں نے کہا یہ کیا ہے شاہ میانجو نے پیالہ بھر کر انہیں دیا اور کہا کہ یہ نہایت خالص شربت ہے ہر چند کہ وہ شربت میں تبدیل ہو گیا لیکن قاضی نے نہ پیا اور باہر نکل گئے ۔

اسی کتاب میں مذکور ہے کہ آپ رجب کی ابتداء سے روز عاشورہ تک معتکف رہتے تھے ۔ اور حجرہ میں بند ہو جاتے اس مدت میں ایک ایسا وقت بھی آتا تھا کہ آپ باہر نکلتے تو آپ کے خادم لوگوں کو وہاں سے ہٹا دیتے تھے کیونکہ کسی میں آپ کی نظروں کی تاب نہ تھی اگر اتفاقاً کوئی موجود رہتا اور اس پر آپ کی نظر پڑ جاتی تو وہ فوراً بیہوش ہو جاتا ۔ قاضی شہر جو آپ کا منکر تھا کئی دفعہ آپ سے بحث کر چکا تھا ایک روز آپ کے حجرہ سے برآمدگی کے وقت حاضر ہوا شاہ صاحب مذکور کی نظر اس پر پڑی اور وہ بے ہوش ہو گیا جب ہوش میں آیا تو آپ کا مطیع ہو گیا۔ آپ کے کمالات اور خوارق عادات بے شمار ہیں آپ کا سن وفات نظر سے نہیں گذرا ۔ لیکن آپ شاہ قطب عالم اور شاہ جلال گجراتی کے ہم عصر تھے آپ کا مرقد شہر مندو میں واقع ہے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ۔

ذکر شریف

عارف سبحان، صاحب عرفان، پیشوائے وقت حضرت سید شاہ علی سانگھڑے سلطان رحمۃ اللہ علیہ

صاحب پنج گنج فرماتے ہیں کہ آپکی مزار مبارک قندھار میں واقع ہے آپ کا چلہ جہاں آپ نے بارہ سال تک ریاضت کی تھی قلعہ دولت آباد میں واقع ہے آپ صاحب کشف و کرامات تھے سلسلہ رفاعیہ کی آپ نے ترویج و اشاعت کی تھی دوسرے سلاسل سے بھی آپ نے فیض حاصل کیا آپ غواص محیط طریقت اور معدن میادین حقیقت تھے اور آپ کا سلسلہ بیعت پانچ واسطوں سے حضرت مخدوم حاجی سیاح تک پہونچتا ہے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ۔

ذکر شریف

عارف ربانی، واقف رموز ربانی حضرت مخدوم سید شاہ ضیاء الدین بیابانی رحمۃ اللہ علیہ

صاحب پنج گنج تحریر کرتے ہیں کہ آپ مقامات عالیہ کے حامل تھے صاحب کشف و کرامات تھے اور صحرا و بیابان میں ریاضت شاقہ اور مجاہدات کر چکے تھے آپ نسبتاً سلسلہ رفاعیہ سے تعلق رکھتے تھے اور سلاسل قادریہ، چشتیہ، سہروردیہ، نقشبندیہ وغیرہم میں آپ کو اجازت حاصل تھی ۔

کتاب مطلوب الطالب آپ کی تصنیف ہے ۔

صاحب پنج گنج یہ بھی لکھتے ہیں کہ آپ سے حضرت سانگھڑے سلطان کی ہمشیرہ منسوب تھیں آپ کو بیعت ارادت بھی حضرت سانگھڑے سلطان مذکور سے حاصل تھی اور وہ بھی حضرت سیدی سید احمد کبیر رفاعی کی اولاد سے تھے آپکی قبر شریف قصبہ انبڑہ میں زیارت گاہ خلق ہے جو جفر آباد کے بیابان میں واقع ہے ۔

اور یہ بیابان حضرت مخدوم ہی کا آباد کردہ ہے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ۔

ذکر شریف

سوختۂ درد مقصود مقبول رب الودود عاشق روئے موعود شیخ داؤد رحمۃ اللہ علیہ

آپ مشتاقان روزگار سے تھے آپ کو شاہ داؤد سرمست بھی کہا جاتا ہے مریدوں کی تربیت میں نفس بابرکت کے حامل تھے۔ آپ کا تعلق سلسلہ چشتیہ قلندریہ سے تھا آپ نے حضرت شاہ قطب مناول سے تربیت پائی تھی جنکا ذکر حضرت شاہ خضر رومی کے احوال میں گذر چکا ہے اس سلسلہ کے تمام بزرگوں نے دراز عمر پائی تھی کوئی ڈیڑھ سو یا ایک سو بیس سال کی عمر سے کم نہ تھا اسی وجہ سے آپکا سلسلہ ارادت چند واسطوں سے حضرت خضر رومی تک پہونچتا ہے جو حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی اوشی کے مرید اور خلیفہ تھے۔

صاحب اخبار رقمطراز ہیں کہ شاہ داؤد مذکور درویش کامل تھے قصبہ سرہرپور میں سکونت پذیر تھے جو جونپور کے نواح میں واقع ہے جب حضرت شیخ عبداللہ شطار اس قصبہ میں گئے تو ہر سمت سے لوگ ان کی خدمت میں بیعت ارادت حاضر ہوئے لگے حضرت شیخ داؤد نے بھی انکی صحبت سے فیض پانے کے لئے ان کے گھر کا رخ کیا شیخ عبداللہ شطار کا ایک دربان تھا اس نے حضرت شیخ داؤد کو منع کیا آپ نے زور قوت سے اسکو گرا دیا اور اسکے سینے پر سے چلتے ہوئے بغیر اجازت اندر داخل ہو گئے۔ اور حضرت شیخ عبداللہ شطار کے پاس بیٹھ گئے شیخ مذکور نے آپ کا بہت احترام کیا اثناء مجلس میں شیخ عبداللہ شطار کے ایک خادم نے کہا کہ کوئی بے ادب واصل بحق نہیں ہو سکتا شاہ داؤد نے کہا کہ کبھی با ادب کی حق تک پہونچ نہیں ہو سکتی۔ خادم نے کہا یہ کیسی باتیں کر رہے ہو آپ نے کہا کہ اگر میں دربان کو نہ مارتا اور ادب سے پیش آتا تو حضرت شیخ کی ملاقات سے کسطرح مشرف ہوتا اور کس طرح میری حق رسی ممکن ہوتی حضرت شیخ عبداللہ اس گفتگو سے بہت خوش ہوئے اور آپ مہربانی سے پیش آئے۔ شیخ داؤد کے کمالات اور خوارق عادات بے حد ہیں آپ کے کئی خلفائے کاملین تھے جن میں شاہ نور سرہرپوری اور شاہ نور حصار وغیرہم شامل تھے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

ذکر شریف

سالک سرپا، نور اضیاء، فرد وقت شیخ جمال اولیاء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ کو شیخ جمال گوجر بھی کہا جاتا ہے آپ کا یہ معمول تھا کہ بعض اوقات دردمندی سے کھانے کی دیگ سر پہ اٹھا لیتے اور جہاں کہیں کوئی بھوکا نظر آتا اسکو کھانا کھلاتے ایک دفعہ حضرت شاہ موسیٰ عاشقان کی خانقاہ میں تین روز سے فاقہ کشی ہو رہی تھی اتفاقاً شیخ جمال کھانے کی دیگ سر پہ لئے آنکی خدمت میں حاضر ہوئے اور دیگ شاہ موسیٰ عاشقان کے سامنے رکھی شاہ صاحب موصوف نے فرمایا جزاک اللہ میرے بھائی جمال اللہ تم بزرگ گو جران ہو کر کھانے کی دیگ سر پہ لئے پھرتے ہو اور یہ بہائے عشق فروخت کرتے ہو اسی وقت سے آپ کو شیخ جمال گوجر کہا جانے لگا۔ آپ نہایت بزرگ اور صاحب مقامات عالیہ تھے لشان عظیم اور حال وافر کے حامل تھے آپ خانوادۂ گروہ فرزند سیہ سے تعلق رکھتے تھے آپ شیخ مظفر بلخی کے مرید اور خلیفہ تھے اور وہ شیخ شرف الدین یحییٰ منیری کے مرید و خلیفہ تھے الغرض آپ اپنے پیر کی اجازت کے بموجب شہر تشریف لائے اور وہیں سکونت اختیار کی شاہ موسیٰ عاشقان خلیفہ شیخ حاجی چراغ ہند اور شیخ فتح اللہ اودھی کے معاصر تھے شیخ احمد عبدالحق اردولوی کے بھی ہم صحبت رہے تھے آپ کے خلفاء کاملین میں مخدوم شیخ بیساک اور شیخ جمال الدین جونپوری اور شیخ رجب وغیرہم شامل تھے رحمۃ اللہ علیہ۔

ذکر شریف

برگشتۂ اذکار بیکاری، شاہد وحدت باری، موحد کامل شیخ حسین بن معز البخاری رحمۃ اللہ علیہ

آپ گروہ واصلین سے تھے عشق وافر اور حال قوی کے حامل تھے آپ شیخ مظفر بلخی کے حقیقی

بھتیجے تھے جنکا ذکر سابق میں گذر چکا ہے ۔

صاحب اخبار الاخیار تحریر فرماتے ہیں کہ مشہور ہے کہ آپ اپنے چچا حضرت شیخ مظفر بلخی کے مرید و خلیفہ تھے لیکن آپ کی تحریرات سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ شیخ شرف الدین منیری کے حلقہ ارادت میں شامل تھے آپ شیخ مظفر بلخی کے تربیت یافتہ تھے شیخ حسین اوائل حال میں دہلی میں تحصیل علوم میں مشغول ہو گئے کہتے ہیں کہ شیخ مظفر حسین نے کتاب عوارف کا نصف حصہ شیخ شرف الدین منیری سے پڑھا تھا جب انکی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ مترد د ہو گئے حضرت شیخ شرف الدین نے آنکھیں کھولیں اور فرمایا کہ بابا حسین غم نہ کرو کیونکہ میرے بعد اس ولایت میں شیخ بدیع الدین مدار آنے والے ہیں تم عوارف کا باقی حصہ ان سے پڑھ لینا چند سال کے بعد شاہ مذکور جونپور آئے تو شیخ حسین ان سے ملنے کیلئے بہار سے جونپور آئے شاہ مدار کی عادت تھی کہ آپ ہمیشہ اپنے روئے مبارک کو نقاب میں چھپائے رکھتے تھے شیخ حسین کے آتے ہی انہوں نے منہ سے نقاب ہٹا دیا اور فرمایا کہ آؤ سمندر توحید تم کو خوش آمدید کہتا ہے میں ایک مدت سے تمہارا منتظر تھا ۔ شیخ حسین نے تعظیم بجا لائی ۔ شاہ مدار بہت خوش ہوئے انہوں نے آپ کو نوازشات سے سرفراز فرمایا بعد ازاں حضرت شیخ کی وصیت کے بموجب آپ نے باقی عوارف ان سے پڑھی بعد میں آپ اپنے چچا حضرت شیخ مظفر کے پاس پہونچے حضرت شیخ مظفر نے پیران قدس سرہ کا خرقہ خلافت آپ کو عطا کیا جو حضرت مذکور کو شیخ شرف الدین یحیٰی منیری سے حاصل ہوا تھا ساتھ میں آپ نے اپنے پیروں کی امانت بھی آپ کو عطا فرمائی ۔ اور اپنا صاحب سجادہ قرار دیا ۔ حضرت شیخ حسین اپنے چچا کی وفات کے بعد نعمت خلافت کے ساتھ اپنے وطن بہار لوٹے اور شیخ شرف الدین مذکور کے آستانہ پر اپنے پیروں کے طریقہ کے بموجب مریدین کی تربیت میں مصروف ہو گئے اور یہ کام اپنی آخری سانس تک جاری رکھا آپ کے اکثر مرید آپ کے فیض تربیت سے مرتبہ تکمیل و ارشاد پر پہونچے آپ کے کمالات اور خوارق عادات اظہر من الشمس ہیں ۔ آپ کی تصنیفات عالیہ بھی ہیں ان کے منجملہ آپ کے مکتوب بہت مشہور ہیں جو حضرت شیخ شرف الدین یحیٰی منیری کے مکتوبات کی طرح اسرار توحید سے لبریز ہیں آپ کے مکتوبات کے منجملہ ایک مکتوب حسب ذیل ہے ۔

" مکتوب دربیان معیت حق با خلق "

میرے بھائیوں اور دوستوں کو جاننا چاہیئے کہ اس مکتوب میں میں اسرار الوہیت بیان کر رہا ہوں

جو کوئی اسکی متابعت کرے اور شیخ الاسلام شیخ مظفر کی قدم بہ قدم پیروی کرے محقق ہو جائے گا۔ یکسوئی اختیار کرنے والا اپنے خلوت خانۂ دل میں اس راز کو مخفی رکھتا ہے اور اپنے دل کو تمام آلودگیوں سے پاک وصاف رکھتا ہے حق سبحانہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وھو معکم اینما کنتم اسکے ظاہری معنیٰ تو یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ تم جہاں کہیں رہو تمہارے ساتھ ہے۔ جاننا چاہیئے کہ رہنے سے مراد اسکی معیت ہے۔ اور یہ معیت مجازی بھی ہو سکتی ہے اور حقیقی بھی۔ علماء ظاہر کا یہ مسلک ہے کہ یہ معیت مجازی ہے نہ کہ حقیقی چنانچہ کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ دنیا کے ہر ذرہ کے ساتھ ہے یہ معیت بالذات نہیں بلکہ بالعلم ہے اور وہ تمام ذرات پر قادر ہے متکلمین کا یہی مشرب ہے۔ لیکن صوفیاء اس ظاہری تشریح پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ وہ ہر چیز کی حقیقت تک رسائی کی کوشش کرتے ہیں ان کا مذہب یہ ہے کہ معیت حق تمام ذرات عالم کے ساتھ حقیقی ہے اسکی معیت تمام اشیاء کے ساتھ بالذات ہے۔ یہ معیت حقیقی ہے نہ کہ مجازی یہ معیت جسمانی نہیں کیونکہ وہ جسم سے مبرا ہے اور یہ معیت بالجوہر بھی نہیں ہے اور نہ یہ معیت بالعرض ہے۔ متکلمین کے پاس معیت کے یہی تین اقسام ہیں لیکن صوفیاء معیت کی چوتھی قسم بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ کی تمام کائنات سے معیت ایسی ہے جیسے روح کی جسد کے ساتھ ہوتی ہے کہ جو نہ درون قالب ہے نہ بیرون قالب نہ متصل بہ قالب ہے اور نہ منفصل از قالب بلکہ یہ دوسرے ہی عالم جوہری سے تعلق رکھتی ہے حق تعالیٰ کی ذرات عالم سے معیت اس طرح سمجھنا چاہیئے اسی جانب من عرف نفسه فقد عرف ربه اشارہ کرتا ہے اگر دوسرا مفہوم لیا جائے تو اس سے یہ نتیجہ برآمد ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات سے تمام قذر و شر کے مقامات میں موجود ہے اور یہ محال ہے تمام اہل اسلام کا اس پر اتفاق ہے حق تعالیٰ ہمہ قسم کی نجاستوں کا بھی خالق ہے اور انکا وجود بغیر اسکی ایجاد کے محال ہے اس سے خدا کی ذات میں کوئی عیب اور نقصان لازم نہیں اسی طرح معیت کے مفہوم سے بھی کوئی عیب لازم نہیں آتا کیونکہ بغیر فاعل کے فعل اور بغیر موصوف کے صفت کا تصور ہی ناممکن ہے اور بعض یہ بھی کہتے ہیں کہ روح متصرف ہے اور قالب کے تمام رگ و پے میں جاری و ساری ہے اور زندگی کا دارومدار اسی پہ ہے جسم میں خون نجاست وغیرہ کے رہنے کی وجہ سے روح کی پاکیزگی اور طہارت میں کوئی خلل واقع نہیں ہوتا متکلمین ذات احد کی ذرات عالم میں معیت حقیقی کے قائل نہیں اور وہ تاویلات سے کام لیتے ہیں۔ واللہ الھادی الی الصلوات والسلام

سچ پوچھئے تو اس مکتوب سے آپ کے قرب حق کا اظہار ہوتا ہے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

ذکر شریف

سر حلقۂ ارباب صدق و یقین، سالار قافلۂ اہل دین، قطب دین مخدوم شیخ حسام الدین رحمۃ اللہ علیہ

آپ کاملان روزگار سے تھے حال قوی اور شان بلند کے حامل تھے آپ حضرت شیخ نور قطب عالم بنگالی کے بزرگ ترین خلفا سے تھے جنکا ذکر گذر چکا ہے۔

صاحب مراۃ الاسرار تحریر کرتے ہیں کہ آپ حضرت قطب عالم کی وفات کے بعد مسند ارشاد پر متمکن ہوئے اور ایک عالم کی ہدایت فرمائی یہاں تک کہ حضرت شیخ نور قطب عالم کے صاحبزادے اور جانشین نے اپنے پدر بزرگوار کی ایما پر شیخ حسام الدین مانکپوری کے دست حق پرست سے خرقۂ خلافت حاصل کیا۔ اور آج بھی ان کی اولاد حضرت حسام الدین کی اولاد سے خرقہ حاصل کرتی ہے آپ مانکپور کے رہنے والے تھے۔

صاحب اخبار الاخیار کہتے ہیں کہ مولانا جلال الدین جد شیخ حسام الدین مرد بزرگ عالم، عابد، صابر اور متقی تھے آپ کا معمول تھا کہ نماز عشاء کے بعد ہمیشہ جب تک جاگ سکتے تھے جاگتے اور پھر آرام فرماتے پھر نماز فجر ادا کرنے اٹھ جاتے ہر روز اکتالیس مرتبہ سورہ یٰسین کا ورد فرماتے اور چاشت کے بعد درس و تدریس میں مصروف ہو جاتے آپ کی گذر بسر قرآن کریم کی کتابت اور اس کے ہدیہ پر موقوف تھی۔ ہمیشہ قلم باوضو ہاتھ میں لیا کرتے تھے وہ شیخ محمد کے مرید تھے جو حضرت سلطان المشائخ کے مرید و خلیفہ تھے۔ مولانا جلال الدین کے ایک فرزند تھے جن کا نام مولا تھا اور جو حضرت شیخ حسام الدین مانکپوری کے والد تھے یہ بھی نہایت دانشمند اور متقی بزرگ تھے اسی معدن کرامت سے مخدوم شیخ حسام الدین کا ظہور ہوا الغرض جب شیخ حسام الدین علوم ظاہری کی تحصیل سے فارغ ہوئے تو آپ کو طلب حق کا جذبہ پیدا ہوا اور آپ بیقرار اور متفکر ہو گئے حق سبحانہ نے اپنے فضل سے آپ کو ہدایت عطا فرمائی۔

چنانچہ حضرت حسام الدین خود اپنے مکتوبات میں لکھتے ہیں کہ شیخ نور قطب عالم کے ایک مرید نے ارادت سے پہلے ایک رات خواب میں دیکھا کہ موسم سرما کی ہوا چل رہی ہے اور اس ہوا میں سے ایک بزرگ پانی سے آئے اور کہا کہ اٹھو اور نماز تہجد ادا کرو چھ مہینے تک اس پر جذبہ حیرانگی طاری رہا پھر ایک رات خواب دیکھا کہ حضرت مخدوم جہانیاں تشریف لائے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اسے خرقہ پہنا کر اپنی جانب کھینچ لیں

اس اثناء میں شیخ نور الحق مشرق سے ظاہر ہوئے اور اسکا ہاتھ پکڑ کر اپنی جانب کھینچ لیا اور کہا کہ یہ میرا ہے بعد میں اس مرید نے ایک خواب دیکھا کہ حضرت گنج شکر اسکا ہاتھ تھامے ایک مقام پر لے گئے اور سماع میں مشغول ہو گئے حضرت گنج شکر کی توجہ سے اس پر جذبۂ قوی غالب ہوا غلبہ شوق میں اس نے پنڈوہ کا رخ کیا تاکہ حضرت شیخ نور الحق قطب عالم سے ملاقات کرے ہر منزل پہ شیخ اسکو نظر آتے اور فرماتے کہ میں تمہارے ساتھ ہوں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں جب وہ پنڈوہ پہونچا تو نماز جمعہ کے بعد حضرت شیخ کی شرف ارادت سے مشرف ہوا اس وقت غیب سے ایک ہاتھ ظاہر ہوا اور اس مرید کے ہاتھ پر رکھا وہ متحیر ہو گیا شیخ نے فرمایا کہ وہ ہاتھ میرے پیروں کا ہاتھ ہے اور یہ اس بات کی نشانی ہے کہ وہ بھی تجھے قبول کرتے ہیں چودہ مہینے تک اس مرید کو اپنی خدمت میں رکھا اور اسکی تربیت فرمائی بعد ازاں اس مرید نے عرض کیا کہ میرا دل ذاکر ہو چکا ہے شیخ نے فرمایا ذالك فضل اللہ یوتیه من یشاء پھر فرمایا کہ شیخ بزرگ شیخ سراج الدین کی زیارت کے لئے جاؤ اس اجازت کے بموجب وہ وہاں گیا اور مشغول ہو گیا شیخ بزرگ نے خرقہ خلافت عطا کر کے پھر شیخ نور الحق کے پاس بھیج دیا وہ مرید خلوت میں مصروف تھا کہ حضرت شیخ علاء الحق کو دیکھا کہ وہ بھی اسکو خرقۂ خلافت دے رہے ہیں اور شیخ نور الحق سے کہہ رہے ہیں کہ یہ مرید شائستہ روزگار اور اسی کام کے لائق ہے پھر شیخ نور الحق اس مرید کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ اے فرزند تم میرے نور دیدہ بلکہ دیدۂ نور ہو پھر کہا دیدۂ نور کے کیا معنی ہیں اس مرید نے عرض کیا کہ آپ داناتر ہیں شیخ نے فرمایا کہ میرا نام نور ہے اور تم میرے دیدۂ نور ہو اور نور اللہ ہو اس مرید سے مراد حضرت حسام الدین کی ذات ہے حق تعالیٰ جس کسی کو چاہتا ہے اسکو نعمت باطنی سے سرفراز فرماتا ہے۔

صاحب مراۃ الاسرار فرماتے ہیں کہ شیخ حسام الدین بہت مجاہدات کیا کرتے تھے اور آپ پہ عجیب حالت طاری رہتی تھی کہ اللہ تعالیٰ کا نام لینا بھی ممکن نہ ہوتا جب آپ اللہ کہتے تو بے تاب ہو جاتے یہاں تک کہ لوگ دیوانہ سمجھنے لگے ایک روز شیخ حسام الدین نماز جمعہ سے فارغ ہو کر اپنے مقام کو واپس ہو رہے تھے راجی سید حامد شاہ جو اس وقت سات سال کے تھے اور زیور حسن یوسفی سے آراستہ تھے اپنے گھر کے دروازہ پر کھڑے تھے حسن اتفاق سے حضرت شیخ کی نظر ان کے جمال پر پڑ گئی آپ بے اختیار ہو گئے اور فرمایا کہ صورت مقید میں جمال مطلق کا مشاہدہ کر رہا ہوں وہاں سے خانقاہ تشریف لے گئے بعض لوگوں نے یہ واقعہ راجی حامد شاہ کے والد سے کہہ سنایا۔ چونکہ وہ بھی

بزرگ صفت تھے اسلئے انہوں نے اپنے صاحبزادے کا ہاتھ پکڑ کر حضرت شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ میں اس بچہ کو حضرت مخدوم کی خدمت کے لئے لایا ہوں شیخ اسی روز سے حامد شاہ کی تربیت کرنے لگے اور تھوڑے ہی عرصہ میں ان کو مرتبہ تکمیل وارشاد پر پہونچا دیا اور سن شباب میں انکے نام سے ارشاد نامہ لکھ کر ان کو جونپور کی جانب رخصت کیا۔ ان کو مرکب پر سوار کیا اور خود یہ بیت پڑھتے ہوئے ان کے ساتھ پاپیادہ شہر مانکپور کی سرحد تک گئے ؎

میروی تو در رکاب وعمرو جان حاکم ۔۔ فی امان اللہ برو فاللہ خیرٌ حافظا

جب راجی حامد شاہ کمال ولایت کے ساتھ شہر جونپور میں داخل ہوئے تو آپ کی شہرت شہر جونپور اور اسکے نواح میں پھیل گئی اور وہاں کے تمام لوگ آپ کے حلقۂ نیاز میں آنے لگے انمیں سے کئی افراد آپکے حلقہ ارادت میں بھی شامل ہوئے آپ کے مریدین کے منجملہ شیخ الہداد شیخ بہاءالدین جونپوری وغیرہ شامل ہیں۔ سیدہ صاحب بھی حضرت شیخ حسام الدین کے خلفاء سے تھے یہ اوائل حال میں ملوک کے پاس رہا کرتے تھے بعد ازاں حضرت شیخ حسام الدین کی توجہ سے ان پر جذبہ حال طاری ہوا مال ومتاع اور اسباب دنیا کو خیرباد کہہ کر ترک وتجرید اختیار کی اور حضرت شیخ حسام الدین کے دست مبارک سے خرقہ خلافت زیب تن کیا یہ صاحب دل تھے اور عاشقانہ اشعار کہا کرتے تھے یہ اشعار آپ ہی کے ہیں ؎

دل کو چدھم سیدو بگو ۔۔ احوال خود یک یک باو
آندم کہ خود می آیدت ۔۔ سیدو کجا گفتہ ربگو

ان کے علاوہ حضرت شیخ حسام الدین کے بیشمار خلفاء تھے جن کا ذکر اس مختصر رسالہ میں ممکن نہیں حاصل کلام یہ کہ شیخ حسام الدین نے آخر عمر میں اپنے فرزند قاضی شاہ کو اپنے دست مبارک سے خرقہ عطا کیا اور فرمایا کہ میرا پہلا مرید جو مرتبۂ قطبیت پر فائز ہوگا میرا فرزند ہے اس وقت راجی حامد شاہ بھی حاضر خدمت تھے وہ تیزی سے اپنے گھر گئے اور اپنے لڑکے راجی سید نور کو لے آئے جو چھ ماہ کے تھے اور قاضی شاہ کا مرید کرا دیا جب یہ واقعہ شیخ حسام الدین کو معلوم ہوا تو انکے حسن اعتقاد پر خوش ہوئے اور فرمایا کہ مجھے حق تعالیٰ نے جتنی نعمتیں دی ہیں وہ تمام تم کو عطا کرتا ہوں اور جو نعمتیں میں نے اپنے فرزند کو دی ہیں ان میں تمہارے لڑکے کا بھی حصہ ہے۔

صاحب مراۃ الاسرار تحریر کرتے ہیں کہ میں ١٠٥٢ھ میں اپنے پیروں کی زیارت کے لئے دہلی گیا تھا

تو واپسی کے وقت حضرت سلطان المشائخ کو خواب میں دیکھا کہ فرما رہے ہیں کہ پہلے شیخ حسام الدین مانکپوری کی زیارت کرو پھر اپنے گھر جانا الغرض میں حضرت سلطان المشائخ کے فرمان کے بموجب دہلی سے مانکپور پہونچا اور آپ کی زیارت سے مشرف ہوا اس عاصی کو حضرت شیخ نے وہ نعمتیں عطا کیں کہ جن کا احاطہ کرنے سے قلم عاجز ہے۔

وہ یہ بھی لکھتے ہیں میں نے مراۃ الاسرار کے دیباچہ میں لکھا تھا کہ اس کتاب میں مقدمہ انتیس ۲۹ طبقہ اور خاتمہ رقوم کر رہا ہوں ابھی مقدمہ اور تیئیس ۲۳ طبقہ لکھے تھے اور مرشد معنوی شیخ احمد عبد الحق وغیرہ کے احوال تیئیسویں طبقہ میں لکھ کر اسے تمام کیا تھا کہ اگلے طبقہ کے لئے کچھ مواد باقی نہ رہا میں عمر خیام کی یہ رباعی پڑھنے لگا اور مجھ پر سکتہ کی حالت طاری ہو گئی ؎

این ہستیٔ تو ہستیٔ ہست دگر است ؛ این مستیٔ تو مستیٔ مست دگر است
او سر بگریبان تفکر در کش ؛ این دست تو در آستین دست دگر است

اس عالم حیرت اور امر باطنی کے انتظار میں چند سال گذر گئے حسن اتفاق سے ایک روز حضرت خواجہ بزرگ کی زیارت سے مشرف ہوا اور التماس کی خواجہ بزرگ نے فرمایا کہ یہ کتاب جو تم شیخ احمد عبد الحق تک لکھ چکے ہو کافی ہے اس طبقہ میں شیخ حسام الدین مانکپوری کا تذکرہ کر کے ختم کر دو پس یہ کمترین ۱۰۶۵ھ میں اجمیر سے اپنے گھر لوٹا اور کتاب مذکور کو خواجہ موصوف کے حکم باطنی پر مخدوم شیخ حسام الدین مانکپوری کے ذکر پر بتاریخ ۲۷ شوال ۱۰۶۵ھ ختم کر دیا۔

الغرض آپ کے کمالات اور خوارق عادات اظہر من الشمس ہیں اور محتاج تحریر نہیں۔ آپکی تصانیف "انیس العاشقین" "رسالہ محبوبیہ" وغیرہ آفتاب کی طرح مشہور و مقبول ہیں۔ آپکی وفات ۱۱ رمضان المبارک ۸۵۳ھ کو واقع ہوئی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

مشکوٰۃ نبوت دوم

ذکر شریف

قبلۂ محققین پسند کعبہ موحدین حضرت سیدنا سید شہاب الدین احمد رحمۃ اللہ علیہ

حضرت سیدنا سید شہاب الدین احمد نے تمام علوم ظاہری و باطنی اپنے والد بزرگوار سیدنا سید بدرالدین حسن سے حاصل کئے اور اپنے پدر بزرگوار کی وفات کے بعد مسند ارشاد سنبھالی بلکہ سید شمس الدین محمد بن بدرالدین رحمۃ اللہ علیہ آپ کے بڑے بھائی تھے۔

چنانچہ صاحب تحفۃ الابرار اور مولف قلائد الجواہر فرماتے ہیں کہ ثم نرجع الی ذکر اولاد بدرالدین حسن فمن ذریته الشمس الدین محمد وشقیقه الصالح الشهاب الدین احمد وکان الشمس الدین محمد شجاعًا عالمًا صالحًا عابدًا زاهدًا توفی بحماة الی رحمة الله تعالیٰ ودفن بتربتهم عند ابیه واجدادهم ظاهر باب الناعورة رحمة الله علیه۔

یعنی اب ہم سید بدرالدین حسن کی اولاد کے ذکر کی جانب رجوع کرتے ہیں آپ کی ذریت میں آپ کے بڑے صاحبزادے شمس الدین محمد اور ان کے بھائی سید شہاب الدین احمد بن بدرالدین حسن، شامل تھے شمس الدین محمد بن بدرالدین مذکور شیخ وقت، عالم روزگار۔ صالح زمانہ عابد یگانہ اور زاہد عصر تھے انکی وفات حماۃ شریف میں واقع ہوئی اور ان کا مدفن انکے والد بزرگوار اور اجداد کی تربتوں کے قریب ہے جو باب الناعورہ کے نام سے معروف ہے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم۔

صاحب تحفۃ الابرار یہ بھی تحریر کرتے ہیں کہ الشیخ الصالح الشہاب الدین احمد بن حسن

بن علی بن محمد بن یحییٰ بن ابی نصر بن ابی صالح بن عبد الرزاق بن شیخ عبد القادر الجیلی الحموی الدار و المولد و الوفات کان شیخاً صالحاً من بیت الخیر و الصلح توفی بحماہ الی رحمۃ اللہ تعالیٰ و دفن تربتھم مع آبائہ و اجدادہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیھم اجمعین۔

یعنی تحفۃ الابرار میں یوں مرقوم ہے کہ شیخ صالح شہاب الدین احمد بن بدر الدین حسن بن علاء الدین علی بن شمس الدین محمد بن سیف الدین یحییٰ بن ظہیر الدین احمد بن شمس الدین ابو نصر بن عماد الدین ابی صالح بن تاج الدین عبد الرزاق بن شیخ عبد القادر الجیلی رضی اللہ عنہم حماہ شریف کے رہنے والے تھے جو آپ کا وطن اور مقام ولادت و وفات تھا سید شہاب الدین احمد شیخ وقت صالح روزگار تھے اور خاندان خیر و صلاح سے تعلق رکھتے تھے آپ کی وفات بھی موضع مذکور میں واقع ہوئی اور آپ کا مدفن آپ کے آباء و اجداد کی قبور سے متصل باب الناعورہ میں واقع ہے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ حضرت شہاب الدین احمد کو دو صاحبزادے تھے جنکے نام سید قطب الدین محمد اور سید عبد الباسط رحمہما اللہ تعالیٰ تھا ان کے احوال آگے لکھے جائیں گے الغرض و المقصود حضرت علیہ الرحمہ کے کمالات اور خوارق عادات حد تحریر اور مرکز تقریر سے باہر ہیں آپکی کمال بزرگی کا اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ اپنی عمر کے کسی حصہ میں آپ نے چاندی یا سونے کو چھوا تک نہیں اور بہت ہیبت و وقار سے زندگی بسر کی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

ذکر شریف

عارف باللہ، مخاطب من اللہ، شیخ فتح اللہ سرمست ہدیۃ اللہ رحمۃ اللہ علیہ

آپ شیخ محمد علاء المعروف شاہ قاضی قدس سرہ کے فرزند رشید اور صاحب سجادہ تھے۔ آپ حال قوی کے حامل تھے اور اپنے والد کی وفات کے بعد ان کے قائم مقام ہوئے اپنے والدین سے خرقہ خلافت قادریہ حاصل کیا۔ حضرت شیخ قاضی مذکور نے خرقہ خلافت قادریہ شیخ عبد الوہاب سے

سے حاصل فرمایا تھا اور انہوں نے شیخ عبدالرؤف سے اور انہوں نے شیخ عبدالغفار صدیقی سے اور انہوں نے شیخ محمد سے اور انہوں نے شیخ علی الحسینی سے اور انہوں نے ابراہیم الحسینی سے اور انہوں نے شیخ عبداللہ الحسینی سے اور انہوں نے بدر الافاق قطب الاقطاب سید تاج الدین عبدالرزاق سے خرقہ خلافت حاصل کیا آپکے طریقہ شطاریہ سے وابستگی کا ذکر حضرت شیخ عبداللہ شطار کے احوال میں گذر چکا ہے الغرض شیخ قاضی شطاری سے ہر دو سلسلہ جاری رہے۔ شیخ ابو الفتح سرمست صاحب خورق عادات تھے آپ کے کمالات کا اسی سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ شیخ حمید حضور نے جو حضرت شیخ قاضی شطاری کے خلیفہ کامل تھے انکی وفات کے بعد شیخ ابو الفتح سے خرقہ خلافت حاصل کیا رحمۃ اللہ علیہ۔

ذکر شریف

ذات فیض گنجور تفسیر سورۂ نور مقتدائے وقت شیخ حمید ظہور حاجی حضور رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ کے والد کا نام قاضی خطیر الدین جونپوری تھا جو چند واسطوں سے حضرت شیخ فرید الدین عطار کے پوتے تھے۔

صاحب اخبار الاخیار تحریر کرتے ہیں کہ شیخ حاجی حمید حضرت شاہ قاضی شطاری کے مرید تھے جو حضرت شیخ عبداللہ شطاری کے مرید تھے شیخ حمید سیر و سیاحت کر چکے تھے آپ عصا ہاتھ میں لئے اور مصلّی کاندھے پر لئے گھوما کرتے تھے شیخ محمد الملقب بغوث اپنے آٹھ بھائیوں کے ساتھ آپ کے مرید ہوئے کہتے ہیں کہ پہلے دن بہ نیت ارادت آپ کے پاس حاضر ہوئے حاجی حمید اٹھے اور کہا کہ آؤ شیخ محمد غوث نے پوچھا کہ۔ بے سابقہ کار غوث خواندن بچہ سبب است۔ آپ نے فرمایا کہ۔ باکے نیست پدر پسر خود را نام شاہ عالم می نہند۔ الغرض جب آپ کے پاس خلائق کا ہجوم بڑھ گیا تو آپ شیخ ابو الفتح سرمست کے پاس حاضر ہوئے اور ان سے خرقہ خلافت حاصل کیا تاکہ آپ کی اس مقبولیت سے آپ کے پیرزادہ کو کوفت نہ ہو لیکن دراصل آپ شاہ قاضی شطاری کے خلیفہ تھے۔ یہی وجہ ہے کہ شیخ محمد غوث اپنے شجرہ میں شیخ ابو الفتح کا نام نہیں لکھتے تھے اگرچہ کہ یہ بات شیخ

ابوالفتح کو پسند نہ تھی آپ کے کمالات کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ شاہ محمد غوث گوالیاری اور ان کے برادر حقیقی شیخ بہلول جیسے بزرگ آپ کے فیض تربیت سے مرتبہ ارشاد پر فائز ہوئے اور دونوں قطب وقت ہوئے۔ ہمایوں بادشاہ شیخ بہلول کا مرید تھا جب تک حضرت شیخ بہلول بقید حیات رہے ہمایوں کسی حادثہ سے دوچار نہیں ہوا۔ آخر شیخ بہلول ہمایوں کے چھوٹے بھائی مرزا ہندال کے ہاتھوں ۹۴۵ھ میں شہید ہوئے حضرت شیخ بہلول کے احوال مناسب مقام پر نقل کئے جائیں گے شیخ حمید مذکور کا سن وفات نظر سے نہیں گذرا رحمۃ اللہ علیہ۔

ذکر شریف

قطب المدار نوری قبلہ دوار منیری فرد وقت شیخ محمد غوث گوالیری رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا نام مبارک سید محمد بن علی تھا اور آپ حضرت سیدنا امام جعفر صادق علیہ السلام کی اولاد سے تھے مقتدائے ارباب روزگار اور معروف و مشہور ہر دیار تھے آپ کی ولادت ۸۹۰ھ میں ہوئی جو شیخ عبداللہ شطار کا سن وفات تھا۔ آپ کے کلمات حقائق بہت ہیں آپ نے اسرار حقائق کو ہر ہر مقام سے جمع کرکے تالیف کیا خصوصاً آپ کا رسالہ اوراد غوثیہ بے نظیر ہے آپ اس رسالہ مذکورہ میں فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ مجھکو اپنی انانیت سے مزین اور محلا کر دیا اور ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے تصفیہ وجود کے چند درجہ مقرر کئے ہیں البتہ شاہ بازان طریقت اسمیں اختلاف رائے رکھتے ہیں اور اپنے اپنے عمل سے کثافت باطنی کو دور کرتے ہیں اور آئینہ قلب کی صیقل کرتے ہیں یعنی سالک کے لئے عالم سفلی سے عالم علوی تک نو درجے ہیں اور ہر درجہ کے لئے ایک عمل منسوب ہے درجہ اول کے لئے درود اور اوراد درجہ دوم کے لئے وضو اور نوافل، درجہ سوم کیلئے روزے اور چلہ۔ درجہ چہارم کے لئے خطرات اور انکی ماہیت سے آگاہی درجہ پنجم کے لئے ذکر جلی و خفی۔ درجہ ششم کے لئے مراقبہ۔ درجہ ہفتم کے لئے تصورات۔ درجہ ہشتم کے لئے بیان اسمائے الٰہی۔ درجہ نہم کیلئے ارشادات بیعت اور خلافت۔

اور ایک مقام پر فرماتے ہیں چند وصیتیں بیان کی جاتی ہیں خود یہ لازم کر لو کہ ابتدائے مشیخت میں بغیر ان کے کوئی راہ نہیں وردو اوراد ولایت واجازت ثابت نہیں پہلی وصیت یہ ہے کہ ہمیشہ خدائے تعالیٰ کی وحدانیت کا خیال رکھو اور اپنے سر میں غرور و تکبر نہ آنے دو۔ دوسری وصیت یہ ہے کہ اوان خلوت اور اوقات انقطاع میں لوگوں سے ملاقات نہ کی جائے جیسا کہ ابتدائے حال میں حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم غار حرا میں خلوت گزیں رہا کرتے تھے اور کسی سے نہ ملا کرتے تھے۔ تیسری وصیت یہ کہ اتنا علم حاصل کرو کہ تم طریقہ اہل سنت والجماعت پر قائم رہ سکو تاکہ فریب نفسانی و شیطانی کی پہچان ہو جائے۔ چوتھی بات یہ کہ تمام عادات اور عبادت سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق ہو جائیں۔ پانچویں یہ کہ جاہلوں اور کمینوں کی صحبت سے پرہیز کیا جائے۔ چھٹی بات یہ کہ امراء اور دولت مندوں سے میل جول بلا ضرورت نہ رکھو تاکہ دولت دین ہاتھ سے نہ جانے پائے۔ ساتویں وصیت یہ ہے کہ نفس امارہ کے ساتھ توبہ اور ریاضت کے ذریعہ مجاہدہ کرو۔ آٹھویں بات یہ ہے کہ حالت بیداری میں یا خواب اور بیداری کی درمیانی کیفیت میں اگر کچھ مکاشفہ ہو تو بلا کم و کاست اپنے مرشد سے بیان کرو۔ نویں یہ کہ جو کچھ کہو استعاروں میں کہو۔ دسویں یہ کہ خواب غفلت سے بیدار رہو اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی نہ کرو۔ گیارھویں وصیت یہ ہے کہ دنیا اور آخرت کے معاملات خدائے تعالیٰ کے تفویض کرو۔ بارھویں وصیت یہ ہے کہ ہر معاملہ میں خدائے واحد کو دیکھو اسی کو جانو اسی کی بات کرو اور اسی کی جستجو میں رہو جو دیکھو اسی سے دیکھو اسی سے سمجھو۔ تیرھویں وصیت یہ ہے کہ گناہ گار بھی ہو تو عفو و درگذر کے طالب رہو۔ چودھویں یہ کہ رسائل اور حقائق کا مطالعہ نہ کرو جو کچھ مرشد تمہیں بتائیں اس میں مستغرق رہو۔ جو کچھ دیکھو مرشد سے کہہ سناؤ اگر مرشد حاضر نہوں تو مکتوبات یحیٰ منیری کا مطالعہ کرو تاکہ فریب نفس میں مبتلا ہونے سے بچے رہو میں نے اکثر دیکھا ہے کہ لوگ حقائق و رسائل کے مطالعہ سے بے راہ رو ہو جاتے ہیں اور صرف پڑھنے میں لگے رہتے ہیں جس سے کشود کار ممکن نہیں۔ آخر سلوک میں ان کا مطالعہ مقابلہ کی غرض سے ہوتا ہے اور اسی میں ان کو لذت حاصل ہوتی ہے۔ پندرھویں یہ کہ جو چیز ذکر الٰہی میں مانع اور مزاحم ہو اس سے اسطرح دوری اختیار کرنی چاہیئے جیسے کہ وہ حرام ہے۔ سولھویں یہ کہ کشف و کرامات کے اظہار سے بچو اور یہ خیال نہ کرو کہ اس سے خلق کا مرجوعہ ہوگا لیکن یہ بات خدائے تعالیٰ کی ناراضگی کا سبب

بن جائیگی ۔ سترھویں وصیت یہ ہے کہ جب سالک درجہ کمال پر پہونچ جائے تو اس کو چاہیئے کہ معرفت نفس حاصل کرے اور چشم بصیرت کو چشم بصارت سے ملحق کر دے ہر قابل دید شئے کو دیکھے اور اس سے لطف اندوز ہو اور تمام اشیاء کو اپنا مظاہر جمال و جلال تصور کرے ۔

اور ایک مقام پر تحریر فرماتے ہیں کہ سالک اور عابد کو چاہیئے کہ شب بیدار رہ کر اپنے خلوت خانہ میں نماز فجر کی سنت ادا کرے چنانچہ مشائخین کا ارشاد ہے کہ فرض نماز کے لئے گھر سے باہر نکل کر با جماعت ادا کرے پھر اپنے خلوت خانہ کو واپس ہو جائے اور رو بقبلہ مصلّے پر بیٹھے مسبّعات عشر نماز فجر اور عصر کے بعد بلا ناغہ تلاوت کرے ۔

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں کہ اس فقیر کی عمر سات سال کی تھی جب اس راہ میں قدم رکھا اور نو سال کی عمر میں مرجع خاص و عام ہو گیا ۔

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص اہل خلافت و ولایت ہو تو لوگ اسکو اپنا مقتداء بنا لیتے ہیں اور کسی کا انتقال ہو جائے اور اسکے چند فرزند ہوں لیکن کسی کو اپنا جانشین نہ بنایا ہو تو لوگوں کو چاہیئے کہ روز سوئم کے بعد اکابرین شہر کو جمع کر کے کسی کو اسکا جانشین کر دیں اور لباس خلافت اور کلاہ پہنا دیں وہ شخص وارث مال و خانقاہ ہوگا اور متوفی کا جانشین متصور رہیگا ۔ لیکن وارث حقیقی وہ ہوتا ہے جسکو اسکا باپ اپنی زندگی میں نسبت ولایت سے مستفید کر کے اپنا جانشین بنا دے اور علم معرفت سے آراستہ کر کے خلافت عطا کرے اگر اس کے برخلاف کوئی شخص اگر بیعت و خلافت حاصل کرے اور چند کتب معرفت کا مطالعہ کرے تو اس کا کچھ اثر نہ ہوگا چند درویش تو اسکی متابعت کریں گے لیکن وہ سند باطن سے محروم رہیگا ۔

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں درویش کسی سے بیعت و خلافت لیکر چند مرشدوں کو اپنا پیشوا بنا کر جس سے جو حاصل کر سکتا ہے کرے جیسا کہ کہا گیا ہے کہ بعض ایک ہی پیر کے ذریعہ خدا تک رسائی حاصل کر لیتے ہیں اور بعض کو یہ دولت دس پیروں سے اور بعض کو سو پیروں سے حاصل ہوتی ہے ۔ جیسا کہ حضرت مخدوم جہانیاں کو حاصل ہوئی ۔

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں کہ مشہور سلاسل میں ایک سلسلہ عرب اور عجم میں جاری ہے جس میں بیعت کے لئے صرف مصافحہ کا رواج ہے اس مصافحہ کا سلسلہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہونچتا ہے اس میں رشد و ہدایت ، معرفت اور خلافت کا کوئی معین طریقہ نہیں ہے صرف وابستگی

مصافحہ کے توسط سے ہوتی ہے نسبت موکدہ بتاکید تمام چلی آتی ہے اس کا طریقہ یوں معلوم ہوتا ہے کہ ایک دن حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے مدینہ کے اطراف خندق کھودی جارہی تھی تمام اصحاب کرام زمبیلوں سے مٹی اٹھارہے تھے لیکن حضرت معمر رضی اللہ عنہ وقت واحد میں دو زنبیل مٹی اٹھارہے تھے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بجہت تحسین تین دفعہ ان کے لئے درازی عمر کی دعا کی معمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ اس سے بہتر توجہ فرمائیے تو سرکار دو عالم نے ان سے مصافحہ کیا اور فرمایا کہ جو شخص تم سے مصافحہ کرے یا اس شخص سے کوئی دوسرا شخص مصافحہ کرے جو تم سے مصافحہ کرچکا ہو اسی طرح چھ واسطوں تک ۔ اور ایک روایت کے مطابق سات واسطوں تک مصافحہ کیا جائے تو وہ سب داخل جنت ہونگے ۔ اور ایک روایت کے بموجب آتش دوزخ اسکو گزند نہ پہونچا سکے گی ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے معمر صحابی شیخ ابو العباس ملثم نے مصافحہ کیا ان سے شیخ احمد فرنوری نے اور ان سے شیخ زین الدین خوافی اور ان سے شیخ قاضی فردوسی نے مصافحہ کیا اور انہوں نے ہم کو اور دیگر لوگوں کو اپنے شیخ کی نسبت سے مشرف کیا شیخ زین الدین خوافی اور معمر صحابی کے درمیان تین واسطے ہیں کیونکہ یہ طویل العمر تھے حضرت معمر رضی اللہ عنہ نے آنحضرت علیہ السلام کی تین دعاؤں کی برکت سے تین طبعی عمریں پائیں تھیں یہ سلسلہ نہایت قریب ہے کہ اسمیں صرف شرط مصافحہ ہے ۔

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں بچپن میں اگر کسی کی ماں اپنے بچہ کو مرید کرادے تو درست نہیں بلکہ اور اگر ولی مطلق مرید کرادے تو محققین کا کہنا ہے کہ یہ درست ہے لیکن سن بلوغ کو پہونچنے کے بعد وہ دوسرے کا مرید ہوسکتا ہے اور اس میں باپ کے حکم کا دخل نہیں ۔ ارباب شریعت نے اس مسئلہ کو مسئلہ عقد پر قیاس کیا ہے کہ اگر کسی لڑکی کا اسکی خوردسالی میں عقد کردیا جائے تو سن بلوغ کو پہونچنے کے بعد بھی وہ عقد باقی رہتا ہے اور اس میں تغیر و تبدیلی نہیں ہوسکتی بجز اسکے کہ شوہر پاگل ہو تو نکاح فسخ ہوسکتا ہے ۔

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں کہ اگر کوئی غلام اپنے آقا کی اجازت کے بغیر کسی کا مرید ہوجائے تو جائز ہے اسلئے کہ یہ بات اس کے آقا کے اختیارات میں شامل نہیں اور اگر کوئی عورت اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر مرید ہوجائے تو اس کا بھی یہی حکم ہے ۔ الغرض شیخ محمد غوث گوالیری کے کمالات اور خوارق عادات حد تحریر سے باہر ہیں چنانچہ صاحب نخل فردوس کہتے ہیں کہ ؎

آنکہ از حق خطاب او شد غوث ٭ قطب دنیا و دیں شدہ بے لوث
اہل شطار را از و رونق ٭ تا قیامت بلطف حضرت حق
کرد او را بلطف سبحانی ٭ تربیت روح غوث جیلانی
گرچہ حاجی حضور مرشد اوست ٭ لیک قطب خدا موحد اوست
مرشد معنیش بصد امداد ٭ ہست روح شہنشہ بغداد
رہنما شد بالتفات کمال ٭ جانب دعوت جلال و جمال
ثانی غوث اعظمش میخواں ٭ بلکہ خود غوث اعظمش میداں
مرشد چاردہ سلاسل اوست ٭ در ہمہ راہ شیخ واصل اوست
از مہ صوم بود چاردہم ٭ کہ گذشت از زمانہ غوث امم
سال نقلش بہ تعمیہ اخواں ٭ "غوث بے لوث" زور قم برخواں

صاحب مرآۃ الاسرار تحریر فرماتے ہیں کہ ہمایوں بادشاہ کی وفات کے بعد شاہ جلال الدین اکبر اپنے باپ کا قائم مقام ہوا تو وہ شیخ محمد غوث کا مرید ہوا جب تک کہ آپ بقید حیات رہے اخلاص اور اعتقاد میں بال برابر تفاوت نہ کیا حضرت شیخ محمد غوث گوالیری کے بیشمار صاحب ارشاد خلفا تھے کتاب جواہر خمسہ اور اوراد غوثیہ آپ کے کمال پر دلالت کرتی ہے آپ کا انتقال ۹۷۰ھ میں ہوا اور آپ گوالیر میں مدفون ہوئے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

ذکر شریف

عاشق معبود شاہد مشہود شیخ وقت قاضی محمود رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

صاحب اخبار الاخیار فرماتے ہیں کہ آپ صاحب سکر و ذوق و عشق و محبت تھے یہی وجہ ہے کہ آپ کے ارشادات سے جو بزبان ہندی مرتبہ ہیں اس سے عشق اور وجد کے آثار ظاہر ہوتے ہیں نقل ہے کہ جس وقت آپ کو دفن کیا جا رہا تھا آپ کے پدر بزرگوار نے آپ کے چہرۂ مبارک

سے کفن ہٹایا اور آپ کے روئے پرانور پر نظر ڈالی آپ نے بھی اپنی آنکھیں کھول دیں اور تبسم فرمانے لگے والد ماجد نے کہا کہ بابا محمود یہ کیا ادائے طفلانہ ہے معاً آپ نے آنکھیں بند کرلیں۔ آپ ابتدائے حال میں احمد آباد گجرات میں سلطان مظفر بن سلطان محمود کے عہد سلطنت یعنی سنہ ۹۲۰ھ میں نہایت غنا اور جمعیت ظاہری و باطنی کے ساتھ اکابرین اور مشائخین کے معاصر حال تھے آپ کے آباد و اجداد کے وطن سرپہ پور میں آپ مدفون ہیں جو ولایت گجرات میں واقع ہے رحمۃ اللہ علیہ۔

ذکر شریف

قبلۂ عالم شیخ اعظم شیخ محمد ہاشم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

راوی کہتے ہیں کہ آپ حضرت کمال الدین علامہ کے پوتے تھے جو حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلوی کے بھانجے اور سجادہ نشین تھے۔ احمد آباد گجرات میں سکونت پذیر رہے وہاں سے پیشوایان طریقت کی زیارت کی غرض سے دہلی تشریف لے گئے دہلی میں نماز عصر کے وقت حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلوی کے روضہ مبارک میں حاضر ہوئے جب مزار کے قریب پہونچے تو غلاف میں یکلخت جنبش پیدا ہوئی اور وہ از خود ہٹ گیا حضرت نصیر الدین مجسم حالت میں مزار سے برآمد ہوئے اور حضرت محمد ہاشم سے معانقہ کیا اور فرمایا کہ بابا محمد ہاشم مجھے اس عالم میں آئے ایک عرصہ ہوگیا لیکن میں نے کسی سے ایسا سلوک نہیں کیا جیسا کہ تم سے کررہا ہوں تمہیں اور کوشش کرنی چاہیئے اتنا فرمایا اور نظر سے غائب ہوگئے کہتے ہیں کہ آج تک مزار مبارک میں شق ہونے کا نشان باقی ہے۔

آپ کے ایک فرزند محمد قاسم تھے اور ان کے ایک صاحبزادے تھے جن کا نام شیخ محمد تھا۔ جب شیر شاہ غوری حملہ آور ہوا تو حضرت شاہ محمد غوث گوالیری گوالیار سے گجرات تشریف لائے۔ بادشاہ وقت، جمیع امراء اور مشائخین ان کے استقبال کو گئے اور ان کو بعزت تمام شہر میں لائے اور ضیافت کی دوسرے روز شاہ محمد غوث نے اپنے خادم سے شیخ محمد کو سلام لکھ بھیجا اور کہلوایا کہ میں اس مقام میں مسافر کی حیثیت سے آیا ہوں اور مقیم پر مسافر کی ملاقات واجب ہے تعجب ہے کہ آپ نے میرا حال تک دریافت

نہ کیا۔ حضرت شیخ محمد نے اپنے خادم سے جواباً کہلوا بھیجا کہ میں آپ سے ناخوش ہوں۔ اگلے روز شاہ محمد غوث حضرت شیخ محمدؒ کے گھر تشریف لے گئے اور ان سے ملاقات فرمائی۔ پھر کہا کہ مجھے یوں محسوس ہوتا ہے کہ غلطی میں نے کی ہے اگر ایسا ہے تو مجھے معاف فرمادیں۔ آپ نے فرمایا کہ اس سے بڑھ کر آپ کا کمال کیا ہوگا کہ آپ نے اپنی تمام عمر تسخیر مریخ پر صرف کر دی اور بالآخر اسکو مسخر کر لیا یہی نہیں آپ نے دربارِ الٰہی میں بھی تصرف حاصل کر لیا۔ الغرض آپ کے کمالات قید تحریر سے باہر ہیں آپ کا سن وفات نظر سے نہیں گذرا آپکی قبر گجرات میں واقع ہے رحمۃ اللہ علیہ ۔

ذکر شریف

قدوۂ اسرار مظہر انوار قطب وقت شیخ بدیع الدین مدار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ طریقہ طیفوریہ کے پیرو تھے یعنی آپ حضرت شیخ محمد طیفورؒ شامی کے مرید تھے آپ کے احوال واطوار نہایت عجیب وغریب بیان کئے جاتے ہیں کہتے ہیں کہ آپ نے مقام صمدیت میں جو سالکوں کا مقام ہے بارہ سال تک کھانا نہ کھایا اور اس عرصہ میں آپ نے جو لباس زیب تن فرمایا تھا اسکو کبھی دھونے کی حاجت باقی نہ تھی اکثر اوقات آپ اپنے روئے مبارک کو برقعہ میں مستور رکھتے تھے۔ اگر کسی کی نظر آپ کے جمال مبارک پر پڑ جاتی تو وہ بے اختیار سربسجود ہو جاتا آپ کا سلسلہ ارادت کبرسنی کے باعث پانچ چھ واسطوں سے حضرت سلطان العارفین حضرت بایزید بسطامی سے منسوب کرتے ہیں اور بعض لوگوں کا کچھ اور ہی قول ہے وہ یہ کہ آپ کی کچھ حقیقت نہ تھی اور آپ دائرہ شریعت و طریقت سے خارج تھے واللہ اعلم بالصواب۔ حضرت میر جہانگیر اشرفؒ سمنانی اپنے ملفوظات میں لکھتے ہیں کہ میں شاہ مدار سے ایک عرصہ تک ہم صحبت رہا سفر مکہ میں میں آپ کے ہمراہ تھا آپ کے والد کا نام قدوۃ الدین تھا اور آپ کی والدہ کا نام فاطمہ تھا اور آپ کے پیر کا نام شاہ طیفور شامی تھا ابتدائے شباب میں آپ پر عشق الٰہی کا جاذبہ ہوا اپنے گھر سے نکل پڑے دریا کے کنارے پہونچے اور ایک جہاز پر سوار ہو گئے یہ جہاز بیچ دریا میں غرق ہو گیا آپ ایک تختہ پر بچ رہے جو آپکو لئے ہوئے ایک جزیرے

پہونچ گیا وہاں آپ نے سیر کی ایک روز وہاں غیب سے چند بیلدار آئے زمین کھودی اسے ہموار کیا اور آب پاشی بھی کی بعد ایک محل تیار کیا آپ پر خوف طاری ہوگیا ڈرتے ڈرتے آپ اس محل کے دروازہ پر پہونچے دربان آپ کو دیکھ کر اٹھ کھڑا ہوا اور کہا کہ اندر آجائیے میں آپ ہی کے انتظار میں تھا آپ اندر داخل ہوئے محل در محل آپ نے چند محل طے کئے جب ساتویں محل میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ ایک سبز پوش مرد تخت پر بیٹھا ہوا ہے۔ اس نے آپ کو دیکھ کر سلام کیا۔ آپ نے سلام کا جواب دیا اس کے بعد آپ آگے بڑھے اور اس تخت پر اس سبز پوش کے پہلو میں بیٹھ گئے ایک شخص دونوں کے لئے مشروب لایا بعد ازاں وہ ایک صندوقچہ لایا جس میں ایک کرتا ایک پاجامہ اور دستار برآمد ہوئی دستار پر حضرت آدم علیہ السلام کا نام لکھا تھا کرتے پر حضرت ادریس علیہ السلام کا نام لکھا ہوا تھا اور پاجامہ پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا نام لکھا ہوا تھا۔ یہ تینوں چیزیں آپ کو پہنائی گئیں پھر وہ مرد سبز پوش اٹھ کھڑا ہوا اور کہا کہ میں خواجہ خضر ہوں حکم باری تعالیٰ کے بموجب یہ سب چیزیں آپ کو دینے لے کر آیا تھا اسکے بعد اچانک وہ محل اور حضرت خضر غائب ہوگئے اسی روز سے حضرت شاہ مدار نے کھانا پینا ترک کر دیا اور آپ کا وہ لباس میلا ہو کر دھلنے کی غرض سے دھوبی کے گھر نہ گیا۔ سنہ ۸۴ھ میں آپ شاہ طیفورؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوگئے شاہ طیفورؒ نے فرمایا کہ میں جتنے علاقہ دنیوی پر فائز و متصرف ہوں اسے شاہ مدارؒ قبول کریں۔ یہ بھی فرمایا کہ بندہ تم کو شاہ مدار کا لقب دیتا ہے اس تاریخ سے آپ شاہ مدارؒ کے لقب سے مشہور ہوگئے پھر آپ شہر جونپور تشریف لے گئے اور سلطان ابراہیم ولد سلطان حسین شرقی کے عہد سلطنت میں وہاں مقیم رہے بعض جاہلوں کا کہنا ہے کہ شاہ مدارؒ مذکور یہودی تھے جو غلط ہے آپکی والدہ کا نام بی بی خاص ملکہ اور لقب بی بی حاجرہ تھا آپ کے والد کا نام اوپر لکھا جاچکا ہے جو قریشی تھے۔ آپکی والدہ کا مقبرہ موضع چنار میں واقع ہے جو ولایت حلب کے مقامات میں ہے آپ کا مقام تولد بھی یہی موضع ہے آپکی عمر شریف (۲۵۲) سال تھی بعض لوگوں کا قول ہے آپ کا سلسلہ نسب یہ ہے شاہ مدار ابن شیخ علی حلبی بن شاہ طیفورؒ بن شاہ کافورؒ بن شاہ قطب بن شاہ اسمٰعیل بن شاہ حسینؒ بن شاہ طیفور بن شاہ مقربؒ بن شاہ بہاء الدین بن شاہ عماد الدین بن شاہ عبداللہ حافظ بن شاہ شہاب الدین بن شاہ طاہر بن شاہ مظہر بن عبدالرحمٰن بن ابوہریرہ رضی اللہ عنہ۔

صاحب سفینۃ الاولیاء لکھتے ہیں کہ آپ کرامات ارجمند کے حامل تھے آپکی بزرگی حد تحریر و تقریر سے باہر ہے

آپ کی وفات ۲۷ر جمادی الاول کو واقع ہوئی سن رحلت معلوم نہ ہوسکا لیکن آپ قاضی شہاب الدین دولت آبادی کے ہم عصر تھے اور جن بزرگوں کا حضرت سراج الدین سوختہ کے احوال میں تذکرہ کیا گیا۔ ان میں سے بعض کی مصاحبت سے فیض یافتہ تھے۔

صاحب سفینہ یہ بھی لکھتے ہیں کہ آپ کے عرس کے روز اطراف ہندوستان سے تقریباً ۵ یا ۶ لاکھ لوگ جمع ہوتے ہیں آپ کا مرقد کھن پور میں واقع ہے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

ذکر شریف

مرد آزادی، فرد اوتادی، مقتدائے وقت قاضی شہاب الدین دولت آبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ کو حق تعالیٰ نے وہ شہرت اور قبولیت عطا کی تھی جو آپ کے ہم عصر بزرگوں میں کسی کو حاصل نہ تھی آپ کی تصنیف "حواشی کافیہ" جو لطافت اور متانت میں بے عدیل ہے آپ کے حین حیات ہی میں سند شہرت حاصل کر چکی تھی۔ آپ کا ایک اور رسالہ "مناقب السادات" ہے جس میں آپ نے اہل بیت نبوت سے اپنی عقیدت و محبت کے زر و گوہر لٹائے ہیں جو یقیناً آپ کے لئے سرمایۂ سعادت اور آخرت میں باعث نجات ہوگی اس رسالہ کی وجہ تالیف یوں کہی جاتی ہے کہ آپ کے زمانہ میں ایک سید تھے جن کو سید اجمل کہا جاتا تھا یہ اکابر وقت سے تھے اور ان کے نشست و برخاست سے جلال جھلکتا تھا۔ اور وہ اپنے علم و فضل کو مستور رکھتے تھے قاضی شہاب الدین سے بعض امراء کی محافل میں تقدیم و تاخیر کے مسئلہ پر ان سے بحث ہوئی آپ پہلے عالم کی فضیلت کے معترف تھے اور تمام بزرگوں پر اسکی تقدیم کو صحیح جانتے تھے۔ لیکن بعد میں آپ نے عالم غیر بزرگ پر بزرگ غیر عالم کی تقدیم پر دلالت کی اور اس خصوص میں ایک رسالہ تحریر کیا اور ان سے کہا کہ میرا عالم ہونا مشخص اور معین ہے اور آپکی بزرگی مشکوک لہذا آپ پر میری ترجیح اور تقدیم ثابت ہے۔ قاضی شہاب الدین کے استاد آپ کے اس بیان سے ناخوش ہوئے۔ اور منحرف ہوگئے اس بناء پر قاضی مذکور کا ذہن پلٹا اور آپ نے مناقب سادات اور ان کی فضیلت پر ایک رسالہ رقم کیا اور جو کچھ گذر چکا تھا اس سے اعتذار کیا بعض راویوں کا کہنا ہے کہ آپ نے حضرت

سرورِ کائنات ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ آپ کو اس خصوص میں متنبہ فرما رہے ہیں اور سید آجل مذکور کی حصول رضا کی آپ کو ہدایت دے رہے ہیں۔ قاضی صاحب مذکور سید آجل کے پاس گئے ان سے معذرت خواہ ہوئے اور یہ رسالہ تحریر کیا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

ذکر شریف

عاشق دلریش، ماہر رگ نیش خویش، مہدیٔ وقت شیخ صلاح الدین درویش رحمۃ اللہ علیہ

آپ قصبہ ردولی میں حوض کے کنارے استراحت فرما رہے ہیں حضرت شیخ احمد عبد الحق کا کہنا ہے کہ جب میں سیر و سیاحت کے بعد ردولی آیا تو ہر چند کہ میرا یہی وطن تھا لیکن میں نے سکونت اختیار کرنے کیلئے شیخ صلاح سے اجازت چاہی کیونکہ آپ اس قصبہ کے صاحب ولایت تھے میں ان کے روضہ میں گیا۔ فاتحہ پڑھی اور بیٹھ کر عرض کیا کہ اگر میرے پاس ایک مصلّا اور ایک لوٹا ہو تو میں اس مقام پر سکونت اختیار کر سکتا ہوں۔ حضرت شیخ صلاح کی قبر سے آواز آئی عبد الحق حوض میں سے مصلّا اور لوٹا لے لو۔ میں حوض کے قریب پہونچا اور حوض میں ہاتھ ڈالا پہلے میرے ہاتھ میں لوٹا لگا اور جب دوسری دفعہ میں نے ہاتھ ڈالا تو ایک کہنہ نعش کا کفن ہاتھ لگا میں نے اسے سکھا لیا اور اپنا مصلّا تصور کیا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

ذکر شریف

خیر المتاخرین، افضل المشائخین شیخ بہاء الدین بن ابراہیم بن عطا اللہ قادری شطاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ صاحب حال اور جامع برکات و کرامات تھے آپ ولایت سرہند کے رہنے والے تھے آپ قادری تھے اور مشرب شطاریہ پر عامل تھے آپ کے عجیب و غریب کلمات مشہور ہیں۔ رسالہ شطاریہ میں فرماتے ہیں کہ

ذکر تین طرح کا ہوتا ہے جلالی، جمالی اور مشترک اگر کسی کو خود میں صفت رعونت پیدا کرنی ہو تو وہ اسم جلالی کے ذکر میں مشغول ہو جاتا ہے یہاں تک کہ اس کا نفس اسکا مطیع و منقاد ہو جاتا ہے یا قہار یا جبار اسکی مثال ہے اس کے بعد اسم جمالی یا قدوس یا علیم کے ذکر میں مصروف ہوتا ہے۔ اس کے بعد اسم مشترک میں مصروف ہوتا ہے جیسے یا مومن یا مھیمن۔ اور اگر کسی کو خود میں انکسار اور تواضع کی صفت پیدا کرنی ہو تو پہلے اسم جمال پھر اسم مشترک پھر اسم جلال میں مشغول ہوتا ہے یہاں تک کہ اس کا دل مصفا ہو جاتا ہے عموماً اسماء الٰہی جو ننانوے ہیں انہی کا ورد کیا جاتا ہے ذاکر کو سکون قلب اسم ذات یعنی اللہ سے ہے اور ننانوے نام اسماء صفات ہیں جب اسم ذات کا ذکر کیا جاتا ہے تو ذاکر از خود فانی ہو جاتا ہے اور وہ باقی بحق ہو جاتا ہے یہ مقام تمکین ہے۔ مرید صادق کا دل بغیر ذکر کے وا نہیں ہوتا جب دل منور ہو جاتا ہے تو ان اسماء الٰہی کی حقیقت اس پر منکشف ہو جاتی ہے

مراقبہ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ مراقبہ کلام مجید کی ہر اس آیت یا کلمہ کو جو معنیٔ توحید پر دلالت کرتی ہو اپنے باطن میں ثبت کرنا ہے چنانچہ چند کلمات تحریر کئے جاتے ہیں جن سے اس کلام کی دلالت کا اندازہ ہوتا ہے۔

مراقبہ اول وھو معکم اینما کنتم دوم اینما تولّوا فثمّ وجہ اللہ سوم الم تعلم بان اللہ یری چہارم نحن اقرب الیہ من حبل الورید پنجم ان اللہ بکل شیٔ محیط ششم وفی انفسکم افلا تبصرون۔ ہفتم اسم ذات محض کا مراقبہ ہے۔ اور مراقبہ ہشتم اپنی فنا کا تصور ہے۔ مراقبہ کے رموز کے منجملہ ایک رمز بتایا جاتا ہے تاکہ قوم کی اصلاح حال میں معاون ہو مجھے یہ مراقبہ پسند آیا جو ہر حال میں حق تعالیٰ کی ذات کا اثبات اور اپنی اور تمام کائنات کی نفی ہے لہذا جہاں کہیں تم رہو تو اسم ذات یعنی اللہ کا ذکر خفی کرتے رہو تاکہ صفائی قلب حاصل ہو۔

آپ کتاب مذکورہ میں یہ بھی فرماتے ہیں کہ مراقبہ کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ وہ ہر مقام کا محافظ ہوتا ہے چنانچہ کہا جاتا ہے المراقبۃ مشتق من الرقیب والرقیب ھو الحفیظ یعنی مراقبہ دل کی نگہبانی کا نام ہے جس سے دل متوجہ الی اللہ ہوتا ہے اور غیر حق سے توجہ ہٹ جاتی ہے یہی وجہ ہے کہ صوفی کو صاحب دل کہا جاتا ہے۔

کہتے ہیں کہ آپ کے کمالات حد تحریر سے باہر ہیں آپ کو ارواح طیبہ سے اتنا ربط مستحکم تھا کہ ان سے قرب مقام حاصل ہو گیا تھا۔ کہتے ہیں کہ ایک شخص نقاہت اور ناتوانی کی حالت میں آپ کے پاس

حاضر ہوا تو اس پر بھی وہی حالت ذوق طاری ہو گئی آپکی وفات سنہ ۹۲۱ھ میں واقع ہوئی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

ذکر شریف

محرم سر صمد مخزن راز احد قطب ابدال مخدوم شیخ محمد رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کی اولاد امجاد سے تھے آپ کا سلسلہ نسب جو چند واسطوں سے حضور سیدنا محی الدین عبد القادر الجیلانی تک پہونچتا ہے حسب ذیل ہے۔

سید محمد بن سید شاہ میر بن سید علی بن سید محمود بن سید احمد بن سید صفی الدین بن قطب الاقطاب سیدنا سید سیف الدین عبد الوہاب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

صاحب اخبار الاخیار تحریر کرتے ہیں کہ آپ صاحب عظمت و کرامت اور بزرگ مہابت و جلالت تھے سطوت ظاہری اور عظمت باہری کے حامل اور علوم معقول و منقول میں کامل تھے۔ ولایت روم سے خراسان تشریف لائے اور وہاں سے ملتان کو مراجعت کی اور وہیں سکونت پذیر ہو گئے بادشاہ وقت آپ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہو گیا اور بصد خلوص و بندگی آپ کی خدمت اختیار کی ملتان اس زمانے میں فضلاء علماء اور اکابرین کا گہوارہ تھا آپ اپنی ذات شان و شوکت کے باعث ان سب پر سبقت لے گئے اور مسند امتیاز و انفراد پر فائز ہوئے آپ کو شعر گوئی سے بھی دلچسپی تھی قادری تخلص فرماتے تھے اور مناقب حضور غوث الثقلین رقم فرما کر دیوان ترتیب دیا آپ کا مقبرہ بھی ملتان ہی میں واقع ہے رحمۃ اللہ علیہ

ذکر شریف

قطب الدوائر کنز الاخائر شیخ وقت سیدنا مخدوم شیخ عبد القادر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ حضرت سید محمد قادری مذکور کے صاحبزادے تھے لقب شیخ عبد القادر ثانی تھا اور کرامات ظاہرہ

احوال باہرہ مقامات عالیہ اور مناقب جلیلہ کے حامل تھے نفس قاطع رکھتے تھے آپ کے فیضان کے باعث جو لامع نور کی حیثیت رکھتا تھا بیشتر کفار اور مشرکین توبۃ النصوح سے مشرف ہوئے اور ایمان لائے۔

صاحب اخبار الاخیار رقمطراز ہیں کہ آپ ولایت میں حضور غوث الثقلین کے وارث حقیقی تھے۔ اور کمالات و کرامات میں بھی آنحضرت رضی اللہ عنہ کے قدم بقدم تھے یہی وجہ ہے کہ آپکو شیخ عبدالقادر ثانی اور مخدوم ثانی کے القاب سے یاد کیا جاتا ہے ہرچند کہ حضور غوث الثقلین کا کوئی ثانی نہ تھا لیکن یہی مرتبت کچھ کم نہیں کہ ثانی غوث الثقلین کے لقب سے ملقب تھے۔ کہا جاتا ہے کہ آپ کو عنفوان شباب میں اسباب عشق و طرب سے انتہائی لگاؤ تھا حد یہ تھی کہ آپ جہاں کہیں جاتے آپ کے ہمراہ کچھ لوگ آلات طرب و مزامیر لئے ہوئے چلتے لیکن جب آپ نے اپنے پدر بزرگوار کی مسند مشیخت سنبھالی تو سماع بالمزامیر سے اجتناب کلی اختیار کر لیا اور اپنے مریدین اور طالبان ہدایت کو بھی اس سے منع فرمایا۔

ابتدائے حال میں بھی آپ پر جذب طاری رہتا تھا چنانچہ ایک روز اوچہ کے بیابان میں شکار کر رہے تھے کہ ناگاہ ایک عجیب و غریب شکل کا دراج نظر آیا جو نالہ و فریاد کر رہا تھا اسی وقت اس بیابان میں ایک درویش بھی گذر رہے تھے انہوں نے کہا کہ سبحان اللہ ایک روز وہ آئے گا کہ یہ جوان خدائے عزوجل کی الفت و محبت میں اس تیتر کی طرح نالہ و فغاں برپا کرے گا آپ پر یہ کلام کے سنتے ہی ایک عجیب حال طاری ہو گیا اور دل ماسوی اللہ سے بیزار ہو گیا روز بروز جذب کے آثار شوق کے اسباب اور محبت کے انوار کا ورود بڑھتا گیا یہاں تک کہ آپ نے خلائق سے ترک کلی اختیار کر کے فنا فی اللہ کے مرتبہ پر فائز ہو گئے۔

اخبار الاخیار میں یہ بھی مرقوم ہے کہ ایک روز آپ کے والد ماجد کے پاس مخمل آیا ہوا تھا والد نے کہا اس کو عبدالقادر کے پاس لے جاؤ تاکہ وہ اسے زیب تن کریں عبدالقادر نے کہا کہ اس مخمل سے شکاری کتوں کے لئے پوشاک تیار کرو وہ مخمل جو آپ نے عبدالقادر کی پوستین بنانے کے لئے روانہ کیا تھا انہوں نے اس سے شکاری کتوں کی پوشاک تیار کروائی ہے تو بہت ناراض ہوئے اور انکو بلوا بھیجا اور خوب برا بھلا کہا۔ اسی شب حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کو خواب میں دیکھا کہ فرما رہے ہیں کہ عبدالقادر میرا فرزند ہے اسکی تربیت میں کرتا ہوں تمہارے لئے اور بھی فرزند ہیں تم ان کی تربیت کرو کیونکہ مجھے عبدالقادر درکار ہے اس واقعہ سے آپ پر جذبہ طاری ہوا اور تمام لذت و عیش سے دستبرداری اختیار کی۔ انقطاع کلی کے لئے آپ نے مزامیر اور آلات طرب توڑ ڈالے اور شکار کے جانوروں کو آزاد

کر دیا۔ حلق سر کر دالیا اور سلوک اور طریق حق پر عامل ہو گئے۔ جب سید محمدؒ کی وفات ہوئی تو آپ اپنے پدر بزرگوار کے قائم مقام ہوئے اور مسند سجادگی پر متمکن ہوئے آپ کے کمالات اور خوارق عادات بے شمار ہیں اور طاقت تحریر سے باہر ہیں آپ کی وفات ۱۸ ربیع الاول ۹۴۰ھ کو واقع ہوئی آپ کے دو صاحبزادے تھے جنکے نام سید عبدالرزاقؒ اور سید زین العابدینؒ تھے آپکی عمر شریف (۷۸) سال تھی مقبرہ شریفہ اوچہ ملتان میں واقع ہے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

ذکر شریف

قطب آفاق، مظہر اخلاق سیدنا مخدوم شیخ عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ

آپ سید عبدالقادر ثانی کے بڑے صاحبزادے تھے نہایت بلند ہمت اور مناقب و فضائل جلی اور شان عظیم کے حامل تھے۔

چنانچہ صاحب اخبار الاخیار رقمطراز ہیں کہ آپ اپنے والد ماجد کی وفات کے وقت موجود نہ تھے بعض کاموں کی وجہ سے ناگور تشریف لے گئے ہوئے تھے ناگور میں بیٹھے بیٹھے فرمایا کہ آج مجھے بندگی حضرت مخدوم آواز دے رہی ہے اور اپنی سمت بلا رہی ہے یہ نہ جانے کیا بات ہے تھوڑی سی تاخیر کے بعد عازم سفر ہوئے لیکن سید عبدالقادر کی رحلت کے وقت تک پہونچ نہ سکے چند دن بعد آئے اور پدر بزرگوار کی وصیت کے بموجب لباس خرقہ اور اجازت خلافت سے مشرف ہوئے آپکی وفات ۵ رجادی الثانی ۹۴۲ھ کو واقع ہوئی رحمۃ اللہ علیہ۔

ذکر شریف

عاشق خلیل، صادق جلیل، مظہر حق میر سید اسمٰعیل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ کے والد کا نام سید ابدال تھا آپ کا سلسلہ نسب حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ تک پہونچتا ہے

صاحب اخبار الاخیار فرماتے ہیں کہ ہمارے علاقہ میں سلسلہ سجادگی اور حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ کی میلاد کو میر سید اسمٰعیل کے قبیلہ نے رواج دیا۔ شیخ محمد حسن، شیخ امانؒ اور دیگر کئی درویش حضرت میر سید اسمٰعیل کی خدمت میں نہایت بندگی اور نیاز سے حاضر ہوتے تھے آپ کی وفات سنہ ۹۰۰ھ میں واقع ہوئی اور آپ کا مزار ٹھٹھہ میں واقع ہے جہاں آپ مقیم تھے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

ذکر شریف

قبلہ ہر غنی و درویش، ثانی اویس، قطب ابدال حضرت شاہ قمیص رحمۃ اللہ علیہ

آپ کے والد کا نام سید ابوالحیات تھا جنکا سلسلہ نسب قطب ابدال بدر آفاق حضرت سید عبدالرزاق تک پہونچتا ہے۔

صاحب اخبار الاخیار تحریر کرتے ہیں کہ آپ نے ولایت بنگال سے سنہ ۹۰۰ھ میں لباس فقر و تجرید زیب تن فرما کر اس ملک میں قدم رنجا فرمایا اور شاہ ڈھورہ حضر آباد میں اقامت اختیار کی اور ایک مدت تک اسی موضع میں فقر و تجرید کے ساتھ گذارا۔ سید نصر اللہ (جو مرد بزرگ تھے) کی صاحبزادی سے عقد فرمایا۔ اس عقد کے بعد آپ نے مستقل طور پر اس قصبہ میں سکونت اختیار کرلی۔ لوگ جوق درجوق آپ کے پاس آنے لگے اور حلقہ ارادت میں داخل ہونے لگے آپ کے کمالات اور خوارق عادات بے شمار ہیں جنکی اس مختصر رسالہ میں گنجائش نہیں آپ کی وفات ۳ ذیقعدہ سنہ ۹۱۰ھ کو واقع ہوئی قبر شریف شاہ ڈھورہ میں واقع ہے رحمۃ اللہ علیہ

ذکر شریف

مظہر خلق عظیم، کریم ابن کریم، شیخ وقت میر سید ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ

آپ کے والد ماجد کا نام سید معین الدین عبدالقادر تھا۔ آپ نہایت بزرگ، بابرکت اور دانشمند تھے

صاحب اخبار الاخیار تحریر کرتے ہیں کہ میر سید ابراہیم کو تمام علوم عقلی، نقلی، رسمی اور حقیقی پر دستگاہ کامل حاصل تھی۔ ہر علم پر آپ نے بے شمار کتب کا مطالعہ فرمایا تھا۔ ان کی تصحیح فرمائی اور ان کے مشکلات کو اس طرح حل فرمایا کہ آپ کو کسی استاد کی ضرورت باقی نہ رہی۔ سچ ہے کہ آپ کے زمانہ حیات میں دہلی میں علم و دانش میں کوئی آپ کا ہمسر نہ تھا۔ آپ کی تحریر کردہ کتابیں آپ کے کتب خانہ میں اتنی تعداد میں برآمد ہوئیں جنکا حصر و ضبط مشکل تھا انصاف کی بات تو یہ ہے کہ ہر وہ شخص جو آپ کا معاصر تھا لیکن آپ سے استفادہ حاصل نہ کیا قابل قدر نہیں وہ بے نصیب ہے اور اسکا یہ عمل جہل، بے انصافی اور ناحق شناسی کی کھلی دلیل ہے۔ الغرض آپ اپنے زاویہ میں ہمیشہ کتابوں کا مطالعہ اور انکی تصحیح میں مشغول رہتے درس و تدریس کم کرتے۔ شیخ عبدالعزیز اور دوسرے کئی صوفیا نے آپ سے تعلیم پائی مشائخین، علماء اور بزرگوں کا آپکے پاس میلہ سا رہتا تھا۔ آپ تمام سلاسل کے طریق تربیت و ارشادات کے حامل تھے لیکن سلسلہ قادریہ عالیہ کو ان تمام سلاسل پر غالب جانتے تھے آپ شیخ بہاء الدین قادری شطاری کے مرید اور خلیفہ تھے جنہوں نے آپ کی فرمائش پر طریقہ شطاریہ پر ایک رسالہ قلمبند کیا تھا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ نے بے واسطہ حضرت شیخ نظام الدین اولیاء کی روحانیت سے خرقہ حاصل کیا تھا۔

صاحب اخبار الاخیار یہ بھی تحریر کرتے ہیں کہ آپ مجلس سماع میں نہ جاتے تھے۔ سنا جاتا ہے کہ شیخ رکن الدین بن شیخ عبدالقدوس فرماتے تھے کہ میں ایک روز آپ کے پاس حاضر ہوا اور عرض پرداز ہوا کہ آج حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کا عرس مبارک ہے اگر آپ مجلس میں تشریف لائیں تو مناسب رہیگا۔ آپ نے فرمایا کہ تم جاؤ ان کی قبر کی زیارت کرو اور ان کی روحانیت سے متوجہ ہوکر معلوم کرو کہ وہ کیا فرماتے ہیں میں زیارت کے لئے گیا اور حضرت خواجہ قطب الدین کی مزار کے سامنے جا کر آپ کی روحانیت سے ربط پیدا کیا اس وقت مجلس سماع گرم تھی اور قوال اور صوفیا بجوش و خروش سماع میں مشغول تھے اس اثناء میں میں نے مشاہدہ کیا کہ حضرت خواجہ کی روح مبارک فرما رہی ہے کہ یہ بدبخت میرا ذہن پراگندہ کر رہے ہیں اور میرا وقت خراب کر رہے ہیں میں اٹھا اور میر سید ابراہیم کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے تبسم فرمایا اور کہا کہ اب تو مجھے معاف رکھو میں نے عرض کیا کہ آپ کا فرمان بجا ہے اور حق آپ کی جانب ہے۔ الغرض آپ کے کمالات اور خوارق عادات بے حد ہیں۔ آپ سلطان سکندر کے زمانہ میں دہلی تشریف لائے اور آپ کی وفات دولت اسلام شاہ کے زمانہ میں

سنہ ۹۵۳ھ میں واقع ہوئی۔ آپکی قبر شریف حضرت سلطان المشائخ کے مقبرہ میں واقع ہے رحمۃ اللہ علیہ

ذکر شریف

قطب دوران، قاری قرآن، شیخ سلیمان ابن عفان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ طالبان ہدایت کی تربیت و ارشاد اور مریدین کی تلقین میں بے نظیر وقت تھے۔ بہت مسافرت کر چکے تھے اور بے انتہا نعمت پائی تھی کہتے ہیں کہ آپ کو نقل روح میں دستگاہ حاصل تھی نقل ارواح، مراتب تصرفات نفس ناطقۂ انسانی میں سے ایک مرتبہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ اکثر پچھلی صدیوں کے احوال کا تتمہ بیان فرماتے تھے کہتے ہیں کہ آپ نے خواب میں حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قرآن تجوید سے پڑھا شیخ عبدالقدوس کہتے ہیں آپ نے اس وجہ سے تجوید قرآن پڑھی تھی آپ کی وفات ماہ محرم کی چودھویں رات کو سنہ ۹۴۴ھ میں واقع ہوئی۔ آپ کا مقبرہ درگاہ حضرت خواجہ قطب الدین کے عقب میں واقع ہے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

ذکر شریف

افضل المتاخرین، اکمل العابدین، شیخ زین الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ کا عرف شیخ ادھن دہلوی تھا اور آپ حضرت شیخ عبدالحق دہلوی کے جد مادری تھے۔ چنانچہ شیخ عبدالحق اخبار الاخیار میں تحریر فرماتے ہیں کہ شیخ ادھن دانشمند کامل تھے اور خشوع خضوع انکسار اور وقار کے حامل تھے۔

وہ یہ بھی لکھتے ہیں کہ آپ کے ماسوا کسی اور شخص کو کم دیکھا گیا ہے کہ اس کا ظاہر اور باطن

یکساں ہو آپ خلائق کے درمیان جو آداب اور تواضع کو ملحوظ رکھتے تھے وہی آداب اور اوضاع کے اپنے گھر میں بھی پابند تھے آپ کی زبان مبارک ہمیشہ ذکر اللہ میں مشغول رہتی تھی آپ کی صورت سے جمال نورانیت ظاہر ہوتا تھا اور ایسا محسوس ہوتا تھا کہ آپ کے علم و تقویٰ کے انوار آپ کی پیشانی سے جھلک رہے ہیں آپ مولانا سماء الدین کے مرید تھے جو شیخ کبیر مخدوم جہانیاں کے مرید تھے ۔

شیخ ادھن کی وفات سنہ ۹۳۴ھ میں واقع ہوئی اور آپ حوض شمسی کے کنارے مدفون ہوئے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ۔

ذکر شریف

پیر اجلالی، قدوۂ باکمالی شیخ جمالی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ

آپ مولانا سماء الدین کے مرید تھے آپ کا نام جلال خاں تھا اور اوائل حال میں جلالی تخلص فرماتے تھے لیکن بعد میں آپ نے مرشد کی ایماء پر اپنا تخلص تبدیل فرما کر جمالی کیا آپ کم سن تھے کہ آپ کے والد کا انتقال ہو گیا۔ آپ نے جو کچھ استعداد علمی اور قابلیت حاصل کی تھی وہ سب اپنے پدر بزرگوار کی وفات کے بعد حاصل کی تھی۔ کسب فضیلت فرمائی اور شاعر ہو گئے۔ مثنوی، قصیدہ، غزل غرض اکثر اصناف سخن میں آپ نے شعر گوئی فرمائی آپ کے قصائد، غزل اور مثنوی سے زیادہ موثر اور مقبول ہیں سیر و سیاحت کی تھی اور حرمین شریفین کی زیارت سے مشرف ہونے کے بعد مولانا عبدالرحمن جامی، مولانا محمد روحی اور دیگر اکابرین ہرات سے ملاقات کا شرف حاصل کیا آپ کا زمانہ حیات سلطان سکندر بن بہلول کے دور سلطنت سے لے کر شاہ ظہیر الدین بابر کے دور سلطنت تک تھا آپ کی یہ بیت جو حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدح میں رقم کی گئی ہے بہت مشہور رہے اور بعض صلحا نے خواب میں اس بیت کی قبولیت کی بشارت پائی تھی ؂

موسیٰ ز ہوش رفت بیک پرتو صفات ٭ تو عین ذات می نگری در تبسمے

آپ کا مقبرہ حضرت خواجہ قطب الدین کی درگاہ سے متصل واقع ہے آپ کی وفات ۱۰ ذیقعدہ سنہ ۹۴۲ھ کو ہوئی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ۔

ذکر شریف

معدن عرفانی، مخزن راز سبحانی، سالار وقت حضرت مخدوم شاہ اشرف بیابانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ حضرت مخدوم شاہ ضیاء الدین بیابانی کے فرزند اکبر تھے جو حضرت سانگڑے سلطان مشکل آسان کے بھانجے اور داماد تھے۔

صاحب پنج گنج تحریر کرتے ہیں کہ آپ کا روضۂ مبارک نہایت وسیع اور دلکش ہے گنبد شریف کو دیکھنے سے دلوں کو سرور حاصل ہوتا ہے اور یہ مقام ایک قطعۂ جنت سے کم نہیں معلوم ہوتا گنبد کے متصل ایک نیم کا درخت تھا جسکی ایک شاخ گنبد پر سایہ کئے ہوئے تھی اس شاخ کے پتے شہد اور شکر کی طرح میٹھے تھے جو کوئی آپ کی زیارت کو وہاں آتا اس شاخ کے پتے از روئے عقیدت کھاتا آج کل یہ درخت کہنہ سالی کی وجہ سے خشک ہو چکا ہے آپ کی قبر شریف خضر آباد میں آپ کے والد بزرگوار کے روضہ میں واقع ہے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ۔

ذکر شریف

زین الاحباب، قدوۂ اصحاب، شیخ وقت سید عبدالوہاب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ حضرت سید جلال بخاری عرف جلال سرخ کی اولاد سے تھے جو حضرت مخدوم جہانیاں کے نانا تھے۔ سید جلال مذکور کے دو صاحبزادے تھے سید احمد اور سید محمود۔ حضرت مخدوم جہانیاں حضرت سید احمد کے صاحبزادے تھے۔ سید عبدالوہاب حضرت سید محمود کی اولاد سے تھے۔

صاحب اخبار الاخیار تحریر فرماتے ہیں کہ سید عبدالوہاب مرد بزرگ تھے۔ علم، عمل اور حال سے موصوف تھے ایک روز آپ اپنے پیر و مرشد حضرت سید صدر الدین بخاری کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت

صدر الدین نے فرمایا کہ دو نعمتیں عالم میں بالفعل موجود ہیں جو تمام نعمتوں پر فوقیت کلی حاصل ہیں لیکن لوگ ان نعمتوں کی اہمیت سے واقف نہیں ہیں اور اسی وجہ سے انکی تحصیل سے غافل ہیں پہلی یہ کہ آنحضرت علیہ السلام کا وجود مبارک۔ مدینہ طیبہ میں بصفت حیات موجود ہے دوسرے یہ کہ قرآن مجید جو پروردگار کا کلام ہے اور حق سبحانہ تعالیٰ اس میں بے واسطہ متکلم ہے۔ کہتے ہیں کہ آپ نے یہ کلام کے سنتے ہی اٹھ کھڑے ہوئے اور اپنے پیر سے زیارت مدینہ طیبہ کی رخصت طلب کی اور بعجلت تمام حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی زیارت کے لئے نکل پڑے زیارت کی سعادت حاصل فرمانے کے بعد اپنے وطن لوٹے کچھ دن وہاں رہنے کے بعد سلطان سکندر کے عہد سلطنت میں دہلی تشریف لائے سلطان مذکور کو آپ سے عقیدت پیدا ہوئی اس نے آپ سے نہایت تعظیم وتکریم کا سلوک کیا پھر دہلی سے آپ حرمین شریفین کی زیارت کے لئے گئے اس سعادت سے مکرم و مشرف ہوئے اور حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے بشارت پائی اور پھر وہاں سے واپس لوٹے آپ کو حضرت شاہ عبد اللہ سے بیحد محبت تھی جنکا مرتبہ فنا فی الشیخ کے مرتبہ کے برابر تھا۔

آپ کی وفات سنہ ۹۲۲ھ کو واقع ہوئی آپ کا مقبرہ مقبرۂ شاہ عبد اللہ کے جوار میں واقع ہے۔

آپ کی ایک تفسیر ہے جس میں آپ نے اکثر بلکہ تمام قرآن مجید کو پیغمبر خدا کی نعمت سے منسوب کیا ہے اس میں آپ نے عشق اور اسرار محبت کے دقائق درج کئے ہیں۔ غالباً یہ تفسیر غلبۂ حال اور استغراق میں سپرد قلم فرمائی تھی اس تفسیر کا کچھ منتخب حصہ یہاں نقل کیا جاتا ہے تاکہ اس کتاب غرائب آپ کی کیفیت کا اندازہ ہو سکے۔ سورہ مریم کی ابتدائی آیت کی تفسیر ہے۔

کھیعص اعلم یا حبیب حبیب الرحمٰن انّ حروف المقطعاۃ من خزائن اللہ العظیم التّی قد سلّمت الی النبی العظیم وعندہ مفاتح الغیب لا یعلمھا الا ھو۔ قال علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجھہ ھذا اسم اللہ الاعظم جلّ جلالہ واعلم یا ھذا یحتمل ان یکون الکاف اشارۃٌ الی کن والھاء والراء اشارۃ الی لفظھا للنداء والعین اشارۃٌ الی عین العبد وھو محمد سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم والصاد اشارۃ الی صورۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم المعنی ھذا التاویل کن فیا عبد اللہ صورۃ یحتمل بجمال اللہ فینتفع الناس بالکاف یکون ھذا الخطاب

بسیّد المرسلین لیصبو صورۃً فی رحم امّتہ بعد ما کان روحًا و نورًا عند اللہ
بنعمتہ کانت لہ عند اللہ اذ نادیٰ ربّہ نداءً خفیًا یمکن یا ھذا ان یکون
نداء ذکریا الخفیۃ الشفاعۃ بسید المرسلین صلی اللہ علیہ والہ وسلم
وھو الذی توجہ الیہ جمیع الانبیاء فی امورھم وحوائجھم وھو الامام
المشھور فیما بینھم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ الخ

یعنی اے حبیب حبیب الرحمٰن یہ حروف مقطعات اللہ تعالیٰ کے خزائن اسرار سے ہیں جن کا مفہوم اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کو بتایا ہے۔ اسرار غیب کی کلید حضرت خدا کے علم میں ہے اور ان کا علم کسی دوسرے کو نہیں حضرت علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ کھیعص اسم اعظم ہے اور اس کا احتمال ہے کہ کاف سے مراد کن ہے ھا اور یا حروف ندا ہیں اور عین سے خاص بندہ کی جانب اشارہ ہے جس سے مراد حضرت محمد سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات ہے۔ صاد سے صورت محمدی مراد ہے اس تاویل سے یہ مفہوم اخذ ہوتا ہے کہ صورت محمدی جو مظہر جمال خداوندی ہے۔ لوگ اس کے طفیل میں اپنے مطالب حاصل کرتے ہیں۔

لہذا یہ خطاب سرکار دو عالم کی جانب ہے تاکہ آپ کی امت کے دلوں میں آپ کی صورت آپکے بعد بھی باقی رہے جسکی وساطت سے استفادہ کیا جاسکے جس طرح حضرت ذکریا نے ندائے خفی کے ذریعہ طلب شفاعت فرمائی تھی اور وہ آپ کی ذات ہے جو تمام انبیاء و مرسلین کی تمام امور حوائج میں مرکز توجہ ہے اور آپ ان سب کے امام ہیں۔ الخ

ذکر شریف

عاشق مردانۂ عشاق، عارف یگانۂ آفاق، مقتدائے وقت شاہ عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا وطن جھنجھانہ تھا اور آپ حضرت شیخ محمد حسن کے مرید اور خلیفہ تھے مشائخین قادریہ سے تعلق رکھتے تھے آپ کے متعلق بیشتر کرامات اور خوارق عادات نقل کی جاتی ہیں۔

صاحب اخبار الاخیار رقمطراز ہیں کہ آپ کو حضور غوث الثقلین سے نسبت کاملہ حاصل تھی اور بے واسطہ حضور غوث الاعظم سے آپ کی رشد و ہدایت ہوئی تھی اس سے بڑھ کر کوئی کمال نہیں کہ آپ کو حضور کی روحانیت سے بے واسطہ ربط حاصل تھا۔ آپ مصائب میں نہایت صبر و تحمل سے کام لیتے تھے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ ایک روز ایک سید زادہ کو اعیان نے گرفتار کر لیا اور اسکو قید کر دیا گیا آپ نے اسکی ضمانت دی اور کہا کہ تم شہر سے باہر چلے جاؤ تمہارے بجائے میں قید ہو جاؤنگا آپکی وفات سنہ ۹۰۹ھ میں واقع ہوئی رحمۃ اللہ علیہ۔

ذکر شریف

عارف اسرار باری کاشف انوار ی شیخ جنید حصاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ حضرت شیخ فرید گنج شکر کی اولاد سے تھے۔ صاحب اخبار الاخیار لکھتے ہیں کہ آپ بہت بزرگ تھے طویل العمر اور عظمت ظاہری کے حامل تھے آپ کتابت اتنی سرعت سے فرماتے تھے کہ بجز کسی صاحب کرامت کے کسی اور سے ممکن نہیں عادت یہ تھی کہ آپ تیس روز میں تمام قرآن مجید اعراب کیساتھ تحریر فرما دیتے اور دوسرے خوارق بھی آپ کے متعلق منقول ہیں آپ نے اپنے بعض رسائل میں عجائبات عالم جنکا آپ نے مشاہدہ کیا تھا نقل فرمایا ہے۔ خدا ہی کو پتہ ہے کہ اسکی آپ نے کیا تاویل فرمائی تھی اور بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ آپ کی اولاد نے عوام کی عدم استعداد کی بناء پر انکو حذف کر دیا واللہ اعلم بالصواب۔

آپ کی وفات سنہ ۹۰۰ھ میں واقع ہوئی مزار مبارک حصار میں واقع ہے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

ذکر شریف

فخر اربابِ عرفان، مقتدائے اصحاب زمن، قبلۂ وقت شیخ بہاء الدین باجن رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ کے والد بزرگوار کا نام حاجی عزالدین شہید تھا اور آپ حضرت زین الخطاب رضی اللہ عنہ کی اولاد سے تھے۔ شیخ رحمت اللہ بن شیخ عزیز اللہ متوکل رحمۃ اللہ علیہما کے مرید اور خلیفہ تھے اور شیخ برہان الدین غریب کی فیض صحبت سے بھی مشرف ہو چکے تھے لیکن ارادت شیخ رحمت اللہ سے تھی۔ جنکو اپنے والد شیخ عزیز اللہ مذکور بن شیخ یحییٰ بن شیخ لطیف الدین سے بیعت حاصل تھی۔ شیخ عزیز اللہ متوکل کو خواجہ رکن الدین کمان شکر سے اور ان کو خواجہ محمد زاہد چشتی سے بیعت ارادت تھی جنکے آباؤ اجداد خود کو حضرت خواجہ قطب الدین مودود چشتی سے متعلق بتاتے ہیں آپ کا مقام ولادت گجرات تھا اور آپکی مزار برہان پور میں واقع ہے۔ آپ تصرفات ظاہرہ اور قدرت باہرہ پر حامل و متصرف تھے آپ کے لقب باجن کی وجہ تسمیہ یوں بیان کی جاتی ہے کہ آپ کو سماع کی آواز سے بہت لگاؤ تھا یہی وجہ تھی کہ آپ ہر روز عصر اور مغرب کے درمیان محفل سماع منعقد کیا کرتے سماع سنتے اور وجد کرتے تھے اس وجد کی حالت میں اٹھتے اور اپنے کمال کے بل پر جوش و خروش فرماتے کہ تجھے اتنے ہزار دیتا ہوں اور تجھے اتنے ہزار عطا کرتا ہوں دوسرے روز علی الصباح وہ قوال آپ کے در دولت پر حاضر ہوتے اور رقم طلب کرتے آپ اپنے کسی خادم کو یہ حکم دے کر روانہ فرماتے کہ بابا فلاں مقام پر جاؤ زمین کھودو اور میں نے جس سے جتنی رقم کا وعدہ کیا ہے اسے اتنی رقم دے دو۔ اگر آپ کے صاحبزادے سامنے ہوتے تو وہ عرض کرتے کہ آج گھر کے لوگ فاقہ سے ہیں حکم دیجئے کہ ایک روز کے اخراجات بھی حاصل ہو جائیں۔ الغرض آپ کے حکم کے مطابق جب اس مقام معینہ پر زمین کھودی جاتی تو آپ نے جتنی رقم کے لئے حکم دیا تھا برآمد ہوتی اور اسکو آپ کے حسب الحکم تقسیم کر دیا جاتا اسی طرح آپ سائلوں کو بھی عطا فرماتے تھے ایک روز ایک بزرگ نے آپ سے کہا کہ دوسروں کی ملک کو خرچ کر دینا کس حد تک مناسب ہے آپ نے جواب دیا کہ میں مالک کی اجازت کے بغیر خرچ نہیں کرتا۔ شیخ علی متقی آپ سے ملاقات کی خواہش میں مکہ مکرمہ سے مندو آئے اور آپ کے پاس پیام بھیجا کہ میں آپ سے ملاقات کی غرض سے مکہ سے

یہاں آیا ہوں۔ سنتا ہوں کہ آپ کو سماع سے بے انتہا رغبت ہے جبکہ اسکو میں ممنوع سمجھتا ہوں اگر وقت ملاقات مقرر فرمادیں تو میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوجاؤں گا۔ حضرت نے جواباً پیام بھیجا کہ فقیر کو فقیر کے لئے اہتمام کرنے کی ضرورت نہیں۔ جب اس مقام تک آپہونچے ہو اور میں سماع احکام السماع کا الصلوٰۃ کے مطابق سنتا ہوں جب یہ جواب ان تک پہونچا تو وہ چند روز کے بعد برہان پور آئے لیکن پھر پیام بھیجا کہ میں بے شک سماع کو روا سمجھتا ہوں لیکن مزامیر کے بغیر حضرت باجن نے تمام مزامیر حجرہ میں رکھدئے اور آپ کو بلوا بھیجا۔ جب شیخ علی متقی وہاں پہونچے تو آپ ان کے استقبال کے لئے آگے بڑھے دیکھا کہ ان کے منہ پر نقاب ہے آپ نے فرمایا کہ سبحان اللہ اس شہرہ آفاق تقویٰ کی شوکت مجھے بدعت محسوس ہوتی ہے اگر نقاب منہ سے ہٹاؤ گے تو ملاقات ہوگی ورنہ میرا ملاقات کا ارادہ نہیں۔ شیخ علی نے اپنے چہرہ سے نقاب الٹ دی اسکے بعد خانقاہ میں بیٹھے اور مغنیوں نے نغمہ شروع کیا جیسے ہی گانا شروع ہوا یکایک حجرہ سے مزامیر کی آواز بھی آنے لگی ایسے محسوس ہوتا تھا کوئی ماہر نہایت سلیقہ سے مزامیر بجارہا ہے شیخ علی متقی نے کہا کہ خدا کے لئے منع فرمائیے کیونکہ اس محفل میں پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما ہیں حضرت بہاؤالدین نے شاہ جیو جو اس سماع خانہ کے کلید بردار تھے حکم دیا کہ حجرہ کا دروازہ کھولا جائے جب کمرہ کھولا تو معلوم ہوا کہ اس میں کوئی آدمی نہیں ہے شیخ علی نے کہا کہ سبحان اللہ یہ مزامیر کی آواز تو غیب سے تھی دم مارنے کی مجال نہیں ہے اسی روز سے حضرت بہاؤالدین کا لقب باجن ہوگیا بعض لوگوں کا یہ کہنا ہے کہ آپ یہ لقب آپ کے پیر ومرشد مخدوم شیخ رحمت اللہ نے عنایت فرمایا تھا اور اس کا ظہور شیخ علی متقی سے ملاقات پر موقوف تھا۔

چنانچہ آپ خود اپنی کتاب خزائن رحمت اللہ میں رقمطراز ہیں کہ مجھے باجن میرے مرشد کی ایما پر کہا جاتا ہے ایک روز بادشاہ فاروقی اپنے ارکان دولت کے ہمراہ آپ کے کشف کے امتحان کی غرض سے آیا اور اپنے دل میں خیال کیا کہ اگر اسی وقت آپ مجھے اور میرے ہمراہیوں کو کچھ چیز عطا کریں گے تو میں سمجھوں گا کہ آپ صاحب کشف ہیں حضرت علیہ الرحمہ نے معاً اپنے صاحبزادے شیخ عبدالحلیم کو طلب کیا اور اپنا بستہ جس میں قرآن مجید اور کفن رکھا رہتا تھا طلب فرمایا اس بستہ سے قرآن مجید نکال لیا اور بستہ اپنے صاحبزادے کو دے کر فرمایا کہ اس کو اپنے کندھے سے لٹکالو اور بسم اللہ کہہ کر اس میں ہاتھ ڈالو جو کچھ ہاتھ آئے سلطان اور دوسرے تمام لوگوں کو دے دو شاہ عبدالحلیم آداب بجالائے اور اس بستہ کو اپنے کندھے سے لٹکا کر اس میں

ہاتھ ڈالا تو اس میں سے گرم نان اور حلوۂ تر بر آمد ہوا انہوں نے سلطان کے آگے رکھ دیا اسی طرح دیگر اعیان سلطنت کو بھی نان اور حلوہ سے تواضع کرنے کے بعد انہوں نے ادباً عرض کیا کہ آج گھر میں فاقہ کا دوسرا دن ہے اگر حکم ہو تو گھر میں بھی نان اور حلوہ پہونچا کر آؤں آپ نے فرمایا کہ ٹھیک ہے پہونچا دو جب فارغ ہوئے تو بستہ میں قرآن مجید رکھدیا اور سلطان کے کان میں کہا کہ بار دیگر کسی شخص کا امتحان نہ لینا اور کسی سے یہ راز نہ کہنا آپ کے کمالات اور خوارق عادات بے حد و بیشمار ہیں آپکی رحلت ۹۱۲ھ میں بتاریخ ۱۴ ذیقعدہ واقع ہوئی آپ کی عمر شریف (۱۱۸) سال تھی آپکی کمال بزرگی کا اندازہ اسی سے کیا جاسکتا ہے کہ شیخ علی متقی جیسے بزرگ آپ کے حلقہ ارادت میں شامل تھے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

ذکر شریف

عارف عشاق، بدر آفاق، شیخ زماں شاہ اسحٰق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ کے والد بزرگوار کا نام سید ابو الفتح تھا جنکا سلسلہ نسب یوں ہے سید ابو الفتح بن سید محمد بن سید یحییٰ بن سید علاء الدین بن سید شمس الدین محمد بن سید یوسف الدین بن سید ظہیر الدین بن سید احمد بن سید عماد الدین ابو صالح نصر بن سید تاج الدین عبد الرزاق قادری الخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔ کہتے ہیں کہ حضرت سید اسحٰق قادری نے بارہ سال کی عمر میں اپنے پدر بزرگوار سے خرقہ خلافت اور نعمت قادریہ حاصل فرمائی۔ آپ غلبۂ عشق الٰہی میں بغداد سے دکن کی جانب تشریف لائے اور برنالہ کے مقام پر سکونت پذیر ہوئے برنالہ میں آپ نے ایسا عظیم مراقبہ کیا کہ پچاس سال تک ایک ہی جگہ مراقب رہے بعد ازاں آپ پھر بغداد شریف واپس لوٹے اور حسب سنت نبوی عقد نکاح فرما کر متاہل ہو گئے کچھ عرصہ بعد پھر بغداد سے دکن کی جانب عزم سفر باندھا اور موضع کنگن پور جو اب قمر نگر عرف کرنول کے نام سے مشہور ہے راجہ گوپال کے عہد سلطنت میں رونق افروز ہو کر متوطن ہو گئے ملک عبد الوہاب جو آپ کے معتقدین میں سے تھا آپ کی وہاں سکونت کا باعث ہوا آج بھی آپکا روضہ مقدسہ کرنول میں دریائے ہیندری کے کنارے واقع ہے آپکی وفات ۹۱۱ھ میں بتاریخ غرہ ماہ رمضان واقع ہوئی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

اس کے علاوہ

مترجم کے قلم سے حسب ذیل کتابیں منظر عام پر آچکی ہیں

۱۔ ترجمہ "لطائف اللطیف" تصنیف حضرت سیدہ شاہ غلام علی قادری الموسوی ہدیہ ۱۵ روپیہ
۲۔ ترجمہ "مشکوٰۃ النبوۃ" جلد اول ” ” ” ” ہدیہ ۲۰ روپیہ
۳۔ ترجمہ "مشکوٰۃ النبوۃ" جلد دوم ” ” ” ” ہدیہ ۲۰ روپیہ
۴۔ ترجمہ "مشکوٰۃ النبوۃ" جلد سوم ” ” ” ” ہدیہ ۱۵ روپیہ
۵۔ ترجمہ "مشکوٰۃ النبوۃ" جلد چہارم ” ” ” ” ہدیہ ۲۳ روپیہ
۶۔ "استعانت" (مسئلہ استعانت پر ایک جامع تصنیف) ہدیہ ۱۰ روپیہ
۷۔ "فردوس" (مترجم کا نعتیہ کلام) ہدیہ ۱۰ روپیہ
۸۔ "کیف و سرور" (مترجم کے غزلیات اور نظموں کا مجموعہ) ہدیہ ۱۰ روپیہ
۹۔ "کلام عارف" (حضرت وحید پاشاہ قادریؒ کے احوال کا تذکرہ اور آپکا کلام) ہدیہ ۲ روپیہ

ملنے کے پتے

دیوڑھی حضرت مولوی محمود علیہ الرحمہ
20-7-175 ۔ فتح دروازہ ۔ حیدرآباد

(یا)

دیگر تاجرین کتب